اسلام کے فیصلہ کُن معرکے

غزوہ حنین



نفیس اکیڈیمی

اردو بازار۔ کراچی

غزوۂ حُنَین

محمد احمد باشمیل

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ حنین

تالیف

محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتح پوری

نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

جملہ حقوق اردو ترجمہ کتاب
غــزوۂ حنین
قانونی دائمی بحق
چوھدری طارق اقبال گاہندری
مالک نفیس اکیڈمی کراچی محفوظ ہیں

نام کتاب: ——— غزوۂ حنین
تالیف: ——— محمد احمد باشمیل
ترجمہ: ——— مولانا اختر فتح پوری
ناشر: ——— نفیس اکیڈمی۔ کراچی
طبع اول: ——— اپریل ۱۹۸۸ء
ایڈیشن: ——— آفسٹ
ضخامت: ——— ۴۰۰ صفحات
ٹیلیفون: ۲۱۳۳۰۲

مطبوعہ: احمد برادرز پرنٹرز۔ کراچی

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۹	حنین کے روز آسمانی معجزہ	
۹۰	معجزہ پر سہیلی کا تبصرہ	
۹۱	معرکۂ حنین میں مسلمان عورت کا کردار	
۹۲	ایک عورت کا شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کرنا	
۹۳	فوج سے بھاگنے والوں کے متعلق حکم	
۹۴	ان مسلمانوں کی گفتگو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا	
۹۵	ہوازن کو کیسے شکست ہوئی	
۹۶	گھڑ سواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید کا زخمی ہونا	
۹۷	ثقیف اور ان کے سالار کا قتل	
۹۸	ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب	
۹۹	معمر شہسوار درید بن الصمۃ کا قتل	
۱۰۰	ہوازن کے سالار عام کا انجام	
۱۰۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں اور بچوں کے قتل سے روکنا	
۱۰۲	ہوازن کی مقاومتی پاکٹوں کا صفایا	
۱۰۳	جیشِ اسلام میں خودکشی کرنے والا شخص	
۱۰۴	عظیم غنائم	
۱۰۵	طائف سے واپسی تک غنائم کا سٹور کرنا	
۱۰۶	محاصرۂ طائف	
۱۰۷	قبائل ہوازن کا انجام	
۱۰۸	ثقیف کی تاریخ	

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار



مُقدمہ

از قلم جناب شیخ ابراھیم العنقری، وزیر اطلاعات مملکت سعودی عرب

یہ کتاب (اسلام کے فیصلہ کُن معرکوں) کے سلسلہ کی نویں کتاب ہے، جسے اُستاد محمد احمد باشمیل کئی سالوں سے پیہم جاری رکھے ہوئے ہیں، اور یہ کتاب (مؤلف کے معروف اسلوب کے مطابق) شاندار تعلیمات اور دقیق قیمتی تحلیلات پر مشتمل ہے اور ہر وہ شخص جو اپنی تاریخِ اسلامی کے خزائن کے انکشاف کا خواہاں ہے اُسے اُن کا مطالعہ کرنا چاہیئے اور مؤلف کے اس قیمتی تاریخی سلسلہ کی بقیہ کتابوں کی تعلیمات و تحلیلات کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے . . . . . اور غزوۂ حُنین میں جو دروس و عبر اور نصائح پائی جاتی ہیں اُنھیں مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اپنے تحلیل و تجزیہ کے دَوران نہایت شاندار طریق سے پیش کیا ہے۔

معرکہ حنین ــــ عسکری نقطۂ نگاہ سے ــــ سب سے بڑا اور اہم معرکہ ہے جس میں مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیرِ قیادت شمولیت اختیار کی، اس میں بُت پرست دشمن کی جانب سے بیس[۲۰] ہزار اور مسلمانوں کی جانب سے بارہ[۱۲] ہزار جانبازوں نے شرکت کی، اگرچہ فریقین تمام عہدِ نبوی میں خونریز معرکہ آرائی کرتے رہے مگر اتنی تعداد میں جانباز جنگ میں شامل نہیں ہوئے، اسی طرح معرکہ حنین آخری معرکہ ہے جس میں مسلمانوں نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیرِ قیادت شمولیت اختیار کی، نیز اس معرکہ میں مسلمانوں کی فیصلہ کُن فتح، جزیرۂ عرب میں بُت پرستی

کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی، کیونکہ (ہوازن کی زبردست قوت کے خاتمہ کے بعد) کوئی طاقت مسلمانوں کے مقابلے کی قدرت نہ رکھتی تھی، یہی وجہ ہے کہ معرکہ حنین کے بعد مسلمانوں کو جزیرہ میں اسلام کے ستونوں کو مضبوط کرنے کے لئے زیادہ افواج بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑی اور حنین کے بعد بت پرستوں کے لئے صرف چھوٹی چھوٹی پاکٹیں باقی رہ گئی تھیں جن میں سے ہر ایک پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کا ایک چھوٹا سا دستہ بھیجا جس نے ان کی مقاومت کا خاتمہ کر دیا اور تبوک کے مشہور معرکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس ۳۰ ہزار جانبازوں کی بنفس نفیس قیادت کی اس کا مقصد صرف ان رومیوں کو خوفزدہ کرنا تھا جن کے متعلق آپ کو اطلاع ملی تھی کہ وہ جزیرہ عرب پر حملہ کرنے کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں

برادرم اُستاد محمد احمد باشمیل اس قیمتی تاریخی سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کے جاری رکھنے کے لئے جو کوشش بروئے کار لا رہے ہیں وہ ایک قابل قدر کوشش ہے جس کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کا حق اسے ملنا چاہیئے۔ بلاشبہ جو شخص اس کتاب اور اس سلسلہ کی بقیہ کتب کی ورق گردانی کرے گا وہ مؤلف کی کوشش کی انتہا کو پائے گا جو وہ تاریخ کے خزانوں سے مٹی ہٹا کر ادا کر رہا ہے جسے ہمارے نوجوانوں کو تدبر اور ژرف نگاہی سے پڑھنا چاہیئے تاکہ وہ عزت و مجد اور شرف و استقامت کے راستوں میں ان کی راہنما ہو۔

پس تاریخ اسلام (اور خصوصاً عہدِ نبوی کی تاریخ) حیرت زا بہادریوں اور فداکاری، شرافت اور دلیری کی مثالوں سے بھری پڑی ہے، یہ وہ مثالیں ہیں جن کے راستوں سے مسلمان تاریخ کے وسیع ترین دروازے میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ہم مسلمان اور خصوصاً عرب (بالخصوص ہماری تاریخ کے اس نازک وقت میں) ان مثالوں اور اپنے بزرگ اسلاف کے حیرت زا کارناموں کو اپنانے کے کس قدر

محتاج ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے اچھے اور سودمند نمونہ ہوں اور ہمیں ان تباہ کن درآمدی اُصولوں کی علامات کی پھسلنوں سے دُور لیجائیں جنہوں نے ہمیں دشمن کے فوجی اسلحہ سے بھی زیادہ نقصان دیا ہے.

برادرم اُستاد محمد احمد باشمیل نے اس کتاب اور اس سلسلہ کی اپنی بقیہ کتب میں اپنے تاریخی تحلیل و تجزیہ میں جو طریق اختیار کیا ہے آج اُسے کم لوگ ہی اختیار کرتے ہیں۔

پس قابلِ رشک بات یہ ہے کہ اس نے اس سلسلہ میں بڑی باریک بینی سے تحلیل و تجزیہ کیا ہے اور قاری کو بڑی فکرمندی کے ساتھ ان عظیم تاریخی مصادر کی طرف لے گیا ہے جن کا مؤلف ہمیشہ ذکر کرتا رہتا ہے اور ہر مناسب موقع پر قاری کی ان کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور قاری کے دل میں یہ اعتماد پیدا کر دیتا ہے کہ جب وہ اُستاد باشمیل کی ان نو کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو پڑھتا ہے تو وہ عظیم اسلامی تاریخ کے ماخذوں کا مطالعہ کرتا ہے، نہ کہ ان سطحی قصّوں کا جن کا اثر مطالعہ کے ختم ہونے پر ہی ختم ہو جاتا ہے۔

پس (اور یہ ایک سچّی بات ہے) اسلام کے فیصلہ کُن تاریخی معرکوں کا سلسلہ جیسے جاری رکھنے میں مؤلف نے بڑی کوشش کی ہے، عہدِ نبوی کے بارے میں ایک اہم قیمتی تاریخی مأخذ ہے اور خصوصاً جب ہم اس کوشش کو نگاہِ غائر سے دیکھتے ہیں جو مؤلف تاریخی واقعات کے ترتیب دینے میں صرف کر رہا ہے اور سہل ممتنع کے انداز میں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ محکم اور دقیق تعلق بیان کر رہا ہے جس سے دلچسپی رکھنے والے آدمی کے لئے کسی سریہ، کسی فوجی دستہ یا عہدِ نبوی کے کسی سیاسی واقع یا اہم قانونی واقعے کی معرفت آسان ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ اسے اس سلسلہ میں موجود پاتا ہے اور یہ وہ امر ہے جس میں یونیورسٹیوں اور مدارس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کی بڑی خدمت پائی جاتی ہے۔

پھر یہ کتاب اور اس سلسلہ کی مؤلف کی تمام کتب یہ امتیاز بھی رکھتی ہیں کہ مؤلف اپنے تحلیل و تجزیہ میں معرکہ یا غزوہ کے مقام پر ہی اکتفا نہیں کرتا جسے اُس نے

کتاب کا بڑا عنوان بنایا ہوا ہے (جیسے کہ یہ غزوۂ حنین ہے) بلکہ وہ اس دوران میں بڑے استقلال اور باریک بینی کے ساتھ قاری کیلئے فوجی، سیاسی اور اہم قانونی واقعات کا دلچسپ جائزہ پیش کرتا ہے جو بڑے معرکہ سے قبل رونما ہوئے ہیں۔

پس اس سلسلہ کی نو کتابوں میں، تمام سرایا اور دوسرے جنگی دستوں اور سیاسی واقعات اور دیگر اہم واقعات کا جو بڑے معرکہ کے درمیان اور اس معرکہ کے درمیان جو اگلی کتاب کا عنوان ہوتا ہے رونما ہوتے رہتے ہیں تفصیلی ذکر پایا جاتا ہے، جیسے غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے درمیانی ہونے والے واقعات اور سرایا اور دستوں کا تذکرہ اور مؤلف نے اس سلسلہ کی نو کتابوں میں یہی طریق اختیار کیا ہے۔

اس صورت میں یہ قیمتی سلسلہ اس لائق ہے کہ اسے عہد نبوی کی تاریخ کی عظیم کتاب قرار دیا جائے، خصوصاً جب دسویں کتاب غزوۂ تبوک مکمل ہو جائے جس کی تالیف میں مؤلف مشغول ہے۔ اس کے بعد میں استاد محمد احمد باشمیل کی اس عظیم کوشش کا تہ دل سے شکرگزار ہوں جو وہ اس سلسلہ کے شائع کرنے اور تاریخ اسلام کی خدمت کیخاطر بڑے استقلال اور صبر کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں، میں اپنے مسلم نوجوان ——— اور خاص طور پر ان میں سے طالب علموں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنی درخشندہ اسلامی تاریخ کے خزانوں کا اہتمام کریں جن میں وہ اپنی پیاس کی سیرابی کا سامان پائیں گے اور وہ اس سلسلہ میں یا اس عظیم آسان اور مفصل کتاب میں ان کے لئے راستہ کو روشن کر دے گا جس کی تکمیل میں مؤلف نے بڑا سفر کیا ہے اور میں صمیم قلب سے برادرم مؤلف کے لئے حتی المقدور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم محنت پر اُسے بڑا ثواب عطا فرمائے۔

وزیر اطلاعات

ابراھیم العنقری

۲۰-۴-۱۳۹۴ھ ——— ریاض ، مملکت سعودی عرب

کلمۃ المؤلف

(۱)

نحمدہ اللّٰھم ونستعینک ونستھدیک ونعوذبک من شرور انفسنا
وسیئات اعمالنا، وصلّی اللّٰھم علیٰ نبیک ورسولک محمد وآلہٖ وصحبہٖ وسلّم

قارئین کرام! غزوۂ حنین، اسلام کے فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ کی نویں کتاب ہے جن کی اشاعت کے لئے اللہ تعالیٰ ہم سے کام لے رہا ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنی مدد اور توفیق سے ہمیں سرفراز فرمائے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو قول وفعل میں اس سے مخلص ہوئے ہیں اور دنیا اور آخرت میں ہمیں قول ثابت سے ثابت قدم رکھے اور ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور اپنی ملاقات کے روز کو ہمارا بہتر دن بنائے، بلاشبہ وہ سمیع ومجیب ہے۔

ہم اس کتاب اور اس سلسلہ کی دیگر کتب کے قارئین سے اُمید رکھتے ہیں کہ وہ اس سلسلہ کی کتب کی کسی فروگذاشت سے ہمیں مطلع کریں تاکہ ہم جلد اس کی اصلاح کرلیں کیونکہ تمام آدم زاد خطاکار ہیں اور ہمارا مقصد صرف تاریخ اسلام کی خدمت کرنا ہے۔

(۲)

بلاشبہ معرکۂ حنین میں دروس وعبر اور مواعظ پائے جاتے ہیں جن میں اہم سبق یہ ہے کہ فتح حاصل کرنے کے لئے صرف عسکری قوت کافی نہیں ہوتی اور عسکری مادی قوت پر غرور کی حد تک اعتماد کرنا ہی ہمیشہ مصائب کا منبع رہا ہے عسکری قوت پر غرور کرنا، دشمن کو حقیر سمجھنے تک پہنچا دیتا ہے اور دشمن کو حقیر سمجھنے سے فریب خوردہ فوج کے عناصر کے

درمیان لاپرواہی پھیل جاتی ہے، یہ بات اسکے دشمن کے لئے، اسکی کثرت اوراچھے اسلحہ کے برعکس، اس کی تباہی کا زیادہ موقع فراہم کرتی ہے۔

(۳)

اورمعرکہ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی قوت پر ناز کرنے کے باعث ادب سکھایا اور معرکہ کے پہلے مرحلہ میں ان پر خوفناک شکست وارد ہوئی اس لئے کہ انھیں معلوم ہو کہ اوّل درجہ میں انکی فتح کا کفیل ہتھیار، اللہ پر ایمان لانیکی قوت ہے، نہ کہ محض عسکری قوت اور اس کی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا اور وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ[۱]

اور حنین کے روز جب تمہاری کثرت نے تمہیں مبتلائے غرور کردیا مگر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پشت کے بل پھر گئے،

اور مسلمانوں کی تاریخ ـــــ اپنے درخشندہ ادوار میں ـــــ ان شواہد ودلائل سے بھرپور ہے کہ مسلمانوں نے اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کے باوجود جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے اس کا پہلا سبب انکا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اعتقاداً، قولاً اور سلوکاً اسلام کی اتباع کرنا تھا۔

پس ہماری وہ اقوام، جو عزّت وسیادت کی خواہاں ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ قولی اور فعلی تمسک میں ہمارے اسلاف کے ابرار کے نقشِ قدم پر چلیں وگرنہ جو شخص مسلمانوں میں سے اسلام کے بغیر عزت کا خواہاں ہوگا اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل ورسوا کریگا۔ ہم اللہ سے دعاگو ہیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو دوبارہ صحیح راستہ پر لے آئے تاکہ وہ اپنی ضائع شدہ عزّت ومجد کو دوبارہ حاصل کرسکیں۔

مؤلف

جدّہ ـــ مملکت سعودی عرب ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء

[۱] [illegible] ۲۵-۲۶

فصلِ اوّل

فتح مکّہ اور غزوۂ حنین کے درمیان ہونے والے مختصر واقعات

مکہ پر مسلمانوں کے مکمّل تسلّط کے بعد (جو بُت پرستی کا سب سے اہم ور بڑا گڑھ تھا) یہ بات نمایاں ہوگئی کہ بُت پرستی کا ستارہ (نہ صرف حجاز بلکہ تام جزیرۂ عرب میں) جلدی سے ڈوب رہا ہے اور تمام جزیرہ میں بُت پرستی کے خاتمہ کا معاملہ ہی فقط وقت کا مسئلہ ہے۔

کیونکہ مکہ (عسکری، سیاسی، معنوی اور رُوحی لحاظ سے) خیالات و واہشات کے اختلاف کے باوجود بُت پرستوں کی نگاہوں کی آماجگاہ تھا اور دینہ کے مشرق میں بُت پرستی کے خاتمہ کے بعد، اور خیبر میں یہودی وجود کے عاتمہ کے بعد جو (بشری، سیاسی اور مالی نقطۂ نگاہ سے) وجودِ اسلامی کو خوفزدہ رنے والا سب سے بڑا خطرہ تھا. . . . اس واقعہ کے اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں ہونے کے بعد کوئی ایسی قوت باقی نہ رہی جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں اور اس کا دقیق جائزہ لیں اور دو عظیم قوتوں (قریشِ مکہ اور ہوازن جو حجاز میں حدودِ حرم سے لیکر، مشرق اور شمال میں نجد کی اطراف تک کے دُور دراز علاقے تک پھیلے ہوئے تھے) کے سوا، ان کی نظر میں اسلام کا بڑا وزن تھا۔

قریش بڑے دشمن تھے جو بڑے منظم اور اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خطرناک عداوت رکھتے تھے، ہجرت کے آٹھویں سال ماہِ رمضان میں

توحیدی فوجوں کے قبضہ میں ان کے دارالخلافہ مکہ کے آجانے کے باعث ان کی قوّت ٹوٹ گئی تھی اور ان کا خطرہ دُور ہو چکا تھا اور قبائل ہوازن کے سوا، جو زبردست جنگی قوت اور خوفناک تعداد کے حامل تھے، مسلمانوں کے لئے اور کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا اور ان قبائل کو بیس ہزار جانبازوں سے زیادہ جانباز اکٹھے کر لینے کی استطاعت حاصل تھی اور مکہ کی طرف روانگی کے وقت عملاً انھوں نے یہی کچھ کیا، پس مسلمانوں نے اوطاس (وادی حنین) میں ان سے مڈبھیڑ کی اور فریقین کے درمیان یہ فیصلہ کُن تاریخی معرکہ ہوا جو اس کتاب میں ہماری عظیم تحقیق کا موضوع ہے۔

ہوازن سے قبل مکہ کے اردگرد مقادمت کی پاکٹیں

قریش کے اقتدار کے زوال کے باوجود (جو بُت پرستی کی بڑی جڑ تھی) مکہ کے اردگرد (ہوازن کے سوا) عرب بُت پرستوں کی مقادمت کی کچھ پاکٹیں باقی رہ گئی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل ہوازن کے ساتھ فیصلہ کُن معرکہ کرنے سے قبل انکی مقادمت کو ختم کرنے اور انھیں توحید کے اقتدار کے آگے سرنگوں کرنے کے لئے غور و فکر کیا پس مسلمانوں کے لئے معاملہ کے رو براہ ہو جانے اور مکہ مکرمہ پر کامل تسلّط ہو جانے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے اپنی فوج کی کئی یونٹوں کو علاقہ میں بُت پرستی کے ہر قسم کے آثار کو مٹانے کے لئے روانہ فرمایا، پس ان یونٹوں نے مکہ مکرمہ کے جنوب اور جنوب مشرق میں واقع علاقوں میں باقی ماندہ اصنام کو تباہ کرنے کی ذمہ داری لے لی۔

اور اسلامی فوج کی یونٹوں نے مناۃ اور عزٰی بُت کو تباہ کر دیا اور یہ دونوں تاریخی بتوں میں سب سے بڑے بُت تھے جن کی عربوں کے ہاں بڑی

عظمت تھی اور ان دونوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے، نیز ان یونٹوں نے ان دونوں کے علاوہ دیگر بتوں کو بھی تباہ کر دیا جو بُت پرستی کے عظیم مظہر تھے۔

معرکہ حنین سے قبل، اسلامی فوج نے مکہ سے جو جنگی کارروائیاں کیں وہ پانچ عسکری کارروائیاں ہیں جو یہ ہیں۔

(۱)

سریۃ المشلل[1] ۸ھ یہ ایک گشتی جنگی پارٹی تھی، جسے مکہ سے سعد بن زید اشہلی، المشلل میں مناۃ بُت کے تباہ کرنے کے لئے لے گیا، پس اس نے بُت کو تباہ کرنے کی ذمہ داری لی، واقدی نے اپنے مغازی میں اس کا ذکر کیا ہے مگر بُت کے تباہ کرنے کی تفاصیل کی کیفیت کو بیان نہیں کیا اور نہ اس کے پرستاروں کے موقف کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے کوئی مقاومت کی بات نہ کی، واقدی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے :

"اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زید اشہلی کو المشلل میں مناۃ کی طرف بھیجا تو اس نے اسے تباہ کر دیا اور مناۃ ان قدیم ترین بتوں میں سے تھا جن کی عرب پرستش کرتے تھے اور یہ عزّٰی اور دیگر تمام اصنام سے قدیم ترین تھا"۔

اور کلبی اپنی کتاب الاصنام میں بیان کرتا ہے کہ

"مناۃ، عربوں کا قدیم ترین بُت ہے اور عرب عبد مناۃ اور

---

[1] المشلل (پہلے حرف کے ضمہ اور دوسرے کی فتح مع الکسر کے ساتھ) کلبی اپنی کتاب الاصنام میں بیان کرتا ہے کہ المشلل مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید میں ساحل سمندر پر ایک جگہ ہے

زید مناۃ نام رکھتے تھے اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید مقام پر المشلل کی جانب ساحل سمندر پر نصب تھا اور تمام عرب اس کی تعظیم کرتے اور اس کے ارد گرد قربانیاں کرتے تھے اور اوس اور خزرج اور مدینہ اور مکہ میں آنے والے اور قرب و جوار کے لوگ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے لئے قربانیاں دیتے تھے اور اسے تعظیم کی خاطر تحفے بھیجتے تھے۔"

اور معد کی اولاد، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے باقیماندہ دین پر قائم تھی اور ربیعہ اور مُضر بھی آپ کے بقیہ دین پر قائم تھے اور اوس اور خزرج سے بڑھ کر مناۃ کی تعظیم کرنے والا کوئی نہ تھا۔

کلبی بیان کرتا ہے کہ:

"اوس اور خزرج اور اہلِ یثرب اور دیگر عربوں میں سے جو اُنکے طریق کے پیرو کار تھے وہ حج کرتے اور لوگوں کے ساتھ تمام مواقف میں ٹھہرتے اور اپنے سروں کو نہ منڈاتے، پس جب وہ چلتے تو مناۃ کے پاس آتے اور اُس کے پاس اپنا سر منڈاتے اور قیام کرتے اور وہ اس کے بغیر اپنے حج کو مکمل نہ سمجھتے۔"

پس اوس اور خزرج کے مناۃ کو عظمت دینے کی وجہ سے عبد العزیٰ بن ودیعہ مزنی یا اس کے سوا کوئی اور عرب کہتا ہے میں نے آلِ خزرج کے اُترنے کی جگہ کے نزدیک مناۃ کی سچی قسم کھائی ہے۔

اور جاہلیت میں عرب، اوس اور خزرج سب کو خزرج ہی کہتے تھے، اسی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ (آلِ خزرج کے اُترنے کی جگہ کے نزدیک)

اور اس مناۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:

ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ اور یہ ہذیل اور خزاعہ کا بھی بت تھا[1]

اور کلبی امام واقدی کی مخالفت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ مناۃ بت کے توڑنے کی ذمہ داری لینے والے حضرت علی بن ابی طالب تھے وہ کہتا ہے کہ

"تمام عرب اور قریش مناۃ کی تعظیم کرتے تھے اور ابھی وہ اسی ڈگر پر قائم تھے کہ ہجرت کے آٹھویں سال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے اور یہ وہ سال ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی تھی پس جب آپ مدینہ سے چار یا پانچ راتیں چلے تو آپ نے حضرت علی کو اس کی طرف روانہ کیا اور آپ نے اسے تباہ کر دیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لے لیا اور اُسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ نے جو چیزیں لیں ان میں دو تلواریں بھی تھیں جنھیں شاہ غسان حارث بن ابی شمر نے اسے تحفہ دیا تھا ان میں سے ایک کا نام مخذم اور دوسری کا رسوب تھا اور یہ حارث کی وہ تلواریں تھیں جن کا ذکر علقمہ نے اپنے شعر میں کیا ہے ؎

مظاہر سربالی حدید علیہما عقیلا سیوف مخذم ورسوب

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں حضرت علی کو عنایت فرما دیں کہتے ہیں کہ حضرت علی کی ذوالفقار ان میں سے ایک تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت علی نے ان دونوں تلواروں کو فلس میں پایا تھا جو طئی کا بت تھا، حضرت نبی کریم نے آپ کو بھیجا تو آپ نے اُسے تباہ کر دیا[2]

---

[1] کتاب الاصنام ص ۱۳ - ۱۴ [2] کتاب الاصنام ص ۱۵

عزیٰ کو تباہ کرنیوالا دستہ ۲۵ رمضان ۸ھ

یہ گشتی جنگی پارٹی تیس ۳۰ سواروں پر مشتمل تھی

جن کی قیادت حضرت خالد بن ولید نے کی جنھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیٰ کے تباہ کرنے پر مامور کیا تھا (اور یہ قریش کے نزدیک سب سے بڑا بت تھا)

اور اصحابِ مغازی وسیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید اپنے سواروں کے ساتھ عزیٰ کی طرف گئے (جو وادی نخلہ کے پل کی چھت کی ایک لکڑی میں نصب تھا جسے آجکل وادی یمانیہ کہتے ہیں) اور اُسے تباہ کر دیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز، جبکہ رمضان کی دس راتیں باقی تھیں مکہ تشریف لائے اور آپ نے ہر جانب سرایا بھیجے اور انھیں حکم دیا کہ جو شخص اسلام پر قائم نہیں اس پر حملہ کریں۔ پس ہشام بن العاص یلملم کی طرف چلا گیا اور آپ نے خالد بن سعید بن العاص کو عرنہ[1] سے قبل تین سو آدمیوں کے ساتھ بھیجا۔" ——————

اور آپ نے خالد بن ولید کو عزیٰ کے تباہ کرنے کے لئے بھیجا، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عزیٰ، نخلہ میں تھا اور یہ ایک گھر تھا، اور قریش میں سے یہ قبیلہ، اور کنانہ اور مضر سب اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے دربان اور حاجب بنی شیبان[2] سے ہوئے تھے جو بنی سلیم[3] میں سے تھے۔

---

[1] "عین" کی پیش اور "ر" کی زبر کے ساتھ، عرفات کے سامنے ایک وادی ہے جو عرفات اور مزدلفہ کے درمیان ہے [2] شیبان (ش کی زبر کے ساتھ) کا نام متعدد عرب قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہاں پر جن شیبان کا ذکر ہے وہ سلیم کا ایک بطن ہیں اور وہ بنی ہاشم کے حلیف ہیں [3] سلیم کے حالات ہماری کتاب "فتح مکہ" میں دیکھئے۔

پس جب اس کے سلمی دربان نے سُنا کہ خالد ؓ کی طرف آرہا ہے تو وہ اس پہاڑ پر چڑھ گیا جس کے بارے میں وہ کہتا ہے :

"اے عزیٰ! خالد پر ایسا زبردست حملہ کر جس سے اُس کے ایسا زخم لگے جس سے موت واقع نہ ہو اور اوڑھنی کو پھینک کر آستین چڑھا لے اے عزیٰ اگر تو نے خالد کو قتل نہ کیا تو تُو عاجل گناہ کے ساتھ واپس آئے گا یا تیری مدد کی جائے گی۔"

پس جب خالد اس کے پاس پہنچے تو آپ نے اسے توڑ پھوڑ دیا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آگئے۔

اور ایک مؤرّخ کا بیان ہے کہ

حضرت خالد نے جب عزیٰ کو توڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آپ نے اُن سے دریافت کیا، آپ نے اُسے توڑا ہے ؟ آپ نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تو نے کوئی چیز دیکھی ہے ؟ اُنہوں نے جواب دیا، نہیں، آپ نے فرمایا، واپس جاؤ تم نے اُسے نہیں توڑا، اس کی طرف جا کر اُسے توڑ دو۔ حضرت خالد غصّہ کی حالت میں واپس گئے اور جب اس کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی تلوار سونت لی اور ایک برہنہ سیاہ فام عورت کھلے سر آپ کے پاس آئی اور دربان اُسے آوازیں دینے لگا، حضرت خالد کا بیان ہے کہ میری کمر میں لرزہ پیدا ہو گیا اور وہ چلّانے لگا،

اے عزیٰ! شدّت سے حملہ کر اور خالد کے متعلق جھوٹ نہ بول، اور

لہ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صلا۹

اوڑھنی پھینک دے اور آستین چڑھا لے اور اے عزیٰ اگر تو نے خالد کو
قتل نہ کیا تو تو عاجل گناہ کے ساتھ واپس لوٹے گا یا مدد دیا جائے گا۔

پس حضرت خالد تلوار لے کر اس کے پاس گئے اور آپ کہہ رہے تھے
اے عزیٰ! میں تیرا انکار کرتا ہوں اور تیری پاکیزگی بیان نہیں کرتا،
میں نے اللہ کو تیری اہانت کرتے پایا ہے۔

پس آپ نے تلوار مار کر اُسے دو ٹکڑے کر دیا۔ پھر آپ نے واپس آکر
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا، ہاں! یہ عزیٰ تھا اور وہ
تیرے علاقے میں ہمیشہ کے لئے عبادت سے مایوس ہو چکا ہے۔ پھر خالد نے
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اس اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں
عزت دی اور ہمیں ہلاکت سے بچایا، میں اپنے باپ کو دیکھا کرتا تھا کہ وہ
عزیٰ کے پاس معمولی عطیہ لایا کرتا تھا یعنی سو اونٹ اور بکریاں اور وہ انھیں
عزیٰ کی خاطر ذبح کیا کرتا تھا اور تین دن اُس کے پاس ٹھہرا کرتا تھا، پھر
شاداں و فرحاں ہمارے پاس آجاتا تھا، پس میں نے اپنے باپ کی موت کی
کیفیت کو دیکھا اور یہ وہ رائے ہے جس کے کنارے پر وہ زندگی بسر کرتا تھا
اس نے کیسے فریب کھایا حتّٰی کہ وہ ایک پتھر کے لئے قربانی کرنے لگا جو سُننے
دیکھنے اور نفع و ضرر پہنچانے سے عاری تھا، تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے وہ جس کے لئے ہدایت کو
آسان کر دیتا ہے وہ اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے اور جس کے لئے وہ ضلالت
کو آسان کر دیتا ہے وہ اس میں زندگی بسر کرتا ہے اور عزیٰ کی تباہی
۲۵ رمضان ۸ھ ہجری کو ہوئی۔

اور اس کا دربان بنی سلیم کا افلح بن نصر شیبانی تھا، پس جب اس کی

وفات کا وقت قریب آیا تو وہ غمگین ہو کر اس کے پاس گیا تو ابولہب نے اُسے کہا کیا وجہ ہے کہ میں تجھے غمگین دیکھ رہا ہوں۔ اُس نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد عزیٰ ضائع ہو جائے گا۔ ابولہب نے کہا، غم نہ کر، میں تیرے بعد اس کی نگرانی کروں گا اور وہ ہر ملنے والے سے کہنے لگا کہ اگر عزیٰ غالب آگیا تو میں نے اس کی نگرانی کر کے اس پر احسان کیا ہے اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم عزیٰ پر غالب آگئے ـــــ اور مجھے وہ غالب ہوتا نظر نہیں آتا ـــــ تو وہ میرے بھتیجے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، تبّت یدا ابی لھب، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے یہ بات لات کے بارے میں کہی تھی[1]

عزیٰ کی تاریخ

جزیرہ عرب میں بُت پرستی کی ابتدا اور اصنام کی تاریخ کے ماہرین کا اسلوبِ کلام اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ مناۃ بُت، عزیٰ سے بھی قدیم ترین ہے اور عزیٰ کو قریش اور دیگر عربوں نے لات اور مناۃ کے بعد، اللہ کے سوا معبود بنایا تھا اور کلبی نے اپنی کتاب الاصنام میں بیان کیا ہے کہ عزیٰ، لات اور مناۃ سے جدید تر ہے اور اس نے اپنے اس قول سے تعلیل کی ہے کہ میں نے عربوں کو سُنا ہے کہ وہ عزیٰ سے قبل ان دونوں کا نام لیتے تھے اور میں نے تمیم بن مر کو دیکھا کہ اس نے اپنے بیٹے کا نام (زید مناۃ) بن تمیم بن مر بن اُد بن طابخہ اور عبد مناۃ بن اُد رکھا اور لات کے نام پر، ثعلبہ بن عکابہ نے اپنے بیٹے کا نام تیم اللات رکھا . . اور تیم اللات بن رفیدہ بن ثور . . . . . اور زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن دبرہ بن مر بن اُد ابن طابخہ . . . اور تیم اللات بن النمر بن قاسط اور عبد العزیٰ بن

---

[1] واقدی جلد ۲ صـ۸۷۳

کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم رکھا۔ پس عزیٰ پہلے دونوں بتوں سے جدید تر ہے۔

عربوں میں عزیٰ نام اختیار کرنیوالا پہلا شخص

اور عبدالعزیٰ بن کعب، عربوں میں قدیم ترین نام رکھنے والا آدمی تھا اور عزیٰ بنانے والے کا نام ظالم بن سعد تھا، جو نخلہ شامیہ کی وادی حراض میں غمیر کے بالمقابل، مکہ سے عراق کی جانب مصعد کی دائیں طرف واقع ہے اور یہ ذاتِ عرق سے اوپر بستان کی جانب نو میل پر ہے۔ پس اس نے اس پر ایک مکان بنا دیا اور وہ اس میں آواز سنا کرتے تھے اور عرب اور قریش، عبدالعزیٰ کی طرف منسوب ہوتے تھے اور یہ قریش کے نزدیک سب سے بڑا بت تھا اور وہ اس کی زیارت کرتے، ہدیے دیتے، اور اس کے پاس قربانیاں کرتے تھے[1] اور قریش کعبہ کا طواف کرتے اور کہتے تھے

وَاللاتِ وَالعزّیٰ — وَمَناۃَ الثالثۃِ الاخریٰ

فانّھنّ الغرانیق العُلیٰ — وانّ شفاعتھنّ لترتجیٰ

اور وہ کہا کرتے تھے .... یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں (اللہ ان باتوں سے پاک ہے) اور یہ اس کے پاس سفارش کرتی ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا تو اس پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

افرأیتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ الکم الذکر ولہ الانثیٰ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ ان ھی الا اسماءٌ سمیتموھا

---

[1] کتاب الاصنام ص۱۹ الدار قومیۃ القاہرہ

انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان[1]

اور قریش نے وادی حراض میں عزیٰ کے لئے ایک گھاٹی مخصوص کی تھی جسے سقام کہتے تھے اور وہ اسے حرم کعبہ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔ اور یہ ابو جندب ہذلی ثم القردی کا ایک محبوبہ عورت کے بارے میں قول ہے اس نے بیان کیا ہے کہ اس عورت نے اس کے لئے عزیٰ کی قسم کھائی تھی۔

اور اس نے اس شاخ کی مغلظ قسم کھائی جس نے سقام کی شاخوں کو گرم کر دیا اور اگر تو نے میرے کپڑے نہ بھیجے تو اپنے دوسرے احسانات کو روک کر، ہماری زندگی کلام کے ساتھ ہے۔ اس پر اُمِ حویرث کی جدائی شاق گزرتی ہے پس وہ بات کا مکمل ارادہ کرتا ہے۔

اور درہم بن زید اوسی اس کے بارے میں کہتا ہے:

مجھے مبارک عزیٰ کے گھر کی قسم جو سرف سے ورے رہتا ہے۔

اور اس کے لئے ایک قربان گاہ تھی جس میں وہ اُس کی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے تھے، اُسے غبغب کہا جاتا تھا۔ اور ہذلی ایک آدمی کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے جس نے اسمار نامی ایک خوبصورت عورت سے شادی کر لی تھی کہ اسمار کا چمڑے کے رنگیہ کے قبیلے سے نکاح ہوا ہے جسے بنی غنم کے ایک آدمی نے اسے تحفہ دیا تھا اور جب وہ اسے العزیٰ کے غبغب کی طرف لئے جاتا تھا تو اُس نے اس کی آنکھ میں میل دیکھی تو تقسیم میں نقصان اُٹھایا۔

اور وہ اپنی قربانیوں کا گوشت ان لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے جو اس کے پاس حاضر ہوتے تھے اور اس کے پاس رہتے تھے۔ نہیکہ فزاری، عامر

---

[1] النجم ۱۹-۲۰-۲۱-۲۲

بن طفیل سے کہتا ہے،

اے سال اگر ہمارے نیزے اور متیٰ سے غبغب تک رقص کرنے
والی عورتیں تجھ پر قدرت پاتیں تو تجھے جبار مقام پر ٹھوس
لچکدار نیزے کی چوٹ لگتی یا تو بغیر جاپنچ کے ٹھہرا رہتا۔

اور قیس بن منقذ بن عبید بن خاطر بن حبشیہ بن سلول خزاعی (جسے کنانہ میں سے بنی حداد کی ایک عورت نے جنم دیا تھا) جسے قیس بن حدایہ خزاعی کہتے ہیں، اس کے متعلق کہتا ہے۔

"ہم نے بیت اللہ میں پہلی قسم کھائی وگرنہ غبغب میں پتھر چل پڑتے۔"

اور قریش اسے خاص عظمت دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل کہتا ہے، اور وہ جاہلیت میں خدا پرست ہوگیا تھا اور اس نے عزیٰ اور دیگر اصنام کی پرستش کو چھوڑ دیا تھا۔

میں نے لات اور عزیٰ سب کو چھوڑ دیا ہے اور بہادر اور صابر آدمی
ایسے ہی کیا کرتا ہے پس میں عزیٰ اور اس کی دونوں بیٹیوں کی تابعداری نہیں کرتا
اور نہ ہی بنی غنم کے بتوں کی زیارت کرتا ہوں اور نہ ہبل کی زیارت کرتا ہوں،
اور جب میری عقل چھوٹی تھی تو وہ زمانے میں ہمارا رب تھا۔

اور بنو شیبان بن جابر بن مرّہ بن عبس ابن رفاعہ بن الحارث بن عتبہ بن سلیم بن منصور جو بنی سلیم میں سے تھے عزیٰ کے دربان تھے اور ان میں سے اس کا آخری دربان دبیّہ بن حرمی السلمی تھا اور ابو خراش ہذلی اسکے متعلق کہتا ہے

"اور وہ اسکے پاس آیا تھا اور اس نے اُسے دو شاندار جوتے پہنائے تھے۔"

دبیہ نے میرے جوتوں کے پھٹ جانے کے بعد مجھے جوتے پہنائے اور وہ
بہت اچھا دوست ہے۔ وہ دونوں بوڑھے بیلوں کی پیٹھ کے مقابل کی جگہ سے

بنائے گئے ہیں اور ان دونوں کا ملاپ بہت خوبصورت ہے۔ پس وہ مہمانوں کا کیا ہی اچھا شبستان ہے جن کے کجاووں کو نمدار ٹھنڈی ہوا لگتی ہے اور وہ ان کی بھوک کے ساتھ موٹی روٹیوں کے تاج سے جنگ کرتا ہے جنھیں یہی خوفزدہ کرتی ہے۔

پس عزیٰ کی مسلسل یہی حالت رہی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ نے اسکے اور دیگر اقسام کے نقائص بیان کئے اور لوگوں کو ان کی عبادت سے منع کیا اور اس بارے میں قرآن بھی نازل ہوا، پس قریش کو یہ بات گراں گزری اور ابو احیحہ بیمار ہو گیا (یعنی سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف) اور اسی بیماری سے مر گیا اور ابولہب اس کی عیادت کے لئے اس کے پاس آیا تو اس نے اسے روتے پایا تو کہنے لگا اے ابو احیحہ تجھے کونسی بات رُلاتی ہے کیا تو موت کے خوف سے روتا ہے اس سے تو کوئی چارہ نہیں، اس نے جواب دیا، نہیں، بلکہ میں اس بات سے خائف ہوں کہ میرے بعد عزیٰ کی پرستش نہیں ہوگی، ابو لہب نے کہا، خدا کی قسم تیری زندگی میں اسکی پرستش تیری وجہ سے نہیں ہوئی اور نہ تیری موت کے بعد اس کی پرستش متروک ہوگی تو ابو احیحہ کہنے لگا اب مجھے معلوم ہوا کہ میرا بھی کوئی جانشین ہے اور میں اس کی عبادت میں اس کے مضبوطی سے کھڑا رہنے کو تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب فتح کا سال آیا تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور فرمایا کہ نخلہ کے نشیب میں ایک درخت کے پاس جا کر اُسے کاٹ دیجئے، آپ گئے تو آپ نے دبیہ کو پکڑ کر قتل کر دیا اور یہ اس کا دربان تھا۔ اور ابو خراش ہذلی دبیہ کا مرثیہ کہتے ہوئے بیان کرتا ہے،

”آج دبیہ کو کیا ہوا ہے کہ میں اُسے شرابیوں کے درمیان نہیں دیکھ رہا

وہ نہ آیا ہے اور نہ اس نے چکر لگایا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو
صبح صبح انھیں تیزی بنی الحطف میں لبالب پیالے پلاتا،
وہ بہت مہمان نواز ہے جس کا پیالہ عظیم القدر ہے اور سردی
کے وقت وہ ٹوٹتے ہوئے گھاٹ کے حوض کی طرح ہوتا ہے،
استام خالی ہوگیا ہے اور درندوں اور کمروں میں ہوا کے
گزرنے کے سوا اس کا کوئی انیس نہیں رہا۔"

مورخین کا بیان ہے کہ سعید بن العاص ابواحیحہ مکہ میں عمامہ باندھا کرتا تھا اور جب وہ عمامہ باندھتا تو کوئی شخص اس کے عمامہ کے رنگ کا عمامہ نہ باندھتا تھا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ عزیٰ ایک شیطانہ تھی جو وادیٔ نخلہ میں تین بار آتی تھی اور قریش مکہ اور مکہ میں مقیم عرب، بتوں میں سے عزیٰ کی طرح کسی بت کی تعظیم نہ کرتے تھے اور قریش نے اسے دیگر بتوں کے سوا، زیارت اور ہدیہ کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، نیز ثقیف نے لات کو اسی طرح مخصوص کر لیا تھا جیسے قریش نے عزیٰ کو مخصوص کیا تھا اور اوس اور خزرج نے مناۃ کو مخصوص کر لیا تھا جیسے دیگر لوگوں نے دوسرے بتوں کو مخصوص کیا ہوا تھا مگر سب کے سب عزیٰ کی تعظیم کرتے تھے۔

اور وہ ان پانچ بتوں کے بارے میں جنہیں عمرو بن لحی لایا تھا اور جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے

ولا تذرن ودًّا و لا سواعا ولا یغوث و یعوق ونسرًا

وہ رائے نہیں رکھتے تھے جو اس کے بارے میں کرتے تھے اور نہ ہی اس کے قریب قریب کوئی رائے رکھتے تھے۔

لہ کتاب الاصنام از کلبی صفحہ ۱۷ تا ۲۷

(۳)

...ستہ یلیلم، آخر ماہِ رمضان ۸ھ

یہ ایک گشتی جنگی پارٹی تھی جو دو سو جانبازوں پر مشتمل تھی جنہیں حضرت ...ی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہشام بن العاص کی قیادت میں ان لوگوں سے جنگ ...نے کے لئے روانہ فرمایا جو مکہ مکرمہ کے جنوب مشرق میں واقع یلیلم کے علاقہ میں رہتے تھے۔ ...ہ اور طائف کے درمیان اور طائف سے پیدل آدمی کیلئے دو راتوں کے فاصلے ...واقع ہے۔

اور یلیلم، حج کے لئے اہلِ یمن کا میقات ہے اور اس میں حضرت معاذ بن جبل ...مسجد ہے اور مرزوقی کہتا ہے کہ یہ طائف کا ایک پہاڑ ہے جو دو راتوں کے فاصلے پر ...واقع ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ ایک وادی ہے جس کے متعلق ابو دھبل شاعر ...کہتا ہے،

"پس کوئی نگراں نہ سویا اور نہ قبیلے سے کوئی داستان گو پلٹا یہاں تک
کہ وہ مجھے یلیلم سے آگے لے گئی [۱]"

اور میرے سامنے جو مصادر موجود ہیں ان میں مجھے یلیلم میں کوئی ایسا قبیلہ نظر ...نہیں آیا جس نے اس فوجی دستہ کا قصد کیا ہو جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ...ہشام بن العاص کی قیادت میں روانہ فرمایا تھا ..... اسی طرح ہمیں یہ بھی نہیں ہو سکا ...کہ کیا اس غزوہ میں جنگ ہوئی یا نہیں۔

ہمیں جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ واقدی کا قول ہے کہ
"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر جانب سرایا بھیجے اور انھیں حکم دیا کہ

---

[۱] معجم البلدان از یاقوت جلد ۸ ص ۴۳۱

وہ ہر اُس شخص پر حملہ کریں جو اسلام نہیں لایا۔ پس ہشام بن العاص دو سو جوانوں کے ساتھ یلیلم کی جانب گیا[۱]"

لیکن مرجح بات یہ ہے کہ ہشام بن العاص کا یہ دستہ، ہوازن کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا گیا تھا کیونکہ طائف کے ارد گرد واقع علاقہ میں تمام قبائل ہوازن سے تعلق رکھتے ہیں یا ثقیف کے حلیف ہیں اور وہ بھی ہوازن کا ایک بطن ہیں۔

(۴)

دستۂ عرنہ، آخر ماہِ رمضان ۸ھ

عرنہ، وہ مشہور وادی ہے جو آجکل عرفات کے سامنے ہے اور اس میں شامل نہیں ہے اور اسی وادی میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ـــــ عرفات کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ـــــ اپنا وہ مشہور خطبہ دیا جو حجۃ الوداع کے خطبہ کے نام سے مشہور ہے اور ظہور اسلام کے وقت عرنہ کے باشندے ہذیل کا ایک بطن تھے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے شدید عداوت رکھتے تھے اور انھوں نے ہجرت کے چوتھے سال عرنہ میں ایک فوج اکٹھی کی جس سے وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں جنگ کرنا چاہتے تھے۔

مگر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک فدائی عبداللہ بن انیس الجہنی کو بھیجا جس نے عرنہ میں فوج کے سالار خالد بن سفیان ہذلی کو قتل کر دیا اور جب اُن کے سالار کے قتل کے بعد جنگ کا منصوبہ بیکار ہو گیا تو ہذیل کی جنگ ناکام ہو گئی۔

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۷۳

اور جس فوج نے ہجرت کے آٹھویں سال فتح کے بعد، مکہ سے عرنہ کی طرف
خارج کیا وہ تین سو جانبازوں پر مشتمل تھی جن کی قیادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خالد بن سعید بن العاص کو عرنہ سے بتوں کے وجود کے خاتمہ کے لئے عطا
فرمائی مگر ہمارے علم کے مطابق کسی مؤرخ نے اس فوجی دستے کی کارروائیوں کی تفاصیل
کا ذکر نہیں کیا جس کی قیادت خالد بن سعید بن العاص نے عرنہ تک کی تھی . . .
ہاں اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ اُسے ہذیل قبیلہ کی طرف بھجوایا
گیا تھا جس کے بہت سے آدمی فتح مکہ کے بعد بت پرستی پر قائم رہ گئے تھے جن کا
وطن عرنہ تھا جس کی طرف دستہ کو بھجوایا گیا تھا۔

(۵)

غزوۂ بنی جذیمہ[1] آخر ماہِ رمضان ۸ھ

فتح مکہ کے بعد اور غزوۂ حنین سے قبل جو اہم فوجی واقعہ
رونما ہوا، وہ، وہ جنگ ہے جس میں حضرت خالد بن ولید نے بنی جذیمہ پر حملہ کیا
اور اس میں ایک غلطی کے باعث جو بدنیتی پر مبنی نہ تھی اُنھیں حضرت رسول کریم
کی جانب سے ملامت سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ آپ نے بنی جذیمہ کے کچھ آدمیوں
کو جو مسلمان تھے اس ظن کی بنا پر قتل کر دیا تھا کہ وہ ابھی تک مشرک ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھے گروپ
کے سالار حضرت خالد بن ولید کو جس نے مکہ پر جنوب سے چڑھائی کرنی تھی دیارِ بنی
جذیمہ کی طرف جانے کا مکلف کیا، آپ نے انھیں داعی الی الاسلام بنا کر بھیجا تھا

---

[1] جذیمہ، کنانہ کا بطن ہیں اور وہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ ہیں جو الغمیصا
میں سکونت پذیر تھے (معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۱۷۶)

جانباز بنا کر نہیں بھیجا تھا۔[۱]

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کے لیے ساڑھے تین سو مجاہدینِ انصار اور بنی سلیم کے آدمیوں پر، لوائے قیادت باندھا اور انھیں مکہ سے بنی جذیمہ کی طرف مکہ کی ترائی میں بھیجا، اور حضرت خالد (دانا عسکری سالار کی طرح) جلد فیصلے کرنے اور انھیں جلد نافذ کرنے میں مشہور تھے۔ . . . جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے اجتہاد کرتے ہوئے بعض اُمور میں جلدبازی سے کام لیا اور ایسے اعمال کے مرتکب ہوئے جن سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اظہار بیزاری کیا اور ان کی وجہ سے حضرت خالد سے ناراض ہوئے۔ اور یہ واقعہ یوں ہے کہ انھوں نے اپنے اجتہاد سے اپنے جوانوں کو حکم دیا کہ وہ بنی جذیمہ کے کچھ قیدیوں کو جن کے متعلق واضح ہو چکا تھا کہ وہ مشرک نہیں بلکہ مسلمان ہیں قتل کر دیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے تحقیق کرنے کے بعد ان کے لئے استغفار کیا، پھر بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات دیں کیونکہ وہ مسلمان تھے اس لئے کہ ان کا قتل، ذمہ دار سالار حضرت خالد بن ولید کی اجتہادی غلطی کے باعث ہوا تھا۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ

"جب حضرت خالد بن ولید، عزیٰ کے تباہ کرنے کے بعد مکہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے، آپ نے اُنھیں بنی جذیمہ کی طرف داعی الی الاسلام بنا کر بھیجا تھا، جانباز بنا کر نہیں بھیجا تھا پس وہ مجاہدین، انصار اور بنی سلیم کے مسلمانوں

---

[۱] مغازی الواقدی جلد۳ صث۸

کے ساتھ روانہ ہوئے جن کی تعداد ساڑھے تین سو تھی پس آپ مکہ کی ترائی میں اُن کے پاس پہنچ گئے اور بنی جذیمہ سے کہا گیا کہ یہ خالد بن ولید ہیں اور ان کے ساتھ مسلمان بھی ہیں انھوں نے کہا اور ہم بھی مسلمان لوگ ہیں ہم نمازیں پڑھتے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں اور ہم نے مساجد بنائی ہیں اور ان میں اذانیں دیتے ہیں۔ پس حضرت خالد انکے پاس گئے اور کہا اسلام قبول کرو، انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں آپ نے کہا، تم ہتھیار بند کیوں ہو؟ انھوں نے جواب دیا ہمارے اور ایک عرب قوم کے درمیان عداوت پائی جاتی ہے۔ ہم ڈر گئے کہ کہیں تم وہی نہ ہو۔ پس ہم نے ہتھیار لے لئے تاکہ ہم دین اسلام کے مخالفین کو اپنے آپ سے دُور ہٹا دیں، آپ نے کہا، پھر ہتھیار اُتار دو، اور ان میں سے جحدم نام ایک آدمی نے اُنھیں کہا، اے بنی جذیمہ! قسم بخدا یہ خالد ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کسی آدمی سے اقرار اسلام سے بڑھ کر اور کچھ نہیں چاہتے اور ہم اسلام کے اقراری ہیں اور خالد ہم سے وہ نہیں چاہتا جو مسلمانوں سے چاہا جاتا ہے اور وہ ہمیں ہتھیاروں کے ساتھ قید کرنا چاہتا ہے اور قید کے بعد تلوار استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اُنھوں نے کہا ہم تجھے اللہ کو یاد دلاتے ہیں تو ہمیں تکلیف دینا چاہتا ہے مگر آپ نے اپنی تلوار پھینکنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ سب نے آپ سے گفتگو کی تو آپ نے اپنی تلوار پھینک دی اور انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں اور لوگ اسلام

قبول کر چکے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کر لیا ہے اور ہم خالد سے نہیں ڈرتے، اس نے کہا قسم بخدا کہ وہ تم کو ان قدیم کینوں کی وجہ سے جنہیں تم جانتے ہو پکڑیں گے تو لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے پھر خالد نے انھیں کہا، اپنے آپ کو بطور قیدی کے حوالے کرو، تو جحدم نے کہا اے لوگو! وہ مسلمانوں کو قیدی بنا کر کیا چاہتا ہے، وہ جو چاہتا ہے وہ چاہتا ہے، تم نے میری مخالفت کی ہے اور میرا حکم نہیں مانا اور خدا کی قسم وہ تلوار ہے پس لوگ قیدی بن گئے تو آپ نے بعض لوگوں کو کچھ لوگوں کی مشکیں کسنے کا حکم دیا، اور جب ان کی مشکیں کس دی گئیں تو آپ نے مسلمانوں کے ہر آدمی کو ایک یا دو آدمی دے دیئے اور انھوں نے بندھنوں میں رات گزاری اور جب نماز کا وقت آتا تو وہ مسلمانوں سے بات کرتے اور نماز پڑھتے پھر باندھ دیئے جاتے پس جب صبح ہوئی اور مسلمان ان کے درمیان خلط ملط ہو گئے تو ایک آدمی نے کہا ہم ان کو قید کر کے کیا کریں گے ہم انکو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے اور ایک آدمی نے کہا، ہم دیکھیں گے کہ کیا یہ سنتے یا اطاعت کرتے ہیں اور ہم ان کا جائزہ لیں گے اور لوگ انہی دو باتوں پر قائم تھے، سحری کے وقت حضرت خالد بن ولید نے آواز دی کہ جس کے پاس کوئی قیدی ہے وہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دے پس بنو سلیم نے ان تمام آدمیوں کو قتل کر دیا جو ان کے قبضے میں تھے اور مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدیوں کو رہا کر دیا۔"

اور سالار خالد بن ولید اور انصار کے ایک سردار ابو اسید الساعدی کے درمیان اس وقت مقابلہ بازی شروع ہوگئی جب انصار اور مہاجرین نے اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے رہا کر دیا اور حضرت خالد ناراض ہوگئے تو ابو اسید نے کہا، اے خالد! خدا سے ڈر، خدا کی قسم ہم مسلمانوں کو قتل کرنے والے نہیں، خالد نے کہا، تمہیں کس نے بتایا ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ ابو اسید نے کہا، ہم ان کے اقرار اسلام کو سُن رہے ہیں اور یہ مساجد ان کے میدان میں ہیں۔

خالد جب اپنے اس فعل کے بعد دیار جذیمہ سے واپس لوٹے تو کبار صحابہ حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے اُنھیں ملامت کی اور انھوں نے جو کچھ کہا تھا اُس کے جواز سے وہ اپنا دفاع کرتے رہے مگر حضرت عمر نے اُنھیں بتایا کہ انھوں نے اپنی کارروائی میں غلطی کی ہے تو خالد نے غلطی کا اعتراف کیا اور حضرت عمر سے استدعا کی وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ سے میرے لئے استغفار کی درخواست کریں۔

حضرت عمر نے حضرت خالد سے اس معاملے میں مناقشہ کرتے ہوئے کہا خالد تیرا بُرا ہو تو نے بنی جذیمہ سے اس بات پر گرفت کی ہے جو جاہلیت میں تھی، کیا اسلام نے اپنے سے پہلے کی جاہلانہ باتوں کو مٹا نہیں دیا؟ حضرت خالد نے کہا اے ابو حفص! میں نے ان پر حق کے ساتھ گرفت کی ہے، میں نے مشرک قوم پر حملہ کیا اور وہ قوت پکڑ گئے اور جب وہ قوت پکڑ گئے تو مجھے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے سوا کوئی چارا نہ تھا پس میں نے انھیں قید کر لیا پھر اُنھیں تلوار پر دھر لیا حضرت عمر نے کہا، عبداللہ بن عمر سے کس آدمی نے سیکھا ہے؟ اُس نے کہا خدا کی قسم میں اُسے نیک آدمی سمجھتا ہوں۔ آپ نے کہا مجھے اس نے وہ بات بتائی ہے جو تمہاری بات سے مختلف ہے اور وہ اس فوج میں تمہارے ساتھ تھا، حضرت

خالد نے کہا، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں،
راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر خاموش ہو گئے اور فرمایا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ تمہارے لئے استغفار کریں گے[۱]

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت خالد کے فعل کی اطلاع ملی تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ آپ فرما رہے تھے،

"اے اللہ خالد نے جو فعل کیا ہے میں تیرے حضور اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں"۔

اور جب خالد آئے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ ناراض تھے۔ پھر آپ نے اطلاع ملنے کے بعد اور تحقیقات سے حضرت خالد کے فعل کی غلطی ثابت ہو جانے کے بعد، فیصلہ کیا کہ بنی جذیمہ کے ان مقتولین کی دیات دی جائیں جنہیں حضرت خالد نے غلطی سے قتل کر دیا تھا پس آپ نے حضرت علی کو بلا کر انھیں مال دیا اور فرمایا، بنو جذیمہ کے پاس جاؤ اور جاہلیت کے معاملے کو اپنے دونوں پاؤں کے نیچے رکھو اور خالد نے جو کیا ہے اس کی دیت انھیں دو۔

پس حضرت علی اس مال کو لے کر ان کے پاس پہنچے اور ان کے مقتولین کی دیات دینے لگے مگر آپ جو مال لے کر گئے تھے وہ کافی نہ ہوا تو آپ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بنی جذیمہ کے حقوق کو پورا کرنے کے لئے مزید مال منگوایا۔ اور آپ نے ابو رافع کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال کے مطالبے کے لئے بھیجا تو آپ نے اس کے مطالبے کو قبول کیا اور مطلوبہ

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۸۸۰، ۸۸۱

مال رافع کے سپرد کردیا جسے وہ لے کر حضرت علی کے پاس دیا بنی جذیمہ میں واپس آ ئے، پس حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا آپ نے اس کی دیت دی حتیٰ کہ آپ نے کتے کے پانی پینے والے برتن کی بھی دیت دی، یہانتک کہ انکا کوئی مطالبہ باقی نہ رہا اور حضرت علی کے پاس کچھ مال بچ گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بقیہ مال رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تمہارے لئے اس چیز کے بدلہ میں ہے جسے نہ وہ جانتے ہیں اور نہ تم جانتے ہو۔ پس آپ نے انھیں وہ مال دیدیا اور پھر واپس آکر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی[1]

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ مال جس سے آپ نے بنی جذیمہ کی دیات اور معاوضات دئیے تھے قرض لیا تھا کیونکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ مال مکہ کے تین بڑے تاجروں، حویطب بن عبد العزیٰ، صفوان بن اُمیہ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ سے قرض لیا تھا[2]

بنی جزیمہ کے قتل کے بارے میں حضرت خالد کے موقف کی حقیقت

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ حضرت خالد نے بنی جذیمہ کے جن لوگوں کو قتل کیا ان کے قتل کرنے میں آپ سے غلطی سرزد ہوئی اور اگر ان کا قتل کرنا اور ان کے اموال لینا خطاءً نہ ہوتا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کو دیات اور معاوضات ادا نہ کرتے۔ اسی طرح اس امر میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ حضرت خالد

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۷۲، ۷۳ ۔ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۲

کی کارروائی جو بنی جذیمہ کے کچھ لوگوں کے قتل پر منتہی ہوئی وہ اجتہادی غلطی سے ہوئی تھی آپ نے اُنھیں عمداً اور مسلمان سمجھتے ہوئے قتل نہیں کیا تھا بلکہ معاملے میں اشتباہ پیدا ہوگیا تھا۔ پس ان کا قتل اس لحاظ سے ہوا کہ آپ نے ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ نیز ان کے متعلق یہ گمان کیا گیا کہ وہ غیر مسلم ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے جس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات ادا کیں۔ اور اگر یہ بات ثابت ہو جاتی کہ حضرت خالد نے انھیں (مسلمان یقین کرتے ہوئے) قتل کیا ہے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں قصاص کا حکم نافذ کرتے، لیکن غلطی اجتہاد میں ہوئی، جو قضیہ میں موجود تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی دیت دینے پر اکتفا کیا جنھیں بنی جذیمہ میں سے حضرت خالد نے قتل کیا تھا بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خالد سے ناراض ہونے اور کچھ عرصہ ان سے اعراض کرنے کے بعد ان سے راضی ہو گئے، بلکہ بعض روایات میں صریحاً بیان ہے کہ حضرت خالد نے بنی جذیمہ کے لوگوں کے طاقت پکڑنے اور آپ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد ہو جانے کے بعد قتل کیا تھا حالانکہ آپ نے اُنھیں کافی مہلت عطا کی تھی جس کی انتہا نمازِ عشاء تک تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ،

مجھے سیف بن یعقوب بن عتبہ نے، عثمان بن محمد اخنسی سے اور اس نے عبدالملک بن عبدالرحمٰن بن الحارث سے بتایا، وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنی کنانہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا، ہاں اگر وہ اذان سُنے یا اسلام کو معلوم کرے تو ان پر حملہ نہ کرے پس وہ نکلے اور بنی خذیمہ تک پہنچ گئے تو انہوں نے سخت حفاظتی انتظام

کرلیے اور جنگ کی اور ہتھیار پہن لیے، پس آپ نے اُنھیں نماز عصر، مغرب اور عشاء تک مہلت دی اور اذان کی آواز نہ سُنی، پھر آپ نے ان پر حملہ کردیا، پس جو قتل ہونے تھے وہ قتل ہوگئے اور جو قید ہونے تھے وہ قید ہوگئے اس کے بعد انہوں نے دعویٰ اسلام کیا، بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو بات بنی جذیمہ کے قضیے میں اُلجھن کی تاکید کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خالد نے بدنیتی کے بغیر ان کے قتل کرنے میں غلطی کی ہے جیسا کہ صحیح بخاری جلد ۵ ص۲۰۳ میں زہری کی روایت سے بیان ہوا ہے جو سالم نے اپنے باپ سے کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا تو آپ نے اُنھیں دعوتِ اسلام دی تو اُنہوں نے اچھی طرح اپنے اسلام کی بات نہ کی بلکہ وہ صبانا، صبانا، صبانا کہنے لگے یعنی ہم صابی ہوگئے، پس حضرت خالد ان میں سے لوگوں کو قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور آپ نے ہم میں سے ہر آدمی کو اس کا قیدی دیا، اور ایک روز آپ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی، اپنے قیدی کو قتل کر دے میں نے کہا، قسم بخدا میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ ہی میرے ساتھیوں میں سے کوئی آدمی اپنے قیدی کو قتل کرے گا، یہاں تک کہ ہم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اپنا ہاتھ اُٹھا کر دو بار فرمایا۔ اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا ہے میں تیرے حضور اس سے برات کا اظہار کرتا ہوں۔"

اور حضرت خالد کو معذور قرار دینے والا ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت خالد کو ملامت کی گئی تو آپ نے کہا کہ میں نے اس وقت تک جنگ نہیں کی جب تک مجھے عبداللہ بن حذافہ نے اس کا حکم نہیں دیا اس نے کہا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے ان کے اسلام سے رُکنے کی وجہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے[1]

اور سیرت کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس امر کی اطلاع ملی جو حضرت خالد کے ہاتھوں بنی جذیمہ میں ہوا تھا تو آپ نے اس آدمی سے جو قوم سے خبر لے کر آیا تھا دریافت فرمایا، کیا خالد پر کسی آدمی نے عیب لگایا تھا؟ اس نے جواب دیا، ہاں! ایک سفید رُو میانہ قد آدمی نے آپ پر عیب لگایا تھا، تو خالد نے اُسے سختی سے جھڑکا تو وہ خاموش ہو گیا اور ایک اور طویل مضطرب آدمی نے آپ پر عیب لگایا تو آپ نے اُسے بھی جواب دیا اور ان دونوں میں سخت کلامی ہو گئی تو حضرت عمر بن الخطاب نے کہا،

یا رسول اللہ! پہلا شخص تو میرا بیٹا عبداللہ تھا اور دوسرا سالم مولیٰ ابی حذیفہ تھا[2]

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ناراضگی کے بعد حضرت خالد سے راضی ہونا

اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت خالد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمار بن یاسر جیسے سابق الاسلام

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۳ [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۲

لوگوں کے درمیان . . . بنی جذیمہ کے ساتھ حضرت خالد کے سلوک کے بارے میں نوک جھونک شروع ہوگئی اور گفتگو میں حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن سے سخت کلامی کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے وہ حدیث بیان فرمائی جو مشہور و معروف ہے کہ

"اے خالد! میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو، جب انسان کی ناک زخمی ہو جائے تو وہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُحد سونے کا ہوتا اور تو اُسے ایک ایک قیراط کر کے راہِ خدا میں خرچ کرتا تو تو عبدالرحمٰن کی ایک صبح یا شام کو بھی حاصل نہ کر سکتا"۔ . . . اور حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا،

"اے خالد! خاموش رہ، ابوالیقظان سے مقابلہ نہ کر، جو اس سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس سے دشمنی کرے گا اور جو اُس سے بُغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اُس سے بُغض رکھے گا اور جو اُسے بے وقوف قرار دے گا اللہ تعالیٰ اُسے بے وقوف قرار دے گا"[۱]

اور مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اپنی فروگذاشت پر معذرت کی اور ان سے درگزر کرنے کا مطالبہ کیا اور حضرت عثمان، حضرت خالد کو لے کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس گئے اور ان سے معذرت کی یہاں تک کہ وہ اُن سے راضی ہو گئے اور کہا اے ابو محمد میرے لئے بخشش طلب کر[۲]

اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی (ناراضگی کے بعد) حضرت

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۰، ۸۸۱ [۲] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۱

خالد سے راضی ہو گئے اور بار بار آپ کی تعریف کی اور ابو الاحوص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

"خالد بن ولید عبد اللہ کا کیا ہی اچھا بندہ اور بھائی ہے اور شمشیران خدا میں سے ایک شمشیر ہے جسے اللہ تعالےٰ نے کفار اور منافقین پر سونتا ہے۔"

اسی طرح جب حضرت علی بنی جذیمہ کے مقتولین کی دیات کی ادائیگی کے بعد واپس تشریف لائے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خالد سے راضی ہو گئے اور ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت خالد ہمیشہ ہی آپ کے بلند مرتبہ اصحاب میں شامل رہے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی[1]

اور حضرت خالد کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں جو مقام تھا اُس پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ آپؐ نے جب حنین کی طرف مارچ کیا تو حضرت خالد کو ہراول دستہ کا سالار مقرر کیا اور آپؐ نے (جبکہ وہ آپ کی ہراول فوج کے سالار تھے) ان کے ساتھ اس فیصلہ کن معرکے میں شرکت فرمائی، واقدی بیان کرتا ہے کہ

"حضرت خالد، وفات تک مقدم رہے اور اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جبکہ وہ ہراول فوج کے سالار تھے حنین اور تبوک کی طرف گئے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اکیدر اور دومۃ الجندل کی طرف بھیجا، پس آپ نے جن لوگوں کو قید کرنا تھا قید کیا پھر ان سے مصالحت کر لی اور رسول کریم صلے اللہ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۸۸۳

علیہ وسلم نے آپ کو بلحارث بن کعب کے پاس نجران کی طرف امیر اور داعی الی اللہ بنا کر بھیجا اور آپ حجۃ الوداع میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر منڈایا تو آپ کو اپنی پیشانی کے بال عطا فرمائے جو آپ کی ٹوپی کے آگے لگے رہتے تھے اور جس کسی کے ساتھ بھی آپ نے جنگ کی، اللہ تعالیٰ نے اُسے شکست دی اور یرموک کے روز آپ نے جنگ کی تو آپ کی ٹوپی گر پڑی تو آپ آواز دینے لگے ٹوپی، ٹوپی، اسکے بعد آپ سے کہا گیا اے ابوسلیمان! عجیب بات ہے کہ رَن کے گھمسان میں بھی آپ ٹوپی طلب کر رہے تھے تو آپ نے جواب دیا اسمیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کے بال تھے اور میں نے اُسے پہن کر جس کے ساتھ بھی جنگ کی وہ بھاگ گیا۔

اور جس روز حضرت خالد کی وفات ہوئی اُس وقت بھی آپ مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور آپ کی قبر حمص میں ہے۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ مجھے آپ کو غسل دینے والے نے بتایا اور وہ آپ کی موت کے وقت موجود تھا اور اس نے آپ کے کپڑوں کے نیچے دیکھا، نیزے، تلوار اور تیر کی چوٹ کے درمیان کوئی صحت مند جگہ نہ تھی، اور حضرت عمر بن الخطاب جن کے اور حضرت خالد کے درمیان کوئی ایسی بات نہ تھی وہ آپ کا تذکرہ کرتے تو آپ کے لئے رحمت طلب کرتے اور آپ نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا تھا اس پر پشیمان ہوتے اور فرماتے، وہ الٰہی شمشیروں میں سے ایک شمشیر تھے اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے حج میں لفت[1] میں اُترے تو

---

[1] معجم البلدان جلد ۷ صـ۳۳۳ میں بیان ہوا ہے کہ لفت، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔

آپ کے ساتھ ایک آدمی تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کون ہے؟ اس آدمی نے کہا، فلاں ہوں، آپ نے فرمایا، فلاں اللہ کا بہت بُرا بندہ ہے۔ پھر ایک اور آدمی آیا تو آپؐ نے فرمایا، کون آدمی ہے؟ اُس نے جواب دیا، فلاں، آپؐ نے فرمایا، فلاں اللہ کا بہت بُرا بندہ ہے۔ پھر خالد بن ولید نمودار ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا خالد بن ولید، تو آپ نے فرمایا، خالد بن ولید اللہ کا بہت اچھا بندہ ہے[۱]۔

فصلِ دوم

- ہوازن کون ہیں؟
- مسلمانوں کے مکہ پر غالب آجانے کے بعد، ہوازن کا خطرے کو محسوس کرنا
- ہوازن کا، مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کے متعلق سوچنا
- ہوازن کا مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بیس ہزار جانبازوں کو جمع کرنا
- ہوازن کا، مالک بن عوف نصری کو اپنا بادشاہ اور اپنی فوجوں کا سالارِ عام مقرر کرنا
- ہوازن کے سالار کا عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ لیجانے کا حکم دینا
- درید بن الصمۃ المعمر کا مالک بن عوف کی جنگی حکمتِ عملی پر تنقید کرنا
- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی انٹیلی جنس، ہوازن کی چھاؤنیوں میں
- ہوازن کی فوج کا مکہ کی طرف مارچ کرنا
- مسلمانوں سے قبل، ہوازن کا وادئ حنین میں پڑاؤ کرنا

ہوازن کون ہیں؟

معرکہ حنین کی تفاصیل میں داخل ہونے سے قبل، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کرام کو ہوازن کے

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۸۸۳ - ۸۸۴

نسب اور تاریخ کی ایک جھلک دکھادی جائے۔

مؤرخین اور اصحاب معاجم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جزیرۂ عرب میں ہوازن سب سے بڑا اور خطرناک قبیلہ تھا، یہ مضری عدنانی قبیلہ ہے اور قیس عیلان کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس کے اہم بطون میں سے سمجھا جاتا ہے۔

اور یہ ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ ابن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہوتا ہے اور ہوازن کے بیشمار بازو ہیں اور ان بازوؤں میں سے اہم ترین بازو ثقیف (طائف اور اسکے اردگرد کے باشندے) کعب، کلاب، بنو ہلال، بنو عامر بن صعصعہ، بنو جشم (درید بن صمہ کا قبیلہ) اور بنو نصر (مالک بن عوف کی قوم) ہیں۔ ہوازن تین بڑے قبائل کو جو سب کے سب بکر بن ہوازن کے ہیں، جمع رکھتا ہے جو یہ ہیں۔ بنو سعد بن بکر، بنو معاویہ بن بکر اور بنو منبتہ ابن بکر۔

اور ہوازن، قوت و تعداد کے لحاظ سے نجد کے مشہور قبائل غطفان سے مشابہ ہیں، جنھوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد مقامات پر نبرد آزمائی کی اور احزاب کے سال، قریش کے ساتھ مل کر مدینہ کا محاصرہ کیا،

ہوازن کے مواطن کے متعلق یہ بات ہے کہ وہ جزیرہ عرب میں دور دراز مسافتوں میں فرد کش ہیں حتّٰی کہ وہ اپنے بطون و عشائر کی کثرت کے باعث نجد و حجاز کی رہائش گاہوں میں اشتراک رکھتے ہیں اور ان کی منازل مکہ کے قریب وادی حنین سے لیکر نجد غربی کے جنوب میں جو یمن کے قریب ہے دُور تک چلی گئی ہیں پس ہوازن ایک نجدی اور حجازی قبیلہ ہے۔

ہوازن، جاہلیت میں بھی ایک جنگجو اور سخت قبیلہ تھا اور اس نے اپنے مختلف پڑوسی قبائل سے بہت سی جنگیں کی تھیں اور آپس میں بھی ان کی

بعض جنگیں ہوئیں جیساکہ اسلام سے قبل جاہلی زندگی کی عام روش یہی تھی ، مثلاً ثقیف کو ہوازن کا اہم بازو سمجھا جاتا تھا کیونکہ وہ ہوازن کے تین بڑے قبیلوں میں سے ایک کی نسل سے تھا اور جاہلیت میں اس ثقیف اور ہوازن کے بقیہ قبائل کے درمیان ایک تاریخی معرکہ ہوا تھا جسے معرکہ افتان کہتے ہیں اور اس معرکہ کو یہ نام اس لئے دیا گیا کہ بہت سے مقتولین کے اجسام کو میدان میں چھوڑ دیا گیا یہاںتک کہ وہ بدبودار ہوگئے اور ثقیف اور ہوازن کے درمیان یہ معرکہ طائف کے قریب ہوا تھا ۔

اسی طرح جاہلیت میں ہوازن نے کنانہ سے جنگ کی اور اس پر فتح پائی اور کنانہ ایک عظیم قبیلہ ہے جو حجاز میں قریش ، سلیم ، خزاعہ اور ہوازن کے درمیان گھومنے والے محور پر واقع ہے اور کنانہ ، قریش کا حلیف تھا اور ہوازن اور کنانہ کے درمیان جس روز معرکہ آرائی ہوئی اُسے یوم شمنطہ کہتے ہیں ۔

اسی طرح جاہلیت میں ہوازن نے بنو الحارث بن کعب سے جنگ کی جو نجران اور اس کے اردگرد آباد ہونے والے قحطانی قبائل میں سب سے بڑا قبیلہ ہے ۔

ہوازن اور حروبِ فجار

اور شاید ہوازن کی جاہلی جنگوں میں سب سے مشہور جنگیں حروبِ فجار[1] ہیں اور یہ سب جنگیں ایک جانب سے ہوازن کے درمیان اور دوسری جانب سے کنانہ اور قریش

---

[1] ان جنگوں کو حروبِ فجار اس لئے کہتے ہیں کہ لوگوں نے حرمت کے مہینوں میں ایک دوسرے سے محاربہ کیا اور اس میں بدکاری کی اس لئے لوگوں نے ان جنگوں کا نام فجار رکھا ۔ فجار بمعنی مفاجرت ہے جیسے قتال اور مقاتلہ ۔

کے درمیان تھیں اور یہ چار جنگیں تھیں جو سب کی سب حرمت والے مہینوں میں ہوئیں جبکہ عرب عکاظ کی منڈی میں جمع ہوتے ہیں اوران جنگوں میں سب سے زیادہ سخت اور خطرناک جنگ فجار کی چوتھی جنگ تھی جو کئی سال تک جاری رہی جس میں فریقین کے شیوخ وسادات کی خوفناک تعداد قتل ہوگئی اب ہم اختصار کے ساتھ فجار کی چاروں جنگوں کا حال بیان کرتے ہیں ۔

جنگِ فجار اوّل

اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ غفار اور پھر بنی ہمانہ کا ایک آدمی جسے بدر بن معشر کہتے تھے، عکاظ کی منڈی میں آیا، وہ بڑا متکبر تھا اور وہ لوگوں کو چھیڑنے اور چیلنج کرنے لگا اور اس نے ایک نشست گاہ بنائی اور اس میں ٹانگیں پھیلا کر آواز دینے لگا، کہ میں عرب کا سب سے معزز آدمی ہوں اور جس شخص کو یہ خیال ہو کہ وہ مجھ سے معزز ہے تو وہ میری کھوپڑی پر تلوار مارے، پس ہوازن میں سے بنی نصر کا ایک آدمی احمر بن مازن بن اوس، اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اُسے چیلنج کیا اور اُسے تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی، قریب تھا کہ فریقین کے درمیان ہمہ گیر جنگ برپا ہو جاتی مگر دانشمندوں نے معاملے کو رفع دفع کر دیا اور وہ آپس میں راضی ہو گئے ۔

جنگِ فجار دوم

اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ قریش اور کنانہ کے کچھ نوجوانوں نے عکاظ کی منڈی میں، ہوازن کے بنی عامر بن صعصعہ کی ایک عورت سے چھیڑ خانی کر کے اس کی توہین کی جس کی وجہ سے ہوازن غضب ناک ہو گئے اور فریقین کے درمیان جنگ ٹھن گئی لیکن قریش کا سردار حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اس جنگ کے روکنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے قریش کے نام سے اس حرکت پر جو قریشی نوجوانوں سے

عامری عورت کے بارے میں سرزد ہوئی تھی معذرت کی اور پھر اس نے ہوازن کے مقتولین کی دیات دیں اور قریش اور کنانہ کے مقتولین کا خیال نہ کیا، پس ہوازن راضی ہو گئے۔

جنگِ فجار سوم اس جنگ کا باعث یہ تھا کہ ہوازن میں سے بنی جشم کے ایک آدمی کا، کنانہ کے ایک آدمی کے ذمہ کچھ قرض تھا وہ طویل عرصہ تک اس سے ٹال مٹول کرتا رہا پس جب اس نے اُسے درماندہ کر دیا تو اُس نے عکاظ کی منڈی میں اس کی تشہیر کرنے کا ارادہ کیا اور وہ اس طرح کہ اس نے ایک بندر پکڑا اور پھر قبائل کے ارد گرد گھومتے ہوئے آواز دینے لگا کہ کون شخص مجھے اس بندر کی طرح اس مال کے عوض جو کنانہ کے فلاں آدمی کے ذمہ ہے فروخت کرے گا۔ پس جب کنانہ کے متعلق اس کا اعلان کرنا اور اسے رُسوا کرنا لمبا ہو گیا تو کنانہ کا ایک آدمی اس کے پاس سے گزرا جس نے بندر کو تلوار مار کر ہلاک کر دیا پس فریقین نے جنگ کا آوازہ لگایا مگر فریقین کے کچھ دانشمندان کے درمیان حائل ہو گئے اور کہنے لگے کیا تم ایک بندر کے بارے میں اپنے خون بہاؤ گے۔ پھر قریش کے مشہور شریف سردار عبداللہ بن جدعان نے اسکا فیصلہ کر دیا اور ہوازنی کا جو مال کنانی کے ذمہ تھا اس کا ضامن بن کر اُسے ادا کر دیا اور یہ اُلجھن اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

جنگِ فجار چہارم اور یہ فجار کی چاروں جنگوں سے زیادہ خطرناک تھی کیونکہ اس کی وجہ سے ایک جانب ہوازن اور دوسری جانب قریش اور کنانہ کے درمیان پانچ تباہ کُن جنگیں ہوئیں جن میں فریقین کی خوفناک تعداد قتل ہو گئی اور جب فریقین کو تباہی کا احساس ہوا تب یہ جنگیں رکیں اور انہوں نے آپس میں مذاکرات کئے جو مصالحت پر منتہی ہوئے۔ ان

جنگوں اور مشہور حرب فجار کے وقوع کا باعث یہ تھا اور ان کے آغاز اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان چھبیس[۲۶] سال کا عرصہ تھا[۱] کہ کنانہ میں سے بنی ضمرہ بن بکر کا ایک آدمی بہت شراب نوش اور بدکار تھا جس کا نام البراض بن قیس بن رافع تھا اس کی قوم نے اُسے چھوڑ دیا تھا اور اس کی بدسیرتی کی وجہ سے اس سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو اُس نے مکہ میں قریش کی پناہ لے لی اور حرب بن اُمیّہ بن عبد شمس کا حلیف بن گیا تو اس نے اس سے حسن سلوک کیا، لیکن البراض عیاش تھا وہ اپنی پہلی روش پر پلٹ آیا اور شراب سے مدہوش ہو گیا اور مکہ میں بد اخلاقی کی، پس حرب بن اُمیّہ نے اس سے علیحدگی اختیار کرنے اور اس کے معاہدے سے اظہار برات کرنے کا ارادہ کیا، لیکن البراض نے اس شرط پر کہ وہ مکہ کو چھوڑ جائے گا حرب بن اُمیّہ سے یہ خواہش کی کہ وہ ایسا نہ کرے اور اپنے معاہدے پر قایم رہے اور عملاً وہ مکّہ سے باہر چلا گیا اور عراق میں حیرہ کے بادشاہ نعمان بن منذر سے جا ملا اور حرب بن امیّہ کے معاہدے پر قائم رہتے ہوئے اس کے ہاں قیام پذیر ہو گیا۔

عکاظ کی منڈی ہی اصل سبب تھی

عکاظ کی منڈی نہ صرف جزیرہ عرب میں عربوں کے درمیان بلکہ تمام مشرق ادنیٰ میں مشہور ترین منڈی تھی اور یہ منڈی ہر سال یکم ذوالقعدہ کو شروع ہوتی تھی اور لوگ اس میں مسلسل خرید و فروخت اور مقابلہ و مفاخرت کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ حج کا موسم آجاتا تھا اور عکاظ نخلہ کے درمیان (یمانیہ اور طائف کی وادی) واقع ہے اور اصل میں دیار ہوازن میں سے

---

[۱] الأغانی جلد ۱۶ صفحہ ۷۵ طبع بولاق

اور نعمان بن منذر عکاظ کی منڈی کے موقع سے فائدہ اُٹھاتا تھا اور وہ ہر سال اس منڈی میں فروخت کے لیئے مال و متاع کے قافلے بھیجتا تھا تاکہ ان کی قیمت سے بلاد عرب کے دیگر سامانوں کو خریدا جائے جو عکاظ کی منڈی میں آتے تھے۔

اور اس سال جس میں حرب فجار برپا ہوئی، نعمان بادشاہ نے اونٹوں کے ایک بہت بڑے قافلے پر مختلف قسم کے سامان کے بھاری بوجھ لادے اور فیصلہ کیا کہ وہ انھیں دستور کے مطابق عکاظ کی منڈی میں بھیجے گا اور اس نے تلاش کیا کہ بلاد عرب میں اسے کون پناہ دے گا تاکہ وہ قافلہ عکاظ سے حیرہ واپس آجائے، البراض نے کہا میں اسے پناہ دوں گا، نعمان نے اُسے کہا (اور وہ جانتا تھا کہ یہ عیاش آدمی ہے اور پھر قیس میں سے بھی نہیں ہے) میں ایسے آدمی کو چاہتا ہوں جو اسے اہلِ نجد سے پناہ دے تو عروۃ الرحال بن عتبہ بن جعفر بن کلاب (جو ہوازن میں سے تھا) نے کہا تو برائی سے محفوظ رہے میں اُسے پناہ دوں گا اور البراض نے (جو کنانہ میں سے تھا) اُسے کہا کیا تو اسے کنانہ سے پناہ دے گا؟ اس نے جواب دیا ہاں سب مخلوق سے اُسے پناہ دوں گا اور اس نے البراض بن قیس کو تعریض کرتے ہوئے کہا، کیا آزاد کتا اسے پناہ دے گا؟ اور عروۃ الرحال ہوازنی نجدی قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ میں سے تھا، پس نعمان بادشاہ نے عروہ کی پناہ کو قبول کر لیا اور عروہ نعمان بادشاہ کے قافلہ کو لے گیا اور اس کے ساتھ جزیرہ عرب کی حدود سے گزر گیا اور البراض بن قیس اس کے پیچھے لگا ہوا تھا اور عروہ کو بھی یہ بات معلوم تھی مگر وہ اس سے خوفزدہ نہ تھا، اور جب عروہ نے قافلے کے ساتھ بلاد نجد کے اکثر حصہ کو طے کر لیا اور وہ غطفان کے علاقے

میں تیمن مقام پر جو خیبر کے قریب ہے ایک درخت کے سایہ تلے سو گیا تو البراض نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ماہِ حرام میں عروہ پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا پھر اس نے قافلہ پر قبضہ کر لیا اور نعمان بادشاہ کے جو اموال اونٹوں پر لدے ہوئے تھے اُنھیں مکّہ لے گیا۔

اور جس وقت البراض بن قیس کنانی نے عروۃ الرحال ہوازنی کو قتل کیا اُس وقت عکاظ کی منڈی لگی ہوئی تھی اور یہ ماہِ حرام کا واقعہ ہے اور ذوالقعدہ وہ مہینہ ہے جس میں تمام عرب ایک دوسرے سے مامون ہوتے ہیں خواہ ان کے درمیان کس قدر قتل عام ہو چکا ہو اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں البراض کنانی تھا اور قریش کا حلیف تھا اور عکاظ کی منڈی میں جو ہوازن کے علاقے میں تھی، قریش اور کنانہ دونوں موجود تھے پس البراض کو اپنے فعل کے ارتکاب کے بعد خوف پیدا ہوا کہ یہ خبر ہوازن کو پہنچ جائے گی اور وہ اپنے جوانوں کے ساتھ جنگ کرے گا اور عروہ، قریش اور کنانہ کا عظیم آدمی تھا، پس البراض نے ایک آدمی کو کرایہ پر لیا اور اُسے بہت سے اونٹ دینے کے بعد اس بات کا مکلف کیا کہ وہ اس کے حلیف حرب بن امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جدعان اور مغیرہ کے دونوں بیٹوں ہشام اور ولید کو یہ اطلاع پہنچا دے کہ اس نے عروۃ الرحال کو قتل کر دیا ہے اور وہ قیس عیلان کو اطلاع پہنچنے سے قبل بقیہ قریش اور کنانہ کے ساتھ عکاظ سے واپس چلے جائیں تاکہ وہ اس کے بدلے میں قریش کے عظیم آدمی کو قتل نہ کر دیں اور کرائے پر حاصل کئے ہوئے آدمی نے البراض سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ مقتول تو ہی ہو۔ اس نے جواب دیا، ہوازن اس بات پر رضامند نہ ہونگے کہ اپنے سردار کے بدلے میں ایک عیاش اور بنی ضمرہ کے دھتکارے ہوئے آدمی کو قتل کریں۔

اور قبل اس کے کہ یہ بُری اور نئی خبر ہوازن تک پہنچے ـــــ اسی وقت یہ خبر قریش اور کنانہ کو پہنچ گئی اور انھوں نے اسے پوشیدہ رکھا تاکہ ہوازن عکاظ میں ہی ان پر حملہ نہ کر دیں، پس انھوں نے چپکے سے وہاں سے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور جب ماہِ حرام کا وقت آتا اور لوگ ایک دوسرے سے مطمئن ہوتے تو تمام عرب اپنے ہتھیار بطورِ امانت عبداللہ بن جدعان قرشی کو دے دیتے تاکہ وہ اپنی منڈیوں اور حج سے فارغ ہو جائیں پھر وہ انھیں ہتھیار واپس کر دیتا اور ہر سال ان کا یہی دستور تھا۔

چوتھی جنگ فجار کا پہلا معرکہ

اور عبداللہ بن جدعان، قریش کے بلند مرتبہ بلکہ تمام عرب کے عالی قدر آدمیوں میں سے تھا اور وہ سردار، عقلمند، دانا اور بڑا مالدار تھا، پس حرب بن امیہ جو البراض قاتل کا حلیف تھا اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے تقاضا کیا کہ ہوازن نے اس کے پاس بطورِ امانت جو ہتھیار رکھے ہوئے رہیں وہ انھیں واپس نہ کرے تاکہ جب قریش، کنانہ اور ہوازن کے درمیان جنگ ہو تو وہ آسانی کے ساتھ ہوازن پر غلبہ پالیں، پس عبداللہ بن جدعان نے برافروختہ ہو کر حرب بن امیہ سے کہا، کیا تو مجھے خیانت کرنے کا مشورہ دیتا ہے؟ خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ ان ہتھیاروں میں سے ایک ہی تلوار باقی رہ گئی ہے جس سے مجھے مارا جائے گا اور ایک ہی نیزہ باقی رہ گیا ہے جس سے مجھے چوٹ لگائی جائے گی تب بھی میں ان میں سے کسی ہتھیار کو نہ روکتا، پھر ابن جدعان کے منادی نے عکاظ میں اعلان کیا کہ جس کسی کا کوئی ہتھیار میرے پاس ہے وہ آکر لے لے، تو تمام لوگوں نے اپنے اپنے ہتھیار لے لئے اور قریش اور کنانہ چپکے سے عکاظ سے کھسک گئے اور ان کے چلے جانے کے بعد جبکہ وہ ابھی حرم کے باہر

راستے ہی میں تھے عبداللہ بن جدعان اور حرب بن امیہ اور قریش کے بقیہ سادات نے ہوازن کو عکاظ سے ان کے اچانک چلے جانے کی اطلاع دیدی اور وہ مسلح جھڑپ اور منڈی میں معاملے کے بگڑ جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ اس میں عام عرب موجود ہوتے ہیں اور ہوازن کو دن کے آخری حصہ میں اطلاع ملی کہ البراض نے عروہ کو قتل کر دیا ہے، پس ہوازن کے سردار ابو البرار نے عکاظ میں کہا، مجھے حرب اور ابن جدعان نے دھوکہ دیا ہے اور وہ عکاظ میں آئے ہوئے ہوازنیوں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر جلدی سے قریش کے تعاقب میں گیا اور انھوں نے وادی نخلہ میں انھیں جا پکڑا پس انھوں نے آپس میں قتال کیا اور قریش رفتہ رفتہ پیچھے ہٹنے لگے اور لڑتے لڑتے حرم میں داخل ہو گئے اور رات چھا گئی اور ہوازن بھی حرم میں جنگ جاری رکھنے کے خوف سے ان کا پیچھا کرنے سے رُک گئے لیکن انھوں نے آئندہ سال عکاظ میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا۔

چوتھی جنگِ فجار کا دوسرا معرکہ

فریقین نے دوسرے معرکے کے لئے تیاری کی اور یہ بھی پرواہ نہ کی کہ یہ جنگ ماہِ حرام میں ہوگی، پس قریش اور کنانہ جمع ہو گئے اور اسی طرح کعب اور کلاب کے سوا ہوازن کے سب قبائل اکٹھے ہو گئے اور ہوازن نے عکاظ کی ٹکیر کی طرف سبقت کی اور قریش اور کنانہ بھی آ گئے اور فریقین کے درمیان خوفناک جنگ ہوئی اور جنگ کے پہلے مرحلہ میں قریش اور کنانہ کو فتح ہوئی مگر ہوازن نے بہادری اور استقلال کے ساتھ جنگ کی اور قریش کا دست بدست قتلِ عام ہوا، پس کنانہ نے ان کی مدد کی مگر بالآخر شکست ان کی قسمت میں تھی اور وہ رخما پہاڑ کی جانب چلے گئے۔

چوتھی جنگ فجار کا تیسرا معرکہ

ایک سال گزرنے کے بعد فریقین

کی العبلار مقام پر مڈ بھیڑ ہوئی اور انھوں نے باہم زبردست جنگ کی اور اس معرکہ میں کنانہ اور قریش کے مقابلہ میں فتح ہوازن کی حلیف تھی اور اس بارے میں ہوازن کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب قریش اور بنو کنانہ کے قبیلے کو بھڑکایا گیا تو تجھے اس بات
کی اطلاع نہیں ملی جو انھوں نے کہی تھی ہم نے ایک ترشرد
زبردست لشکر کے ساتھ ان کو اچانک جالیا اور ہم ان کے
صحن میں شیروں کی طرح دہاڑنے لگے اور ہم خطی نیزوں کی نوکوں
کو ان میں سیدھا کرتے تھے اور ہمارے نیزوں سے آواز آتی تھی"

اور قریش اور کنانہ شکست کھانے کے بعد واپس آ گئے۔

چوتھی جنگ فجار کا چوتھا معرکہ

اور قریش العبلار کی شکست سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے آئندہ معرکہ کے لئے زبردست تیاری کی یہانتک کہ صرف عبداللہ بن جدعان نے اپنے خاص مال سے ایک ہزار اونٹوں پر کنانہ کے ایک ہزار جانباز تیار کئے اور قریش کو خدشہ ہوا کہ یوم العبلار کی طرح ہوازن ان پر غالب آجائیں گے، پس اس نے کنانہ کے آدمیوں کو موت پر آمادہ کیا اور ایک سال گذرنے پر فریقین نے از سر نو ماہ حرام میں عکاظ میں مڈ بھیڑ کی اور اس روز قریش نے بڑی ثابت قدمی دکھائی حتیٰ کہ تین بھائیوں، حرب، سفیان اور ابو سفیان نے جو امیہ بن عبد شمس کے بیٹے تھے اپنے آپ کو بیڑیاں ڈال دیں اور کہا کہ ہم مرے بغیر اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے۔

اور خوفناک تباہ کن جنگ ہوئی اور فریقین نے زبردست استقلال کا مظاہرہ کیا اور بنی کنانہ کا دکھ دہ قتلام ہوا اور انھوں نے شکست کھانے کی

ٹھان لی لیکن قریش نے زبردست مدافعت کی اور بنو کنانہ (بھاگنے کے فیصلے کے بعد) شرمندہ ہوئے اور ڈٹ گئے اور معرکہ از سرِ نو شدت سے بھڑک اُٹھا، اور قریش اور کنانہ نے ہوازن پر زبردست حملہ کیا اور ہوازن کے بعض قبائل شکست کھانے لگے اور سوائے بنی نصر کے سب شکست کھا گئے پس انھوں نے استقامت دکھائی اور ان کے سالار سبیع بن ابی ربیعہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تاکہ ہوازن پشیمان ہوں اور اس نے بار بار پکارا اے آلِ ہوازن! مگر شکست بہت بڑی تھی چہ جائیکہ اس میں کوئی سبیع کی آواز سُنتا۔

قریش کی ایک عورت کا ہوازن کو پناہ دینا

اور قریش اور کنانہ ہوازن کو قتل کرنے اور قیدی بنانے لگے اور عروہ بن مسعود کے والد مسعود بن معتب ثقفی نے اپنی قرشی بیوی سبیعہ بنت عبد شمس بن عبد مناف کے لئے عکاظ میں ایک خیمہ لگایا ہوا تھا اور اس نے اسے کہا، تیری قوم قریش کا جو آدمی اس میں داخل ہوگا وہ امن میں ہوگا پس وہ خیمے میں توسیع کرنے لگی تاکہ جبقدر لوگوں کی تعداد اس میں آسکتی ہے آجائے اس کے خاوند مسعود نے اسے کہا، تیرا خیمہ مجھ سے تجاوز نہ کرے میں صرف اس آدمی کی زندگی کا ضامن ہونگا جو خیمے کے اندر ہوگا پس اس کی بات نے اسے ناراض کر دیا اور اس نے اس سے ٹھٹھا کرتے ہوئے کہا،

"قسم بخدا میں خیال کرتی تھی کہ تو پسند کرے گا کہ میں اسکی وسعت میں اضافہ کروں۔"

پس جب ہوازن کو شکست ہوئی تو ہوازن کے آدمی قتل سے بچنے کے لئے اس کے خیمے میں داخل ہو گئے تو اُس نے اپنے بھتیجے حرب بن امیّہ کو بُلایا،

تو اُس نے کہا، اے پھوپھی! جو شخص تیرے خیمے کی طناب کو پکڑے گا یا اسکے اردگرد چکر لگائے گا وہ بھی امن میں ہوگا پس اس نے ہوازن اور قیس میں یہ اعلان کر دیا یہانتک کہ وہ بہت زیادہ ہوگئے۔ اور جو شخص کوئی نجات کی راہ نہ پاتا وہ اس کے خیمے کے ارد گرد چکر لگانے لگتا پس اسی مقام پر کہا گیا "مدار قیس" (یہ وہ قیس عیلان ہے جس سے ہوازن ہیں اور اس سے ضرب المثل بن گئی جس سے قیس غصے ہوگیا) اور جب قیس عیلان شکست کھا گیا تو مسعود بن معتب بھاگتے ہوئے اپنی بیوی ربیعہ بنت عبد شمس کے پاس گیا اور اس نے اپنی ناک اس کے سینے پر رکھدی اور کہنے لگا، میں اللہ اور تیری وجہ سے ہوں اس نے کہا، ہرگز نہیں، تو نے خیال کیا تھا کہ تو میرے گھر کو میری قوم کے قیدیوں سے بھر دیگا، بیٹھ جا تو بھی امن میں ہے۔

چوتھی جنگ فجار کا پانچواں معرکہ

پھر فریقین کے درمیان پانچواں معرکہ ہوا اور یہ بھی عکاظ ہی میں ماہِ حرام میں ہوا، اس معرکہ کو یوم الحریرہ کہتے ہیں اور یہ عکاظ کی جانب سیاہ پتھریلی زمین ہے اور یہ معرکہ بھی اسی طرح شدید تھا اور فریقین کی صفوں میں سخت قتلام ہوا، مگر کنانہ اور قریش نے شکست کھائی اور اس معرکہ میں قریش اور کنانہ کے بہت زیادہ آدمی قتل ہوئے لیکن فریقین کے عقلمندوں نے اس امر کو محسوس کر لیا کہ جب تک دونوں فریق فنا نہ ہو جائیں یہ جنگیں ہرگز ختم نہیں ہوں گی پس انہوں نے مذاکرات کے لئے معین وقت کے لئے مصالحت کرلی اور عملاً فریقین کے لیڈروں نے مذاکرات کئے اور صلح پر متفق ہوگئے اور یہ ایسے ہوا کہ فریقین کے مقتولین کو شمار کیا جائے پھر جس فریق کے زیادہ آدمی قتل ہوئے ہوں اسے زائد مقتولین کی دیات دی جائیں پس وہ اس امر

پر متفق ہو گئے تاکہ صلح کامیاب ہو جائے اور ہمیشہ کے لئے جنگ کا خاتمہ ہو جائے اور متحارب فریقین میں سے ہر ایک نے زائد مقتولین کی دیات کی ادائیگی تک ضمانتیں پیش کیں،

پس قریش کی جانب سے حرب بن امیہ نے اپنے بیٹے ابو سفیان کو گروی رکھا اور ہوازن کی طرف سے الحرث بن کلدہ ثقفی نے اپنے بیٹے نصر کو گروی رکھا اور کنانہ کی طرف سے سفیان بن عوف نے اپنے بیٹے حرث کو گروی رکھا یہانتک کہ فریقین کے مقتولین کا شمار ہو گیا اور زائد مقتولین کی دیات دیدی گئیں جو بیس۲۰ مقتول تھے، ہوازن کا خیال تھا کہ وہ قریش اور کنانہ میں سے ہیں اور کنانہ کا خیال تھا کہ وہ ہوازن میں سے ہیں اس صلح کے ذریعہ وہ خونخوار جنگیں ختم ہو گئیں جن میں فریقین نے حرمت والے مہینوں میں شمولیت کی جن کے متعلق عرب ہزاروں سالوں سے متفق ہیں کہ خواہ کسقدر بھی جواز موجود ہوں ان میں خونریزی کرنا حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس جنگ کا نام (حرب فجار) رکھا گیا ہے۔ ان معرکوں میں قریش کی جو نمایاں شخصیات قتل ہوئیں وہ یہ ہیں:

ابو سفیان بن حرب کا چچا، ابو سفیان بن امیہ بن عبد شمس، زبیر بن العوام کا باپ العوام بن خویلد اور اس کا بھائی حزام بن خویلد، احیحہ بن ابی احیحہ العبشمی اور معمر بن حبیب الجمحی اور ابو سفیان بن حرب کا باپ حرب بن امیہ زخمی ہوا اور ہوازن میں سے (الصمۃ) ابو درید بن الصمۃ جو مشہور شاعر اور شہسوار تھا قتل ہوا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی حرب فجار میں شامل ہوئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس۲۰ سال سے کم تھی اور آپ اپنے اہل اور چچوں کو جنگ میں تیر پکڑاتے تھے، کہتے ہیں کہ آپ نے ابو برہ کو نیزہ بازی

کی جگہ پر نیزہ مارا اور اس دن کی حاضری کے متعلق آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، مجھے وہاں حاضر ہونے سے کوئی خوشی نہیں ہوئی انھوں نے میری قوم پر ظلم کیا، انھوں نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ وہ اپنے ساتھی البراض کو ہمارے سپرد کردیں مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا[1] - یہ ہوازن اور قریش کے درمیان ہونے والی حرب فجار کا خلاصہ ہے۔

عربوں کا قریش کیطرف دیکھنا

اور بت پرست عرب قریش کی جانب ایسی نظر سے دیکھ رہے تھے جس میں بڑائی اور عظمت ملی ہوئی تھی کیونکہ دینی نقطۂ نگاہ سے وہ کعبہ کے خادم تھے اور دیگر عربوں کو چھوڑ کر حرم کی نگہبانی اور حاجیوں کو پانی پلانے اور مہمان نوازی کے لئے مخصوص تھے پس وہ دینی نقطۂ نگاہ سے تمام بت پرست عرب قبائل کے روحانی باپ تھے ۔

یہ تو تھا ایک پہلو، دوسرے پہلو سے بُت پرست عرب قریش کی جانب اس نگاہ سے بھی دیکھ رہے تھے کہ صرف وہی وحدت، اتفاق اور اتحاد کا ایک نمونہ تھے کیونکہ عربوں کے درمیان یہی ایک ایسی قوم تھی جو (اپنے متعدد قبائل کے برعکس) سیاسی وحدت، مضبوط اجتماعی ترابط اور محکم عسکری وحدت میں منسلک تھی اور یہ سب کچھ ایک منظم اور محکم منقسم اجتماعی قیادت کے ماتحت ہوا تھا جو اس کی گہری سیاسی بصیرت، دُور اندیشی اور حاضر دماغی میں بہرہ وافر رکھنے پر دلالت کرتا ہے جبکہ بقیہ دیگر عرب قبائل سب کے سب ایسی تنظیموں میں زندگی بسر کر رہے تھے جن پر انارکی حکمراں تھی اور انارکی کے

---

[1] دیکھئے سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۹۵، الاغانی جلد ۱۹ صفحہ ۷۳ مطبوعہ بولاق

سوا اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔

غیر مکتوب دستور

اور قریش اس یگانہ حالت میں زندگی بسر کرنے میں دیگر عربوں میں ممتاز تھے کیونکہ ان میں قدیم اصولوں کے مطابق اتحاد و اتفاق اور تنظیم پائی جاتی تھی، ان اصولوں پر قریشی قبائل قصی بن کلاب کے زمانے سے متفق چلے آرہے تھے جو ان کو متحد کرنے والا اور ان کی وحدت کی بنیادیں رکھنے والا تھا۔

اور قریشی سوسائٹی پر جو اصول حکومت کر رہے تھے اور وہ صدیوں سے ان کے زیر سایہ متحد چلے آرہے تھے وہ ان کے نزدیک غیر مکتوب مقدس دائمی دستور کے مشابہ تھے، اس لحاظ سے قریشی، غیر مکتوب دستور بنانے میں برطانیہ سے سبقت لے گئے ہیں اور وہ اس کا احترام کرتے ہیں، اور بیس صدیوں سے زیادہ عرصہ ہوا وہ اس کی مدد سے تجاوز نہیں کرتے۔

اور جاہلیت میں تمام عربوں کے درمیان کسی قبیلے کے خاندانوں میں کوئی ایسا مجموعہ نہیں پایا جاتا جو قریش کی طرح اتحاد و اتفاق اور تنظیم کر سکا ہو جو قبائلی ماحول کے برعکس جوان کی زندگی کی چھاپ تھی مضبوط اور متحد، اور یک فطرت حکومت کے مشابہ ہو۔

پہلی عرب پارلیمنٹ

تمام بت پرست عرب قبائل کے درمیان قریش واحد قبیلہ تھے جن کی مجلس شوریٰ تھی جس میں مختلف قبائل کے نمائندے تھے اور اس میں یہ نمائندے اہم امور کے بارے میں جن میں بحث و تمحیص اور مشورے کی ضرورت ہوتی تھی آپس میں ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے اور اس میں ضروری فیصلے کرتے تھے، اور وہ "دارالندوہ" تھا جس کی بنیاد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چوتھے دادے

قصی بن کلاب نے رکھی تھی اسلئے قرشی سوسائٹی کی فطرت قبائلی انارکی نہ تھی جیساکہ دیگر عربوں کا حال تھا بلکہ قریش اپنی پارلیمینٹ (دار الندوہ) کے واسطے سے اپنے امور کا بُت پرست ماحول میں کنٹرول کرتے تھے اور مکی سوسائٹی میں نظام پر پوری طرح حاوی تھے اور جب کبھی بعض قرشی جہات یا بعض قرشیوں اور دیگر قبائل کے درمیان کوئی اُلجھن پیدا ہو جاتی تو قریش کے لیڈر داخلی بحران کو حل کرتے ۔ اور وہ اس بات کی اجازت نہ دیتے کہ کوئی جھگڑا (خواہ وہ کتنا ہی شدید ہو) جنگ کی حد تک پہنچ جائے جیساکہ دیگر بُت پرست عرب قبائل کا عمومی حال تھا کہ ان کے درمیان ایک ناقہ اور گھوڑے کی دم سے سخت تباہ کن جنگ چھڑ جاتی تھی جیساکہ داحس اور الغبراء کی دونوں جنگوں میں ہوا جو عبس اور ذبیان کے درمیان ہوئیں ۔

اور اس تمدنی حقیقت پر (اگر یہ نام درست ہو تو) اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ جب قریشی قبائل کے درمیان کسی قبیلے کے بارے میں شدید اختلاف ہو جاتا تو اسے حق دیا جاتا کہ وہ جاہلیت میں تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے اور جب اختلاف کی شدت ایک تباہ کُن خانہ جنگی کے کنارے پر پہنچ جاتی تو متخاصم لیڈروں میں سے دانشمند لیڈر کسی حکیمانہ حل کے بارے میں گفتگو کرتے جو غالب عقل و تمدن پر دلالت کرتا اور وہ یہ کہ قریش میں سے جو شخص باب بنی شیبہ میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہ حجر اسود کے عظیم جھگڑے کے بارے میں حَکَم ہوگا اور آسمانی وحی کے آنے سے قبل سب سے پہلے داخل ہونے والے محمد بن عبداللہ ہاشمی تھے ، پس زعمائے قریش خوش ہوگئے اور ان کے دل مطمئن ہو گئے کیونکہ ان کے درمیان وہ شخص حَکَم تھا جس کی محبت اور احترام کے بارے میں تمام قریش

متفق تھے اور وہ اسے امین کہتے تھے، پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اختلاف کو حل کر دیا اور عظیم نزاع کا ایسی تدبیر سے فیصلہ کر دیا جو بے مثال دور اندیشی اور عقلمندی پر دلالت کرتی ہے اور وہ اس طرح کہ آپ نے ایک کپڑا لانے اور اس میں حجرِ اسود کو رکھنے کا حکم دیا پھر ہر قبیلہ کے آدمی سے کہا کہ وہ کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے پس تمام نے حجرِ اسود کو اُٹھا کر اس کی جگہ پر رکھدیا اس طرح تمام قریش حجرِ اسود کے اُٹھانے میں شریک ہو گئے اور اس حکیمانہ تدبیر سے اس خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا جو قریش کو فنا ہونے سے خوفزدہ کر رہی تھی۔

اور قریش نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کیا۔ جیسے وہ دعوتِ توحید دینے سے قبل امین کہا کرتے تھے اور اُنھوں نے آپ کے حکیمانہ تصرف کی تعریف کی جس نے اُنھیں تباہ کن خانہ جنگی کے کنارے سے دُور کر دیا قریب تھا کہ وہ اس میں جا پڑتے اور ان کا مقام ان کے درمیان مزید بلند ہو گیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا، پس اُنھوں نے آپ سے عداوت کی اور جنگ کی اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا جیسا کہ مشہور و معلوم ہے۔ اسی طرح قرشی سوسائٹی کے اتحاد اور بقیہ بُت پرست عرب قبائل سے تمدن کے میدان میں متقدم ہونے پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ انھوں نے ایک مجلس حلف الفضول قائم کی تھی جس کی دفعات کے مطابق ساداتِ قریش نے عہد کیا تھا کہ مکہ میں جو مظلوم ہوگا وہ اُسے ظالم سے اسکا حق لے کر دیں گے خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس عہد سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور آپ نے رسول مبعوث ہونے کے بعد فرمایا، اگر آج بھی مجھے اس قسم کے عہد کی طرف دعوت دی

جائے تو میں ضرور اسے قبول کروں گا[1]۔

اور یہ کوئی بعید از فہم بات نہیں کہ دیگر بت پرست عرب، قریش کی طرف دیکھیں اور وہ ایک اہم طاقت تھے جو بت پرستی کے نام سے دعوتِ توحید کے سامنے ڈٹ جانے اور اُسے طاقت دینے والی اسلامی فوج کے درپے ہو جانے کی قدرت رکھتے تھے، نیز وہ اپنے اتحاد و اتفاق، حسنِ تنظیم اور زبردست فوجی ڈسپلن کے باعث لامحالہ اس جنگ کو رد کرنے کی طاقت رکھتے تھے جو صلح حدیبیہ کے توڑنے کے بعد اُنھیں درپیش تھی اور یہ صلح قریش اور ان مسلمانوں کے درمیان ہوئی تھی جنھیں صلح کے دن سے قریش دیکھ رہے تھے مگر ایک صاحبِ ہستی قوم کی طرح نہیں دیکھتے تھے بلکہ وہ انھیں رہزنوں کی ایک پارٹی کی طرح دیکھتے تھے حالانکہ اس کے برعکس وہ اعتقاد و سلوک کے لحاظ سے اس آیت کے مصداق تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا ہے، كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ، اور آج جبکہ ان مسلمانوں کے دس ہزار جانبازوں نے مقدس دارالخلافہ (مکہ) کو ڈھانپ لیا تھا پھر بھی ساداتِ مکہ اسی غلط نظریہ پر قائم رہے ...... اس غلط نظریئے کو قریش کے سردار اور ان کی فوج کے سالار ابوسفیان بن حرب نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کے پڑاؤ میں جو مکہ میں داخل ہونے سے قبل مکہ کے قریب کیا گیا تھا گفتگو کرتے ہوئے بیان کیا :

"اے محمدؐ! آپ کمینے لوگوں کو جو معروف اور غیر معروف ہیں اپنے خاندان اور اصل کے پاس لائے ہیں[2]"

---

[1] تفاصیل حلف الفضول سیرت ابن ہشام [2] مغازی الواقدی جلد ۲ صا۸۱۶

یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مسلح افواج کی اطاعت اختیار کرلی تو بت پرستوں کو سخت خوف لاحق ہوگیا اور اس کے بعد مکہ اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا۔

اور عربوں میں سے جو لوگ بت پرستی پر قائم رہے ـــــ اور اُن کی اکثریت حجاز اور نجد غربی کے اطراف کے باشندوں کی تھی ـــــ اُنھوں نے مکہ پر مسلمانوں کے غلبہ اور بت پرست قریش کی سیاسی اور عسکری ہستی کے خاتمے پر غور و فکر کیا کیونکہ یہ جزیرہ عرب میں علی الاطلاق اہم اور سب سے بڑا واقعہ تھا۔

ہوازن کا خطرہ کو محسوس کرنا اور جنگ کیلئے فوج جمع کرنا

اور ان بت پرستوں نے (بلا استثنار) محسوس کیا کہ قریش کے مسلمانوں کی اطاعت کرنے اور مکہ کے نبوی مسلح افواج کے قبضہ میں آنے اور بت پرستی کے وجود کے خاتمے پر مکہ میں اسلامی وجود کے پیدا ہوجانے کا ان کے مستقبل پر فعال اثر پڑے گا اور ان کا بت پرست وجود ـــــ اصل قریش کے شکست کھانے کے بعد ـــــ آندھیوں کی زد میں تھا اس لئے وہ بڑی گھبراہٹ اور شدید خوف کے ساتھ اپنے انجام کے متعلق سوچنے لگے اور ان کے لئے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کئے بغیر کوئی چارا نہ تھا

(۱) دین توحید یعنی دین اسلام میں داخل ہوجائیں۔

(۲) یا اپنی بت پرستانہ ہستی کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے ساتھ مسلح تصادم کریں۔

اور بت پرست قبائل میں سے سب سے پہلے یہ سمجھ اور سوچ قبائلِ ہوازن

کو آئی، اور یہ متعدد طاقتور اور ممتاز جنگی قوت کے حامل قبائل کی نمائندگی کرتے تھے اور ان قبائل میں بنو ہلال، ثقیف، جشم، بنو سعد، بنو مالک، بنو کلاب، بنو عامر، بنو نصر اور بنو الرباب اور ان کے تین بڑے قبائل جن میں ہوازن کے سارے تین قبیلے آجاتے ہیں شامل تھے۔ اور وہ سب کے سب بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کے قبائل ہیں اور وہ تین بڑے قبائل یہ ہیں۔ بنو سعد بن بکر، بنو معاویہ بن بکر اور بنو منبہ بن بکر۔

اور یہ بیشمار لوگ ہیں اور جزیرہ عرب کے وسط میں دور دراز علاقوں میں فروکش ہیں اور ان کی منازل وادی حنین سے لیکر جو مکہ سے بیس کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے بلاد نجد تک ممتد ہیں جن میں ان کے قبائل کا بہت بڑا حصہ فروکش ہے، ان میں سے کچھ حجاز اور یمن کے قریب ہیں، پس ہوازن اپنے اصل کے لحاظ سے عدنانی مضری قبائل ہیں اور جغرافیائی لحاظ سے حجازی نجدی ہیں۔

کنانہ کے بعد ہوازن، بت پرست عرب قبائل کی نسبت، اس اچانک آنے والے خطرہ کے مقام سے قریب تر تھے جو بت پرستی کو زوال سے ڈرا رہا تھا اور وہ اس جیش نبوی میں متمثل تھا جو مکہ مکرمہ پر تسلط پانے کے بعد ہوازن کے دیار کے بہت قریب ہوگیا تھا۔

ہوازن کی عداوتِ اسلام

جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں ہوازن ان دو عظیم طاقتور دشمنوں میں سے ایک تھا جو اسلام کی عداوت پر قائم تھے اور اس کے ساتھ حالتِ جنگ میں تھے اور وہ ہوازن اور قریش تھے، قریش کا سیاسی، عسکری اور بت پرستانہ دینی وجود، دارالخلافہ مکہ کے ۲۰ رمضان ۸ھ کو نبوی افواج کے قبضہ

میں آنے سے ختم ہو چکا تھا۔ اور ہوازن میدان میں اکیلا ہی رہ گیا تھا، یہ وہ عظیم قوت تھی جس پر جیشِ نبوی سے سامنا کرنا لازم تھا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں ہوازن ایک عظیم قوت تھے اور اپنی اسلام دشمنی سے اسکی عسکری قوت کا خاتمہ چاہتے تھے تاکہ وہ اپنی بنیادوں سے گر پڑے، اس لئے وہ مسلمانوں سے مقابلے کے لئے بڑی مدت سے تیاری کر رہے تھے جو فتح مکہ سے بھی قبل تک پہنچتی ہے۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ جیش نبوی کے ہراول انٹیلی جنس دستوں نے (جبکہ وہ مکہ کی طرف بڑھ رہا تھا) ایک جاسوس کو گرفتار کیا جو جیش نبوی کی حرکات کو دیکھ رہا تھا، اس جاسوس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی انٹروگیشن کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ ہوازن کے لئے جاسوسی کر رہا تھا اور انہوں نے اسے مسلمانوں اور ان کی فوجی طاقت، اور جس جانب وہ مارچ کر رہے ہیں کے متعلق ضروری معلومات لانے کے لئے بھیجا تھا[۱]۔

پس ہوازن اس وقت مسلمانوں کے ساتھ تصادم کے لئے تیاری کر رہے تھے حتیٰ کہ مکہ پر ان کے تسلط سے قبل بھی وہ تیاری کر رہے تھے، اور یہ بات مسلمانوں کی حرکات کی نگرانی کے لئے ان کے جاسوس بھیجنے سے واضح ہے۔

ہوازن کا مکہ پر چڑھائی کیلئے تیار ہونا

اور اس وجہ سے کہ مکہ کا مقدس دار الخلافہ اسلامی فوج کے قبضہ میں آچکا تھا ہوازن مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں تصادم پر اصرار میں بڑھ گئے اور بت پرست ہوازن کے سرداروں کو یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا جنگی مقابلہ لازماً قریب ہی ہوگا

[۱] اس جاسوس کے قصہ کی تفاصیل ہمارے اس سلسلہ کی آٹھویں کتاب (فتح مکہ) میں دیکھئے۔

اور ہوازن مسلمانوں کے مقدس دار الخلافے پر قابض ہونے سے قبل ہی مسلمانوں سے مسلح جنگی مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھے، علاوہ ازیں مکہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے نے ہوازنیوں کے دلوں کو غصّے سے بھڑکا دیا جسمیں مسلمانوں کی فوج کا خوف بھی شامل تھا جو ان کے دیار کی حدود کے قریب ہی پڑاؤ کئے ہوئے تھی، پس انھوں نے اپنی جنگی استعداد میں اضافہ کر دیا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ بہت سے قبائل و بطون تھے جو جزیرہ کے وسط میں دور دراز علاقوں میں رہائش پذیر تھے جن کے درمیان بلند پہاڑ اور بارشی وادیاں تھیں جو سب کی سب جنگی حکمت عملی کے لحاظ سے دفاع کے مناسب حال تھیں۔

اور اگر ہوازن اپنے بلاد میں قلعہ بند ہو جاتے اور جیشِ اسلامی کے پہنچنے کا انتظار کرتے اور اپنی اراضی اور دیار کے درمیان اس سے جنگ کرتے تو یہ ہوازن کے لئے زیادہ بہتر ہوتا اور جیشِ اِسلامی کے لئے زیادہ دشواری ہوتی یہ نظریہ فوجی تیاری کے نقطۂ نگاہ سے ہوازن کے لئے صحیح نظریہ تھا کیونکہ اس نظریہ کی تنفید اس اسلامی جیش کی مہم کو بہت مشکل بنا دیتی جو جزیرہ عرب میں بُت پرستی کے خاتمے کا مکلف تھا، اس لئے کہ اسلام کے چھوٹے سے جیش کے لئے یہ آسان بات نہ تھی (بلکہ بہت مشکل تھی) کہ وہ ہوازنی قبائل کے لاکھوں سخت جنگجو جوانوں سے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارشی وادیوں کے بطون اور ان کے علاقے کے اندر مضبوط قلعوں میں جنگ کرے۔

یہ فوجی نقطۂ نگاہ سے ایک بے غبار حقیقت ہے، پس اسلامی فوج بارہ ہزار سے زیادہ نہیں تھی، جبکہ ہوازنی قبائل کے جنگجو چالیس ہزار سے کم نہ تھے، اور اپنے مضبوط بلاد میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور مسلمانوں پر واجب تھا کہ وہ ان جنگجو جوانوں کی عظیم تعداد سے مقابلہ کریں جو عربوں کے درمیان ممتاز جنگی

قوت سے ممتاز تھے اور ان سے جنگ کرنا مسلمانوں کے لئے بڑا مشکل تھا اور جب وہ ہوازن کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور ہونگے تو وہ اُنھیں بہت مہنگا پڑے گا، خصوصًا جب ہم ان کے بلاد کی مضبوطی اور ان میں ان کے شدت کے ساتھ قلع بند ہونے کو بنگاہِ غور سے دیکھتے ہیں تو یہ حقیقت کھُل کر سامنے آجاتی ہے۔

اور آئندہ ہم اس کتاب میں دیکھیں گے (انشاءاللہ) کہ کس طرح ثقیف نے جیشِ نبوی کا (اس کے حنین کے فیصلہ کن معرکے میں غالب آنیکے بعد) مقابلہ کیا اور وہ ہوازن کے ایک قبیلہ پر بھی غلبہ نہ پا سکا اور وہ ثقیف تھے، اور طائف میں جہاں اُنہوں نے اپنے مضبوط مقامات میں پناہ لی ہوئی تھی داخل ہونے کی سکت بھی نہ پا سکا پس اُس نے ان کا محاصرہ چھوڑ دیا اور انکو مطیع کئے بغیر مدینہ واپس آ گیا اور انھوں نے اسلام کی اطاعت نہ کی اور جب انھوں نے دیکھا کہ علاقے میں ان کے سوا اور کوئی دائرۂ اسلام سے باہر نہیں رہا تو سنہ ۹ھ میں وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوگئے۔

مالک بن عوف کو ہوازن کا سالار مقرر کرنا

علاوہ ازیں ہوازن کی بدقسمتی اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے ہوازن کے درمیان ایک شجاع، جری اور بہت دلیری والا جوان نمودار ہوا جو موت سے خوف نہ کھاتا تھا اور اس کی شجاعت، تہوّر اور طیش تک پہنچی ہوئی تھی جس نے ہوازن کو تباہ کن شکست کا نشانہ بنا دیا، جس جیسی بڑی شکست عرب کے کسی قبیلے کو نہ ہوئی تھی جیسا کہ اسکی تفصیل میں بیان ہوگا اِنشاءاللہ،

یہ نوجوان مالک بن عوف نصری تھا (جو بنی نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کا ایک آدمی تھا) اس نے ہوازن کے تمام قبائل کی قیادت حاصل کر لی

چونکہ وہ شجاعت و مفاحت میں ممتاز تھا اسلیئے ہوازن نے اُسے اپنا بادشاہ مقرر کرلیا، اور جب مکہ کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجانے کے بعد، موقف نازک صورت اختیار کرگیا تو اُنہوں نے اسے اپنی افواج کا سالارِ اعلیٰ مقرر کرلیا، اور مالک بن عوف —— اپنی ممتاز جرأت، مفاحت، شجاعت، تہور اور دلیری کے باعث جس کا عربی قبیلے والا دلدادہ ہوتا ہے۔ ہوازن کے قبائل کو —— جن کی اکثریت نے اس کی بات کو قبول کیا —— مسلمانوں کے حملہ کے وقت اپنے بلاد کے دفع کے لئے نہیں بلکہ وہ ان قبائل کے شعور کو، اور ہزاروں جوانوں کو مکہ پر حملہ کرنے اور وہاں سے بزورِ قوت مسلمانوں کو باہر نکالنے کے لئے تیار کرنے لگا۔ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۰-۷۱ پر بیان کرتا ہے کہ ہم سے حمید نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ ہمیں سلمہ نے ابن اسحاق سے بتایا، وہ کہتا ہے کہ جب ہوازن نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ نے مکہ میں جو انھیں فتح دی اسکے متعلق سُنا تو مالک بن عوف نصری نے اُنھیں جمع کیا اور تمام ثقیف ہوازن کے ساتھ اسکے پاس اکٹھے ہوگئے اور نصر اور جشم بھی سب اکٹھے ہوگئے اور سعد بن بکر اور بنی ہلال کے کچھ آدمی بھی جو تھوڑے ہی تھے اکٹھے ہوگئے اور قیس عیلان میں سے صرف یہی لوگ آئے اور ہوازن میں سے کعب اور کلاب بھی نہ آئے، اور نہ ان میں سے کوئی نامور آدمی آیا اور بنی جشم میں دُرید بن الصمۃ بڑا بزرگ تھا مگر اس میں اس کی رائے سے برکت حاصل کرنے اور اس کی جنگی واقفیت کے سوا اور کوئی بات نہ پائی جاتی تھی اور وہ بڑا تجربہ کار بزرگ تھا، اور ثقیف کے دو سردار احلاف میں تھے قارب بن الاسود ابن مسعود اور بنی مالک میں سے ذوالخمار سبیع بن الحارث اور اسکا بھائی احمر بن حارث بنی ہلال میں سے تھے اور مالک بن عوف نصری پر سب لوگوں کا اتفاق تھا۔

روایت میں واقدی کا اسلوب

اور واقدی اپنی کتاب المغازی جلد ۳ ص ۸۸۵، ۸۸۶ پر بیان کرتا ہے کہ ہم سے ابو عبداللہ محمد بن شجاع الثلجی نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ مجھے واقدی نے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہمیں محمد بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر، ابن ابی سبرۃ، محمد بن صالح، ابو معشر، ابن ابی حبیبہ، محمد بن یحییٰ بن سہل، عبدالصمد بن محمد السعدی، معاذ بن محمد، بکیر بن مسمار اور یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ نے بتایا اور سب نے ہم کو ایک طائفہ کے متعلق بتایا اور ان کے علاوہ بھی لوگوں نے بیان کیا اور ہم سے ان لوگوں نے بھی بیان کیا جن کا میں نے نام نہیں لیا اور وہ قابلِ اعتماد لوگ تھے اور سب نے ہم کو اس حدیث کے ایک طائفہ سے خبر دی اور بعض اسے دوسروں کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں، اور جو کچھ انہوں نے مجھ سے بیان کیا میں نے اسے اکٹھا کر لیا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو اشراف ہوازن ایک دوسرے کے پاس گئے اور ثقیف بھی ایک دوسرے کے پاس گئے۔ انھوں نے سب کو اکٹھا کیا اور بغاوت کی اور برملا کہا، خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے جنگ کرنے والوں سے واسطہ نہیں پڑا، پس متحد ہو کر اس کی طرف جاؤ قبل اس کے کہ وہ تمہارے پاس آئے، پس ہوازن نے اتفاق کر لیا اور مالک بن عوف نے انھیں اکٹھا کر لیا ــــ اس وقت اسکی عمر تیس سال تھی ــــ اور وہ اُن میں مونچھوں والا سردار تھا وہ اپنے مال میں تصرف کرتا اور اسکی تعریف ہوتی تھی پس سب ہوازن اکٹھے ہو گئے اور ان دنوں ثقیف کے دو سردار تھے قارب بن الاسود بن مسعود احلاف میں سے تھا اور اسی نے احلاف کی قیادت کی تھی اور بنی مالک میں ذوالخمار سبیع

بن الحارث تھا۔ اور کہتے ہیں، احمر بن حارث تھا اور اسی نے ثقیف کا دوست بنکر اُن کی قیادت کی تھی پس اس نے سب کو ہوازن میں جمع کر دیا اور انھوں نے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے پر اتفاق کر لیا اور اسنے ثقیف کو اس جانب جلدی کرتے پایا تو انھوں نے کہا ہم نے اسکی طرف جانیکا ارادہ کر لیا ہے اور ہم اپنی طرف اسکے آنے کو ناپسند کرتے ہیں اور اگر اسکے باوجود وہ ہماری طرف آئے تو وہ ایک مضبوط قلعہ پائے گا جسکے درے ہم جنگ کرینگے اور بہت سی خوراک پائے گا یہانتک کہ ہم اُسے پالیں گے یا وہ لوٹ جائے گا لیکن ہم یہ نہیں چاہتے اور ہم تمہارے ساتھ چلیں گے اور ہم ایک ہاتھ ہو جائیں گے پس وہ انکے ساتھ چل پڑے، غیلان بن سلمہ ثقفی نے اپنے دس بیٹوں سے کہا، میں ایک حادثے کا خواہاں ہوں جو کئی اُمور پر مشتمل ہے اور تم میں ہر کوئی اسمیں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حاضر ہو تو اسکے دس بیٹے گھوڑوں پر سوار ہو کر حاضر ہوئے اور جب انھوں نے اوطاس میں شکست کھائی تو بھاگ گئے اور طائف کے قلعے میں داخل ہو کر اُسے بند کر لیا، کنانہ بن عبد یالیل نے کہا،

اے گروہِ ثقیف! تم اپنے قلعوں سے نکلتے ہو اور ایسے آدمی کی طرف جاتے ہو جس کے متعلق تمہیں معلوم نہیں کہ تم اس پر غالب آؤ گے یا وہ تم پر غالب آئے گا، پس اپنے قلعے کی شکستگی کی مرمت کا حکم دو، اور تمھیں معلوم نہیں کہ شاید تمھیں اس کی ضرورت پڑ جائے پس انھوں نے اس کی مرمت کا آرڈر دیدیا اور انھوں نے اس کی مرمت کے لئے ایک آدمی کو پیچھے چھوڑا اور چلے گئے اور وہاں بنی ہلال کے لئے کچھ لوگ حاضر ہوئے جو زیادہ نہ تھے اور نہ ہی ہوازن میں سے کعب اور کلاب وہاں حاضر ہوئے۔

فصلِ سوم

- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے حنین کی طرف مارچ کرنا
- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اہلِ مکہ سے مالی قرضہ اور عاریۃً ہتھیار لینا
- خود پسندی اور فریب کے عیوب
- جاہلیت کا اثر، ذات انواط سے مطالبہ کرنا
- نبوی پڑاؤ میں، ہوازن کے جاسوس
- اپنی فوج کے تیار کرنے میں ہوازن کے سالار کا طریقہ
- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو کیسے تیار کیا
- مارچ کے دوران، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی سازش

ظہورِ اسلام کے بعد ہوازن اور قریش کے تعلقات

قریش اور ہوازن کے درمیان اچھے تعلقات نہ تھے بلکہ ان کے تعلقات کی کیفیت قبائلی جنگ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھی اور یہ حالت حربِ فجار کے زمانے سے تھی اور قریش اور ہوازن کے درمیان محبت کے تعلقات نہیں پائے جاتے تھے بلکہ بائیکاٹ اور تاک گھات کی کیفیت تھی۔ اس لئے جب مکہ کے ساتھ نبوی جنگ کی علامات اُفق پر چمکنے لگیں تو ہوازن اور قریش کے درمیان کسی قسم کا کوئی رابطہ اور تعلق موجود نہ تھا۔ لیکن جب مکہ توحیدی فوج کے قبضے میں آگیا تو ہوازن کے قائدین نے محسوس کیا کہ اسلامی وجود کے خطرے کی حرارت ان کے چہروں کو جھلس رہی ہے، پس ان کا نوجوان قائد مالک بن عوف مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا اور

اس نے بیس ہزار جانبازوں کو اکٹھا کیا ، بلاد ہوازن کے دفاع کے لئے نہیں ، بلکہ مسلمانوں کو مارنے اور جیش نبوی کو مکہ سے نکالنے اور مکہ پر چڑھائی کرنے کے لئے ، تاکہ وہ از سر نو دوبارہ بت پرستی کے اقتدار تلے واپس آجائے ۔

ہوازن کے مشہور سالار کا تیاری کا طریق

نوجوان سالار مالک بن عوف نے ہوازن کے تیار کرنے میں ایک انوکھا اور مشہور اسلوب اختیار کیا جس اسلوب کو اس سے پہلے جزیرہ میں فیصلہ کن جنگوں میں کسی نے اختیار نہیں کیا تھا جب اس نے ہوازن کے مختلف قبائل سے بیس ہزار جانبازوں کو اکٹھا کرلیا تو اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ ان کے ساتھ مکہ پر حملہ کرے گا اور وہ انوکھا اسلوب جو ہوازن کے سالار نے اختیار کیا یہ تھا کہ اس نے فیصلہ کیا کہ ہوازن کی فوج کا ہر سپاہی اور سالار اپنی عورتوں اور بچوں اور اپنے مملوکہ اونٹوں بکریوں اور سونے اور چاندی کو اپنے ساتھ رکھے گا ۔

اور اس فیصلے کے پس پردہ نوجوان سالار کا مقصد یہ تھا کہ جب مسلمانوں کے ساتھ اس کی فوج کی مڈبھیڑ ہو تو وہ اپنی فوج کے جانبازوں کو جنگ میں مزید ثبات عطا کرے اور یہ کہ جنگ کے وقت فوج کے ہر سپاہی کے دل سے مسلمانوں کے آگے فرار اختیار کرنے کا خیال نکال دے اور اسکی بنیاد اس یقین پر تھی کہ جانباز کے لئے یہ بات محال ہوتی ہے کہ وہ میدان سے بھاگ جائے اور اپنی بیوی اور عورتوں اور اپنی تمام مملوکہ اشیاء کو چھوڑ دے کہ وہ اس کے دشمن کے قبضہ میں آجائیں ۔

اور یہ وہ طریق تھا جسے نوجوان سالار مالک بن عوف نے موقع کے مطابق سمجھا جبکہ وہ اپنی فوج کو اکٹھا کر رہا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ

فیصلہ کن معرکہ کے لئے منصوبے بنا رہا تھا لیکن وہ بھول گیا بلکہ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اسے علم نہیں تھا (کیونکہ وہ جنگی سیاست سے واقفیت نہیں رکھتا تھا) کہ شکست خوردہ آدمی کو کوئی چیز واپس نہیں لاتی جیسا کہ مشہور جانباز درید بن الصمۃ الجشمی نے یہ بات مالک بن عوف سے کہی —— جبکہ وہ اسے عورتوں، بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھجوا دیتے، اور مسلمانوں کے ساتھ گھوڑوں کی پشت پر مقابلہ کرنے کا مشورہ دے رہا تھا —— جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں بیان ہوگا انشاء اللہ۔

ہوازن کی فوج میں پہلی پھوٹ

اگرچہ مالک بن عوف نصری نے ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کرلی تھی (مکہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بیس ہزار فوج) پھر بھی بُت پرست ہوازنی اکٹھ کی صفوں کے درمیان ایک خطرناک پھوٹ پیدا ہوگئی اور ان کے دو قبیلوں نے جن کا ہوازن کے درمیان بڑا عسکری وزن تھا، سالار عام مالک بن عوف کے نظریہ سے معارضہ کیا جو جنگ کو مکہ منتقل کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کر کے انھیں وہاں سے نکالنے کا قائل تھا، اور ان دونوں قبیلوں کا معارضہ (جیسا کہ معلوم ہوتا ہے) یہ تھا کہ ہوازن کا اپنے دیار کو چھوڑنا اور اپنی تمام قوم اور عورتوں، بچوں اور اموال سمیت دیارِ ہوازن سے باہر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے جانا تہور اور نتائج کے اندازہ نہ کرنے کے تمام معانی کا حامل ہے جبکہ ہوازن کو تباہ کن خطرہ پیش آسکتا ہے، کیونکہ کسی بھی جنگ کے عواقب مامون نہیں ہوئے، اور اگر ایسا ہو (اور وہ بالفعل ہوا) کہ ہوازن کو شکست ہو تو وہ بڑی رسوا کن اور تباہ کن شکست ہوگی اور ممکن نہیں ہوگا کہ اس کے بعد ہوازن کا وجود قائم رہ سکے کیونکہ

اس کی عورتیں اور بچے اور تمام مملوکہ اموال مسلمانوں کے ہاتھوں میں بطور غنیمت آجائیں گے۔

مگر مالک بن عوف پر جوانی کا اوچھا پن سوار تھا پس اُس نے اپنے نظریے کی تنقید پر اعتراض کیا اور (طے شدہ منصوبے کے مطابق) مکہ میں مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا۔

اور جب ہوازن کے درمیان معارضہ کی آواز کی شنوائی نہ ہوئی جو دو قبیلوں (کعب[1] اور کلاب[2] اور یہ دونوں بنی عامر ابن صوصعہ میں سے تھے) میں متمثل تھی تو ان دونوں قبیلوں نے ہوازن کی جنگی فوج کے ساتھ شامل ہونے

---

[1] کعب، ہوازن کا عظیم بطن ہیں اور وہ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر ابن صوصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن ہیں اور انہیں سے کچھ لوگ اس علاقے میں مقیم تھے جو تہامہ، مدینہ اور ارض شام کے درمیان واقع ہے اور معجم قبائل العرب میں بیان ہے کہ انہیں سے عقیل، قسر، حریش اور جعدہ کے قبائل شام میں چلے گئے اور اسلامی حکومت میں تینوں کا خاتمہ ہوگیا اور صرف بنو عقیل باقی رہ گئے اور اسلام کی آمد کے وقت وہ نجد میں تھے اور ان کے گھر فلج اور اسکے ارد گرد کے جنگل میں تھے اور یہی معجم ما استعجم میں بیان کیا گیا ہے۔

[2] کلاب، یہ بھی ہوازن کا ایک عظیم بطن ہیں اور معجم قبائل العرب میں بیان ہے کہ وہ کعب بن ربیعہ کے بھائی کلاب بن ربیعہ کے بیٹے ہیں اور معجم قبائل العرب میں ہے کہ ان کے دیار ضریہ کی رکھ میں تھے اور وہ کلیب کی رکھ ہے اور ربذہ کی رکھ، مدینہ نبویہ کی جیاتہ، فدک اور عوالی میں ہے پھر وہ شام منتقل ہو گئے اور جزیرہ میں انھیں شہرت حاصل تھی اور وہ بادشاہ بنے اور جاہلیت میں انہوں نے دومۃ الجندل میں ایک بُت بنایا جسے "ود" کہتے تھے اور وہ نصرانی دین میں داخل ہوئے اور پھر اسلام میں داخل ہوئے

سے انکار کا اعلان کر دیا۔ پس ہوازنی فوج میں پہلی خطرناک پھوٹ پیدا ہو گئی۔ کیونکہ دونوں قبیلے (کعب اور کلاب) اہم فوجی بازوؤں میں شمار ہوتے تھے اور ہوازن کے قبائل کے درمیان بڑی جنگی قوت اور عددی کثرت والے خیال کئے جاتے تھے اور اس بات کی گواہی تجربہ کار قومی ماہر (درید بن الصمۃ) نے اس وقت دی تھی جب وہ وادی حنین میں سالار عام مالک بن عوف سے اس تباہ کن غلطی کے بارے میں مجادلہ کرتے ہوئے پہنچا تھا جو اس نے فوج کے ساتھ عورتوں، بچوں اور اموال کے لے جانے کے بارے میں کی تھی درید بن الصمۃ نے دریافت کیا (اور وہ مالک بن عوف کو عورتوں بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس لے جانے کے بارے میں مشورہ دے رہا تھا)

کعب اور کلاب نے کیا کیا؟ انھوں نے جواب دیا، ان میں سے کوئی آدمی فوج میں شامل نہیں، اس نے کہا، خوش قسمتی اور تیزی غائب ہو گئی ہے اگر رفعت و برتری کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب اس سے غائب نہ ہوتے اور میرا خیال ہے کہ تم بھی وہی کچھ کرو گے جو کعب اور کلاب نے کیا ہے[۵]

اور جس شخص نے کلاب کو ہوازن کے ساتھ حنین میں حاضر ہونے سے روکا تھا وہ ابن البراء تھا اور واقدی نے اپنے مغازی کی جلد ۳ کے صفحہ ۸۸۹ پر بیان کیا ہے کہ

"ہوازن میں سے کعب اور کلاب وہاں حاضر نہ ہوئے اور کلاب قریب ہی تھے اور ان میں سے ایک آدمی کو پوچھا گیا کہ

۵؎ البدایۃ والنہایۃ

کلاب نے ہوازن کو کیوں چھوڑا ہے، اُس نے جواب دیا کہ
قسم بخدا اگرچہ وہ قریب ہی ہے لیکن ابن ابی البراء نے
آکر انھیں حاضر ہونے سے روک دیا اور انہوں نے اس
کی بات مان لی ہے۔ اور کہنے لگا خدا کی قسم اگر وہ مشرق اور
مغرب کے درمیان محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے دُور ہو جائیں
تو وہ ان پر غالب آجائے گا۔"

اگرچہ ہوازن ہی اکٹھ سے کعب اور کلاب الگ ہو چکے تھے، اور انہوں
نے سالار عام مالک بن عوف کے احکام کو نہ مان کر اور اس کی فوج
میں عدم شمولیت کا اعلان کر کے اس سے سرکشی اختیار کی تھی، پھر بھی
(جنگی نقطۂ نظر سے) ہوازن کی قوت ایک زبردست خوفناک جنگی قوت
تھی کیونکہ ہوازن کے بیس ہزار جانباز اپنے نوجوان قائد مالک بن عوف
کے پاس جمع تھے جن کے مقابلے میں مسلمانوں کے بارہ ہزار جانباز تھے۔

تاریخ کی بنیادی کتب میں مؤرخین کے اسلوبِ کلام سے پتہ چلتا ہے
کہ ہوازن نے کسی بھی جگہ پر مسلمانوں کا سامنا کرنے اور ان سے جنگ
کرنے کا پختہ ارادہ کیا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کے مکہ پر قبضہ کرنے سے
قبل بھی اس کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ نیز وہ اس بات کی بھی استعداد
رکھتے تھے کہ مسلمانوں کو بدترین حالات سے دوچار کر دیں۔ پس انہوں نے
(اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کا منصوبہ تیار کر رہے تھے خواہ وہ کہیں
بھی ہوں) ان کو شکست دینے کا اندازہ لگایا اور وہ کسی بھی جگہ پر مسلمانوں
پر حملہ کر سکتے تھے۔

پس انہوں نے (اس اندازے کے مطابق) ــــ حملے کے

منصوبے کے بعد ــــ دفاع کا منصوبہ بنایا ــــ اور اس دفاع کے منصوبے کا خلاصہ یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے نتیجے میں ان کے نصیب میں شکست ہو تو وہ شہروں میں (مثلاً طائف کی طرح) قلعہ بند ہو جانے کے لئے تیار ہوں۔

اور اس دفاعی منصوبے کی تکمیل کے لئے (اور یہ ایک احتیاطی منصوبہ تھا) انھوں نے ثقیف سے (جو ہوازن کا ایک بطن ہیں) اُردن کے جرش شہر کی طرف ایک وفد بھیجا جو شام کے اس علاقے کا ایک حصہ تھا جو ان دنوں اسلام اور مسلمانوں کی دشمن رومی شہنشاہیت کے ماتحت تھا

اور اس وفد جس کی سربراہی عروہ بن مسعود کر رہا تھا کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ جنگ کے بھاری ہتھیار حاصل کرے جو ان جنگوں کے مناسب حال ہوں جن میں محاصرہ ہوتا ہے کیونکہ ان سے قلعوں کے دفاع میں کام لیا جاتا ہے اور دشمن کی جو فوج محاصرہ کئے ہوتی ہے اس کے خلاف حملے کئے جا سکتے ہیں۔

اور جرش (جو اُس وقت رومی شہر تھا) میں منجنیقوں اور سنگباری کے آلات اور ٹینکوں[1] کے کارخانے تھے اس لئے ہوازن نے اپنے حربی منصوبے کے ضمن میں یہ فیصلہ بھی کیا کہ اس وفد کو رومی کارخانوں سے یہ بھاری فوجی ہتھیار حاصل کرنے کے لئے جرش بھیجا جائے۔

---

[1] دبابات، اس زمانے میں دبابہ اس بچاؤ کرنے والے آلے کو کہتے تھے جس کے پیچھے حملہ کے وقت تیروں سے بچنے کے لئے سپاہی چھپ جایا کرتے تھے مگر موجودہ زمانے میں دبابہ ٹینک کو کہتے ہیں اس لئے میں نے اس کا ترجمہ ٹینک کیا ہے (مترجم)

یہ منصوبہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہوازن مسلمانوں کے مکہ پہنچنے سے قبل حتیٰ کہ ان کے مدینہ سے مارچ کرنے سے بھی قبل ان سے جنگ کرنے کا پختہ ارادہ کرچکا تھا...... اس منصوبے کی نقاب کشائی اس ہوازنی جاسوس نے کی جسے سواروں کے اس دستہ نے گرفتار کیا جو اس جیش نبوی میں جو مدینہ سے مکہ کی جانب مارچ کررہا تھا انٹیلی جنس کے پیچھے تھا۔

المقریزی اپنی کتاب "امتاع الاسماع" میں بیان کرتا ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ سے مکہ کی جانب مارچ کررہے تھے کہ آپ نے سواروں کا ایک دستہ ہراول کے طور پر آگے بھیجا، اس ہراول دستے نے ہوازن کے ایک آدمی کو گرفتار کرلیا جو ہوازن کے سردار اور سالار مالک بن عوف کے جاسوسی بیڑے میں کام کرتا تھا تاکہ وہ اس بیڑے کو مسلمانوں کے بارے میں ضروری خبریں دے اور ان کی اس فوج کی حرکات کے متعلق بھی آگاہ کرے جس کی قریش، صلح حدیبیہ کے توڑنے کے بعد توقع رکھتے تھے۔"

اور جب یہ ہوازنی جاسوس قائدِ اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے قبائلِ ہوازن کی عسکری پوزیشن کی حقیقت کے متعلق اس سے انٹروگیٹ کیا تو اس نے جواب دیا،

اُنھوں نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور عربوں کو لے آئے ہیں اور اُنہوں نے ثقیف کی طرف وفد بھیجا ہے تو انھوں نے ان کی بات قبول کرلی ہے، اور میں نے ثقیف کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ اُنھوں نے بہت سی فوج جمع کی ہے اور عربوں کو لے آئے ہیں اور انہوں نے ٹینکوں اور منجنیقوں کے بارے

میں جرش کی طرف وفد بھیجا ہے اور وہ ہوازن کی طرف جارہے ہیں اور وہ سب اکٹھے ہو جائیں گے ، . . . رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ہوازن نے ان کی بات مان لی ہے ؟ جاسوس نے کہا، سب نے، بنی عامر میں سے کعب اور کلاب نے تاخیر کی ہے۔

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازنی جاسوس کی فراہم کردہ معلومات کے بعد فرمایا، میرے خیال میں اس نے مجھ سے سچ بولا ہے، پھر آپ نے اُسے حفاظت کے لئے قید کرنے کا حکم دیدیا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جاسوس دیارِ ہوازن میں

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کارروائیوں سے آگاہ تھے جو دیارِ ہوازن میں ہو رہی تھیں، اور آپ مکہ پر غالب آنے کے بعد جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُس سے غافل نہیں تھے۔ آپ کو (جیساکہ واضح ہے) ہوازنی قبائل کی اس شدید عداوت کا بھی علم تھا جو وہ اپنے دلوں میں پوشیدہ کئے ہوئے تھے۔ نیز آپ ان کی اس نیت سے بھی آگاہ تھے جو ان کے دلوں میں اس عزم کو بھی بیدار کر رہی تھی کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں اُن سے برسرِ پیکار ہوا جائے۔

پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے جاسوسوں نے جنھیں آپؐ نے اپنے آگے بھیجا تھا ___ اور اس وقت آپ فتح مکہ سے قبل، مکہ کی جانب مارچ کر رہے تھے ___ یہ اطلاع دی کہ وہاں بہت بڑی فوج جمع ہے، جسے ہوازن کے احلاف سنبھالے ہوئے ہیں . . . اور اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن معرکہ ہو۔

مگر دیارِ ہوازن میں مسلمانوں کے خلاف جو معلومات چل رہی تھیں اُن

کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پوری اطلاع نہ تھی کیونکہ آپ کی انٹیلی جنس کا کوئی آدمی دیارِ ہوازن کی طرف نہیں گیا تھا اور نہ ہی وہاں کے لوگوں سے ملا تھا اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُسے اُس نے اپنے کانوں اور آنکھوں سے دیکھا اور سُنا تھا۔

اس لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کو دیارِ ہوازن کی طرف بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ جو کچھ وہاں مسلمانوں کے خلاف ہو رہا ہے اس کی تمام ضروری اطلاعات آپ کے لیئے اکٹھی کرے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انٹیلی جنس کے جس آدمی کو اس خطرناک مہم کے لیئے منتخب فرمایا وہ بنی سلیم کا ایک آدمی تھا جن کے دیار، ہوازن کے دیار کے پڑوس میں ہیں اور یہ آدمی عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھا[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بلا کر اس بات کا مکلف کیا کہ وہ دیارِ ہوازن کی طرف جائے اور بھیس بدل لے تاکہ ہوازن کا کوئی آدمی اس کی حقیقت کو معلوم نہ کر سکے، نیز وہ اچھی طرح ان میں گھُل مل جائے اور ان کی ہر ضروری بات کو معلوم کرے تاکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قوت کا اندازہ لگا لیں نیز یہ کہ وہ کس راستے آنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ تاکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر پہلو سے اپنے دشمن کی حقیقت کو سمجھ لیں۔

اور ابن ابی حدرد نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کیا اور ہوازن کے علاقے میں ان کے ہیڈ کوارٹر میں چلا گیا اور وہاں مختلف بڑی اور ذیلی کمانوں سے ملا اور قبائل کی قوموں کے اندر چلا گیا اور کئی روز تک

---

[1] عبداللہ بن ابی حدرد کے حالات ہماری کتاب غزوۂ خیبر میں دیکھئے۔

مسلسل اپنے حافظے میں ان تمام معلومات کو مدوّن کرتا رہا جو ان ہوازنی فوجوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو پریشان کئے ہوئے تھیں۔

اور جب عبداللہ بن ابی حدرد نے سمجھا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کافی ضروری معلومات حاصل کر لی ہے تو وہ ہوازن کی ان فوجوں کے درمیان سے چپکے سے نکل آیا جو ہر قبیلہ سے ہزاروں کی تعداد میں اپنے سالار عام مالک بن عوف نصری کے پڑاؤ میں اس کی دعوت کو قبول کر کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے آئی ہوئی تھیں اور ہوازن (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں) ایک بڑا قبیلہ تھا جس کے بڑے بڑے بطون و قبائل تھے جو اپنے دیار میں جزیرہ کی عظیم مساحت میں فروکش تھے جو حجاز اور نجد میں متداخل تھی۔ پس یہ حجازی نجدی قبیلہ تھا۔

نبوی انٹیلی جنس کا آدمی (عبداللہ بن ابی حدرد) ہوازن کی بے شمار فوجوں کے درمیان سے چپکے سے نکل آیا اور اس نے مکہ کی جانب رُخ کیا جہاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

ہوازن کی جنگی حالت کے متعلق بیان

اور جب انٹیلی جنس کا آدمی ابن ابی حدرد مکہ پہنچا تو اس نے فوج کے سالار اعلیٰ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوازن کی فوج اور جو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے بارے میں تیاریاں کئے ہوئی تھی اس کے متعلق مفصل زبانی بیان دیا اور اس نے ہوازن کی عسکری پوزیشن کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جو بیان دیا اس میں یہ بھی کہا کہ ہوازن نے بیس ہزار فوج جمع کی ہے ۔۔۔۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بیان سے یہ بات اخذ کی کہ ہوازن نے اپنے

دیار اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر انتظار نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے بلکہ اپنے نوجوان سالار مالک بن عوف کے فریب کو قبول کرتے ہوئے خود مکہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور وہ وادی حنین میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج سمیت نہایت سرعت کے ساتھ مکہ سے نکلے تاکہ جنگجو ہوازن کے ساتھ آپ کی مڈبھیڑ مکہ سے باہر ہو حتیٰ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے (پوزیشن کی اہمیت کے پیش نظر) واقدی کے بیان کے مطابق، عیدالفطر سے دوسرے دن مکہ سے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کیا جیسا کہ عنقریب اس کتاب میں اسکی تفصیل بیان ہو گی انشاءاللہ،

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ

"جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے متعلق سُنا تو عبداللہ بن ابی حدرد کو ان کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ لوگوں میں شامل ہو کر ان کے ساتھ مقیم رہے تاکہ ان کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پھر آپ کے پاس ان کی خبر لے کر آئے، پس ابن ابی حدرد چلا گیا اور ان میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ اس نے جو کچھ انہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے جمع کیا تھا اس کے متعلق سُنا اور علم حاصل کیا۔ اور اس نے مالک بن عوف اور ہوازن کی پوزیشن کے متعلق بھی سُنا پھر اُس نے آکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے آگاہ کر دیا[۱]

ہوازن کا مکہ کی طرف مارچ

جب ہوازن نے اپنی تیاری مکمل کر لی اور اس کے بالائی علاقے میں

---

[۱] جلد ۴ صفحہ ۸۲، ۸۳

اس کی سب سے بڑی فوج کا اکٹھ مکمل ہو گیا تو اس کا نوجوان بادشاہ مالک بن عوف قبل اس کے کہ مسلمان اس کی طرف روانہ ہوں وہ اُسے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے مکہ کی جانب لے کر چل پڑا اور مالک بن عوف نے (اپنے جنگی منصوبے کے مطابق) اپنی فوج میں تمام ہوازنی قبائل کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹوں، عورتوں اور اموال کو بھی لے چلیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خوفناک منظر تھا، بیس[1] ہزار جانبازوں کے ساتھ کم ازکم اندازے کے مطابق ان سے تین گنا عورتیں بچے اور بوڑھے بھی تھے، گویا ہوازن نے تقریباً ۸۰ ہزار انسانوں جن کے ساتھ ۲۴ ہزار[1] اونٹوں اور لاکھوں بکریوں جن کا شمار نہیں ہو سکتا تھا کے ساتھ مکہ کی طرف مارچ کیا۔

ہوازن کے اکٹھ کا بڑا مرکز — وادی اوطاس

فوج میں شامل ہوازنی قبائل کے اکٹھ کا آخری مرکز وادی اوطاس تھا جو حنین کی ان بڑی وادیوں میں سے ایک ہے جو مکہ کے مشرق میں واقع ہیں اور جو الشرائع اور الزیمہ اور جبال کرا اور بنی مالک جو مکہ کے جنوب مشرق میں واقع ہیں کے درمیان وادی حنین میں گرتی ہیں اور جن کے نواح سے قبائل ثقیف (جو ہوازن کا ایک مشہور بطن ہیں) آکر اوطاس میں ہوازن کے بادشاہ اور سالارِ عام مالک بن عوف نصری کے ساتھ مل گئے تھے اور وہیں پر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹۴۳ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس (مطبوعہ اکسفورڈ)

ہوازنی فوج کی تعداد پورے بیس ہزار ہوئی تھی

اور ہوازن کی بڑی فوج نے مشرق سے مارچ کیا اور مالک کی کمان میں اوطاس میں پڑاؤ کر لیا اور حجاز کے مشرق میں دیار ہوازن میں بڑے اکٹھ کے مقام سے جو مختلف قبائل دُور رہتے تھے ان کی فوجیں پے در پے اوطاس میں آنے لگیں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ

"اور لوگ اوطاس میں اکٹھے ہو گئے اور پڑاؤ کیا اور ٹھہرے اور ہر جانب سے ان کے پاس فوجیں آنے لگیں۔"

درید بن الصمۃ — ہوازن کی فوج میں

اور درید بن الصمۃ، بنی جشم بن بجر بن معاویہ ابن ہوازن کا ایک مشہور جانباز اور سادات ہوازن میں سے ایک سردار تھا لیکن معرکہ حنین کے اکٹھ کے وقت اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی اور وہ جنگ کی قدرت نہ رکھتا تھا کیونکہ وہ اپاہج تھا جسے جنگ کرنا تو کجا، چل نہ سکنے کی وجہ سے ہودج یا آدمیوں کے کندھوں پر اٹھا کر لایا جاتا تھا۔ مگر عمر رسیدہ ہونے اور بڑھاپے کے باعث جنگ سے عاری ہونے کے باوجود درید (سوائے سماعت کے مفقود ہونے کے) اپنے تمام قوائے عقلیہ اور حواس سے بہرہ مند تھا۔

اور قبائلی سوسائٹی میں جہاں ہمیشہ جنگوں کی آگ شعلہ زن رہتی ہے وہ اپنے متواتر ایک سو بیس سالہ جنگی تجربات کے باعث حربی فنون اور عسکری سیاست میں اپنی ہوازنی قوم کا مرجع تھا اور وہ بلاشبہ تجربہ کار شہسوار، شاعر اور روشن دماغ مفکر سردار تھا۔

اور باوجودیکہ اُسے جنگ کرنے کی سکت نہ تھی، اس نے اور اُس کی قوم نے اس بات کو پسند کیا کہ وہ ہوازن کی جنگجو قوم میں شامل ہو، شاید وہ اسکے جنگی تجربات سے مستفید ہوں اور فوج نے اسے پالکی میں اُٹھالیا، اور اسے سالار بنالیا اور وہ اس اونٹ کو چلاتا تھا جو اُسے اُٹھائے ہوئے تھا یہانتک کہ فوج نے اوطاس میں پڑاؤ کرلیا۔

مطلق العنان سالارِعام نے درید بن الصمۃ کے تجربے سے فائدہ نہ اُٹھایا

اور ہوازن کے بادشاہ اور نوجوان سالار مالک بن عوف نصری نے درید بن الصمۃ کے جنگی اور فوجی تجربات سے جو اس نے ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک جسے اُس نے معرکوں کے بعد معرکوں میں گزارا تھا یہانتک کہ بڑھاپے نے اُسے اپاہج کردیا تھا، مستفید ہونا پسند نہ کیا۔

اور مالک بن عوف اپنی رائے کے بارے میں تجاوز کرنے والا، متکبر اور خود رائے تھا اور عنفوانِ شباب میں اُبھرتا ہوا نوجوان تھا اور شجاعت وجرأت اور دلیری میں ممتاز ہونے کے باوجود، غرور وتکبّر اور خود پسندی نے مالک کے لئے نتائج کے بارے میں سوچنے کے متعلق سب راستے بند کردیئے تھے۔ حالانکہ اس کے متعلق سوچنا ان پر مقدم تھا اور وہ اپنے غرور کے باعث نیز اس لئے کہ وہ عرب کے بہترین بیس ہزار جانبازوں کی قیادت کررہا ہے جن کے ساتھ اُن کی عورتیں، بچے اور اموال بھی ہیں اور ان کے آگے صرف بارہ ہزار جانباز ہیں جنھیں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں ہے (جیسا کہ اس نے اپنی قوم میں یہ بات مشہور کی اور انھیں دھوکہ دیا) .... گویا یوں اس نے مسلمانوں پر

ہوازن کی فتح کی ذمہ داری لے لی۔

اور جب ہوازن نے اس کے سر تاج شاہی رکھا اور وہ اس کی فوجوں کا سالار عام بن گیا تو وہ خود رائے ہو گیا اور اکیلا ہی منصوبہ بنانے لگا اور پھر مطلق العنان طریقے پر اسے نافذ کرنے میں جلدی کرنے لگا اور اس نے ہوازنی قبائل کے سرکردہ لوگوں اور عمر رسیدہ سرداروں سے مشورہ کرنے کے متعلق نہ سوچا جنہیں حوادث نے طویل سالوں میں تجربہ کار بنا دیا تھا بلکہ اس نے ان سب کو چھوڑ دیا اور انفرادی فیصلے کرنے لگا اور پھر سختی سے ان کی تنفیذ کا حکم دینے لگا، پس ہوازن نے اس کی نافرمانی نہ کی کیونکہ اُنہوں نے اُسے اپنی رضامندی سے اپنا بادشاہ اور اپنی فوجوں کا سالارِ عام مقرر کیا ہوا تھا .... ہاں بنی کعب اور بنی کلاب نے اس کی نافرمانی کی اور آغاز ہی میں اس کے احکام کی اطاعت سے انکار کر دیا .... اور اس کے انفرادی فیصلے کرنے اور استبدادی صورت میں جلدی سے اُنہیں نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی قوم کو ایک تباہ کُن شکست کی طرف لے گیا کہ اس جیسی شکست سے عربوں کی کسی قوم کو پالا نہ پڑا تھا۔

اور جن لوگوں کو اس نے درخور اعتنا نہ سمجھا تھا ان میں درید بن الصمۃ بھی تھا جو اپنے شدید بڑھاپے کے باوجود جس نے اسے اپاہج کر دیا تھا جنگوں کے حالات اور ان کی تدابیر اور فتح و شکست کے اسباب و وسائل کے بارے میں بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا کیونکہ وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک جنگوں میں شمولیت کرتا رہا تھا۔

یہ درید بن الصمۃ جو بہت بڑا ماہرِ جنگ تھا، مالک بن عوف نے اسے درخور اعتنا نہ سمجھا پس اُسے اس کے اونٹ پر سوار کر کے فوج میں لایا گیا

اور وہ اپنے بہرہ پن کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتا تھا کہ سالارِ عام مالک کیا کر رہا ہے اور وہ کس طرح فوج کو تیار کر رہا ہے اور اپنے دیگر متفقہ اُمور میں کیسے تصرف کر رہا ہے حتیٰ کہ درید بن الصمۃ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ سالار مالک نے فوج کے لئے لازم قرار دیا ہے کہ وہ وادی اوطاس کے سوا، اپنی عورتوں بچوں اور اموال کو اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ وہ اکٹھ کا بڑا اور آخری مقام تھا اور وہیں پر ہوازن کے تمام بطون کی فوجوں کا اکٹھ (کعب اور کلاب کے سوا) مکمل ہوا تھا۔

پس اس وادی میں جس میں مالک بن عوف ہوازن کے ساتھ کئی روز تک پڑاؤ کئے رہا، درید بن الصمۃ نے (گراں گوشی کے باوجود) ایک شدید شور سُنا جو اونٹوں، گدھوں اور بکریوں کی آوازوں سے پیدا ہو رہا تھا، نیز اُس نے عورتوں اور بچوں کی آوازوں کو بھی سُنا اور یہ ایک ایسی بات تھی، جس کی درید (تجربہ کار عسکری ماہر کی طرح) توقع نہیں کر سکتا تھا کہ ایک بیشمار فوج میں جو زندگی اور موت کے معرکہ میں حصہ لینے کے لئے مارچ کر رہی ہے یہ چیزیں بھی شامل ہوں گی اس لئے جب اس نے وادی اوطاس میں یہ خوفناک شور سُنا تو اس نے —— حیرت زدہ زبان میں کہا —— کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے، بکریوں کے ممیانے، بیلوں کے ڈکارنے اور چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازیں سُن رہا ہوں۔

اور تجربہ کار ماہر —— درید بن الصمۃ کی پالکی جب زمین پر رکھی گئی تو اُس نے اپنے ہاتھ سے زمین کو چھوا اور کہا، تم کس وادی میں ہو؟

اُنہوں نے کہا، اوطاس میں،

اس نے کہا، ہاں گھوڑوں کی جولانگاہ، جو نہ اونچی اور نہ نوکدار تیز

پتھروں والی اور نہ زیادہ مٹی والی نرم ہموار زمین ہے میں اونٹوں کے بلبلانے گدھوں کے رینگنے، بکریوں کے ممیانے، بیلوں کے ڈکارنے اور چھوٹے بچوں کے رونے کی آوازیں کیوں سُن رہا ہوں ؟

انھوں نے کہا، مالک ان کے بیٹوں، عورتوں اور اموال کو ہانک لایا ہے
اس موقع پر اُس نے ہوازن کے سخت اور طاقتور ترین اور جنگ میں زیادہ استقلال دکھانے والے دونوں قبیلوں کے موقف کے متعلق دریافت کیا اور کہا،

اے گروہِ ہوازن ! کیا تمہارے ساتھ بنی کلاب بن ربیعہ میں سے بھی کوئی آدمی ہے

اُنھوں نے جواب دیا، نہیں

پھر اُس نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ بنی کعب بن ربیعہ میں سے بھی کوئی آدمی ہے

اُنھوں نے جواب دیا، نہیں،

اُس نے کہا کہ اگر یہ کوئی اچھی بات ہوتی تو تم ان سے پہلے اس کی طرف سبقت نہ کرتے اور اگر یہ کوئی شہرت اور شرف کی بات ہوتی تو وہ اس سے تخلف نہ کرتے[1]

اور جب دو پہر کو پتہ چلا کہ کعب اور کلاب نے حنین میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت کرنے سے تخلف کیا ہے تو اس نے کہا کہ

خوش قسمتی اور تیزی غائب ہوگئی ہے، اگر رفعت و برتری کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب اس سے غائب نہ ہوتے اور میرا خیال ہے تم بھی وہی کچھ کروگے جو کعب اور کلاب نے کیا ہے[2]

پھر اس نے پوچھا، تم میں سے اس میں کون حاضر ہوا ہے ؟

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۸ [2] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱

انھوں نے کہا، عمرو بن عامر اور عوف بن عامر

اس نے کہا، یہ دونوں بنی عامر کے نوخیز جوان ہیں جو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی حربی نقطۂ نگاہ سے ان کی کوئی قیمت نہیں ہے[۱]

درید بن الصمّۃ کا فوج کو واپس جانے اور مسلمانوں کیساتھ جنگ نہ کرنے کی دعوت دینا

جب عمر رسیدہ تجربہ کار ماہر جنگ درید بن الصمۃ کو عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ لانے اور ہوازن کے اہم جنگی بازوؤں کعب اور کلاب کے پیچھے رہ جانے کی حقیقت سے آگاہی ہوئی تو اس نے ہوازن کے سرکردہ حضرات اور قبائل کے شیوخ سے تقاضا کیا کہ وہ بھی کعب اور کلاب کا سا عمل کریں اور مالک کی نافرمانی کریں اور مسلمانوں کے ساتھ تصادم سے قبل اپنے اپنے بلاد کو واپس چلے جائیں اس نے کہا،

اے گروہ ہوازن میری بات مانو اور واپس چلے جاؤ اور جو کچھ کعب اور کلاب نے کیا ہے وہی تم کرو ـــــ مگر ہوازن نے اس کی بات نہ مانی[۲]

اور جب ہوازنی فوج کے قبائل کے شیوخ اور سرکردہ حضرات نے درید بن الصمۃ کی پکار کا جواب نہ دیا جو سالار بن عوف کی نافرمانی کرنے اور مسلمانوں سے جنگ کئے بغیر واپس جانے کی دعوت دے رہا تھا، کیونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ متکبر، خودسر اور مغرور سالار مسلمانوں سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے، تو اس نے ایک نئی کوشش کی جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ہوازن کو شکست ہو تو وہ عورتوں اور بے شمار اموال کو اسلامی فوج کے

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۳ ص۱۷ [۲] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۸۹

ہاتھوں میں آنے سے بچا سکے۔

پس اس نے نوجوان سالارِ عام سے پوچھا کہ اس کی فوج کو عورتوں، بچوں اور اموال کو ساتھ لانے پر مجبور کرنے کا سبب کیا ہے، اس کے بعد اس نے اس کی رائے کو احمقانہ قرار دیا اور اپنی رائے کی اہمیت کو اس کے سامنے واضح کیا اس کے بعد اس نے اس کے سامنے ایک تجویز پیش کی اور اس سے تقاضا کیا کہ وہ ہوازن کی عزت کو بچانے کے لئے اس کی تنفیذ کرے جس کے متعلق تجربہ کار ماہر درید کو ذرا بھی شبہ نہ تھا کہ جب سالارِ عام عورتوں، بچوں اور اموال کو فوج کے ساتھ رکھنے پر اصرار کرے گا تو وہ کیچڑ میں پھنس جائے گی اور اس تجویز کا خلاصہ یہ تھا کہ سالارِ عام مالک بن عوف عورتوں، بچوں اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھجوانے کا حکم دیدے تاکہ معرکہ میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہو تو وہ مسلمانوں کی قید میں آنے سے بچ جائیں اور مالک، مسلمانوں کو گھوڑوں کی پشتوں پر ملے تاکہ شکست کی صورت میں ہوازن کم از کم نقصان اٹھا کر واپس ہوں لیکن مغرور مالک نے اس دفعہ بھی تکبر کیا اور ماہر جنگ (درید بن الصمہ) کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اور اصحابِ مغازی وسیر اور اصحابِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ جب مالک بن عوف فوج کے ساتھ ان کی عورتوں، بچوں اور اموال کو بھی لے آیا تو درید بن الصمۃ کو اس بات نے پریشان کر دیا کیونکہ درید کی نظر میں (ایک ذمہ دار فوجی سالار کی طرح جیسے ذمہ داری کا اندازہ ہوتا ہے) یہ ایک قسم کی خودکشی اور تہور تھا ایسا اقدام وہ شخص نہیں کرسکتا جو معرکوں کے نتائج کا اندازہ معرکوں سے قبل کرنے والا ہو، یہی وجہ ہے کہ درید بن الصمۃ نے بادشاہ اور سالار مالک کو بلایا اور جب مالک آیا تو ان دونوں کے درمیان یہ تیز

گفتگو ہوئی۔

درید ـــــ اے مالک! تو ایک کریم آدمی (یعنی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم) سے جنگ کر رہا ہے اور تو اپنی قوم کا رئیس بھی ہے اور یہ دن اپنے بعد کے زمانے کے لئے ایک حادثہ ہوگا .... اے مالک! کیا وجہ ہے کہ میں اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے رینگنے چھوٹے بچوں کے رونے اور بکریوں کے ممیانے کی آواز سُن رہا ہوں

مالک ـــــ میں لوگوں کے ساتھ ان کے اموال، بچوں اور عورتوں کو بھی لے آیا ہوں۔

درید ـــــ کیوں؟

مالک ـــــ میں نے ہر آدمی کے پیچھے اس کے اہل، مال، بچوں، اور عورتوں کو رکھنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ وہ ان کی جانب سے جنگ کرے۔

درید ـــــ (مذاق اور غصّے سے) بھیڑوں کے چرواہے کو جنگ سے کیا واسطہ، ـــــ یعنی مالک کو ـــــ پھر اس نے اپنے ہاتھ سے تالی بجائی پھر درید کہنے لگا، کیا شکست خوردہ کو کوئی چیز واپس لاتی ہے؟ اگر جنگ میں تجھے فتح ہوئی تو تجھے تلوار اور نیزے والا آدمی فائدہ دیگا اور اگر تجھے شکست ہوئی تو تُو اپنے اہل اور مال کے بارے میں رُسوا ہوگا

پھر اس کے بعد اس نے کہا،

اے مالک! تو نے ہوازن کی جماعت کو گھوڑوں کے سینوں کے آگے کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا، پس جو کچھ تو کر چکا ہے، کر چکا ہے۔ پس تو میرے اس منصوبے کا انکار نہ کر اور عورتوں، مالوں، بچوں کو ان کے علاقے کے محفوظ مقامات، اور ان کی قوم کے معزّز لوگوں کے

پاس پہنچا دے، پھر صباۃ[1] (یعنی مسلمانوں) سے گھوڑوں کی پشتوں پر جنگ کر، پس اگر تجھے فتح ہوئی تو یہ چیزیں تجھے مل جائیں گی اور تو اپنے اہل اور مال کو محفوظ کرلے گا۔

مالک ــــ (غضب و تکبر سے) خدا کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا اور جو کچھ میں نے کیا ہے اُسے تبدیل بھی نہیں کروں گا، تو بوڑھا ہوگیا ہے اور تیرا علم بھی بوڑھا ہوگیا ہے اور تیرے بعد وہ آدمی پیدا ہوا ہے جو جنگ کے بارے میں تجھ سے زیادہ بصیرت رکھتا ہے۔

درید ــــ اے گروہِ ہوازن! خدا کی قسم اس رائے میں تمہارے لئے کوئی بہتری نہیں، یہ شخص تمہاری کمزوریوں کے بارے میں تمہیں رُسوا کرنے والا اور تمہارے دشمن کو تم پر قابو دینے والا ہے اور تمہیں چھوڑ کر قلعہ ثقیف میں چلا جانیوالا ہے پس واپس چلے جاؤ اور اُسے چھوڑ دو۔

ہوازن کے سالار کا خودکشی کی دھمکی دینا

معلوم ہوتا ہے کہ تجربہ کار ماہر نے ہوازن کے بادشاہ اور سالار سے جو دانشمندانہ گفتگو کی اس نے فوج کے افسروں اور ہوازن کی فوج میں جو قبائل کے سرکردہ حضرات تھے ان پر اثر کیا اور وہ عورتوں

---

[1] الصباۃ، صابی کی جمع ہے، اور صابی اُسے کہتے ہیں جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو۔۔۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب آدمی مسلمان ہو جاتا تو اس آدمی کے متعلق کہا جاتا کہ وہ صابی ہوگیا اور عرب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی کہتے تھے کیونکہ آپ قریش کے دین سے اسلام کی طرف آگئے تھے، پس درید کی گفتگو میں صباۃ سے مراد مسلمان ہیں۔۔۔۔ دیکھئے لسان العرب

بچوں، اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف واپس کرنے کے لئے درید بن الصمۃ کے مشورے کو اختیار کرنے کی طرف مائل ہونے لگے اسلئے (اور مالک نے بھی محسوس کیا کہ اس کی قوم کے لیڈر کہتے ہیں کہ منطق اور صواب درید بن الصمۃ کے مشوروں میں پوشیدہ ہیں اور موافقت نے مالک کو اپنے تصرف میں ایک طرف کر دیا) نوجوان اوچھے سالار نے اپنے سامنے خودکشی کی دھمکی دینے کے سوا کوئی چارا نہ پایا اس نے کہا کہ اگر ہوازن نے اس کی اطاعت نہ کی اور درید بن الصمۃ کے مشورے سے صرفِ نظر نہ کیا تو وہ خودکشی کر لے گا۔

اور مالک نے (ہوازن کے سرکردہ لوگوں اور لیڈروں کے سامنے) اپنی تلوار سونت لی پھر اُسے اُلٹا کیا اور کہا،

اے گروہِ ہوازن، خدا کی قسم تم ضرور میری اطاعت کرو گے یا میں اپنی تلوار پر ٹیک لگاؤں گا یہاں تک کہ وہ میری پشت سے پار ہو جائیگی

اور مالک نے جنگ کے بارے میں درید کے ذکر اور مشورے کو ناپسند کیا، پس لوگوں نے باہم مشورہ کیا اور پوزیشن کا جائزہ لیا اور ایک دوسرے کے پاس گئے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر ہم نے مالک کی نافرمانی کی تو وہ نوجوان آدمی ہے اور وہ ضرور خودکشی کرلے گا اور ہم درید کے ساتھ باقی رہ جائیں گے جو بہت بوڑھا ہے جس میں جنگ کی طاقت موجود نہیں اور ایک سو ساٹھ سال کا ہے اور انھوں نے مالک کے ساتھ اتفاق کر لیا اور ہوازن نے درید کی مخالفت کی۔

اور جب درید نے دیکھا کہ وہ اس کے مخالف ہو گئے ہیں تو اس نے کہا، میں اس دن نہ حاضر ہوا ہوں اور نہ اس سے غائب ہوا ہوں

پھر کہنے لگا،

کاش میں اس جنگ میں نوخیز جوان ہوتا اور میں تیز اور دوگام چلتا اور میں دراز منہ گھوڑے کو چلاتا گویا وہ چھریرے بدن کی بکری ہے اور درید شہسواری اور شجاعت میں مشہور تھا اور ابھی وہ بیس سال کا نہیں ہوا تھا کہ وہ بنی جشم کا رئیس، سردار اور بہترین نسب والا تھا لیکن عمر نے اس کا کام تمام کر دیا تھا اور وہ درید بن الصمۃ بن بکر بن علقمہ بن جداعہ بن غزیہ بن جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن تھا۔[۱]

اس طرح نوجوان سالار اور ہوازن کا بادشاہ مالک بن عوف ہوازن کے شیوخ اور لیڈروں کو معرکہ میں حصہ لینے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور درید بن الصمۃ نے اُسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ ایک نئی کام جنگ ہوگی اور اس کے نتائج ہوازن کے لئے خوفناک اور پریشان کُن ہونگے کیونکہ مالک بن عوف نصری نے جس طریق سے فوج اکٹھی کی ہے اس میں سب سے زیادہ خطرناک بات عورتوں، بچوں، بکریوں، اونٹوں گدھوں اور ہوازن کی تمام مملوکات کو اکٹھا کر کے فوج کے ساتھ حنین کی طرف لے جانا ہے۔

مکہ سے نبوی جیش کا مارچ کرنا

ہوازنی فوج مسلسل مکہ کی طرف مارچ کرتی رہی مگر جب اس کے سالار عام مالک بن عوف کو

---

[۱] دیکھئے تاریخ طبری جلد۳ صہ ۷۱، ۷۲، مغازی الواقدی جلد۳ صہ ۸۸۷ تا ۸۸۹ جوامع السیرۃ صہ ۲۳۶، ۲۳۷، طبقات ابن سعد جلد ۲ صہ ۱۵۰ الکامل فی التاریخ جلد ۲ صہ ۱۷۷ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صہ ۸۱۱، ۸۱۲ البدایہ والنہایہ جلد۴ صہ ۳۲۴ سیرۃ ابن ہشام جلد۴ صہ ۸۱، ۸۲

اطلاع ملی کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے ہوازن سے مقابلہ کرنے کے لئے چل پڑے تو اُس نے اپنی فوج کے ساتھ وادی حنین میں پڑاؤ کرنے کا فیصلہ کر لیا، اس لئے کہ یہ جگہ وسعت اور طوالت کے لحاظ سے ان گھوڑوں کی جولانی کے زیادہ مناسب تھی جن پر مالک اور ہوازن کے قائدین بھروسہ کرتے تھے اور وہ کئی ہزار تھے اور اُس دَور میں گھوڑے سب سے اہم متحرک ہتھیار تھے جن پر جانباز بھروسہ کرتے تھے پس وہ اس زمانے کی بکتر بند گاڑیوں کے قائم مقام تھے۔

اور جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ انھوں نے اپنے دیار سے مکہ کی جانب مارچ کر دیا ہے تو آپ نے مکہ میں اپنی فوج کے جمع کرنے میں سرعت سے کام لیا اور قبل اس کے کہ ہوازن اپنی فوج کے ساتھ مکہ پہنچیں آپ اُسے ہوازن کے مقابلے کے لئے جلدی سے لے گئے اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حکیمانہ عسکری سیاست تھی جس کی اتباع کا اللہ تعالےٰ نے آپ کو الہام کیا تھا، جبکہ مشرکین کے ساتھ جیش نبوی کی ملاقات مکہ سے دُور اور باہر ہونا (کئی لحاظ سے) جیش نبوی کے لئے مکہ کے اندر یا اس سے قریب ہونے سے بہتر تھا۔

اس لئے کہ داخلی طور پر مکہ کی حالت پُرسکون نہ تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوجوں کو اس پر قبضہ کئے سترہ دن سے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا، اور مکہ بُت پرستی کا قلعہ تھا اور وہاں قریش کے وہ بڑے بڑے سردار رہتے تھے جنھوں نے اسلام کو ختم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑا تھا۔

اور جیش اسلام کے مکہ میں داخل ہونے اور ان کے جیش نبوی کی اطاعت کرنے اور اس کا مقابلہ نہ کرنے کا فیصلہ کرنا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اس بات

کو تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام ایک دین برحق ہے جس کے سامنے سرِتسلیم خم کرنا چاہیئے . . . . بلکہ اس کا باعث فوجی لحاظ سے جیش نبوی کے مقابلے کی عدم قدرت اور کمزوری تھا اور اگر قریش کو معلوم ہوتا اور وہ اپنے دل میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے اور انھیں دُور کرنے کی سکت پاتے تو وہ مقابلے کے منصوبہ پر عمل کرنے میں ذرا بھی نہ ہچکچاتے اور وہ ضرور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دُور کرنے اور ہٹانے کے لئے فوجی مقابلہ کرتے . . . . .
اس بات کی دلیل یہ ہے کہ جب قریش نے اپنے سردار ابوسفیان کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج سے ان کے لئے امان حاصل کرے اور ابھی آپ راستے ہی میں تھے اور مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے تو قریش نے ابوسفیان سے کہا، اس امان کا مفہوم یہ ہے کہ (تو ہمارے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے امان حاصل کرا دے آجا کہ وہ مکہ میں داخل ہو جائیں لیکن اگر تو آپ کے اصحاب میں کمزوری دیکھے تو ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے)

یہی وجہ ہے کہ جب جیش نبوی مکہ پر غالب آگیا تو بہت سے اہل مکہ نے اعلان اسلام کر دیا اور ایمان ابھی ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا تھا . . . اور اس حقیقت کا اظہار ان کے ایک سردار نے کیا جو معرکۂ حنین میں موجود تھا اس نے کہا (جب جنگ کے پہلے مرحلے میں مسلمانوں نے شکست کھائی) جادو بیکار ہو گیا ہے اور یہ شکست سمندر تک ختم نہ ہوگی۔

پس اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں قلعہ بند ہو جاتے اور ہوازن کے مقابلے میں گلیوں میں جنگ کرنے کے منصوبے پر بھروسہ کرتے تو آپ

کی اور آپ کی فوج کی پوزیشن خطرناک ہو جاتی ۔ کیونکہ بہت سے قریش پھر جاہلیت کو اختیار کر لیتے اور مکہ پر ہوازن کے حملہ کے موقع کو غنیمت جانتے اور وہ ایک قریشی فوج تشکیل کر کے مکہ کے اندر مسلمانوں کو مارتے ....
اور یہ احتمال بعید نہیں ہے اور ہر وہ سالار جو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم والی پوزیشن میں ہو، ضروری ہے کہ وہ (فیصلہ کن معرکے کا منصوبہ بنائے ہوئے) اس احتمال کو اپنے اندازے میں شامل رکھے ۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنے اور وہاں کے دو ہزار باشندوں کو فوج میں اپنے ساتھ لے جانے کا جو منصوبہ بنایا تھا وہ ایک دانشمندانہ منصوبہ تھا جس نے اُن اعلانِ اسلام کرنے والے شکی لوگوں کی مار سے جن کے دلوں میں ابھی تک اسلام داخل نہیں ہوا تھا کی آپ کی پشت کو محفوظ کر لیا، مثلاً وہ لیڈر جس نے حنین میں مرحلہ اوّلی مسلمانوں کی ہزیمت سے خوش ہو کر یہ بات کہی کہ

جادو بیکار ہو گیا ہے اور شکست سمندر تک ختم نہ ہوگی ۔

بلکہ اہل مکہ میں سے کئی لوگ اپنے شرک پر قائم رہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام میں داخل ہونے کے بارے میں مجبور نہیں کیا بلکہ انھیں آزادی دیدی جیسے صفوان بن امیہ وغیرہ ۔ اور یہ بات قائل کے احتمال کو مؤکد کرتی ہے کہ

جب مکہ میں ہوازن اور جیش نبوی کے درمیان معرکہ آرائی ہوتی تو اہل مکہ ہوازن کے ساتھ شامل ہو جاتے اس لئے (عسکری نقطۂ نگاہ سے) رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے نکلنا اور ہوازنی فوجوں کے ساتھ مکہ سے دور چٹیل میدان میں مقابلہ کرنا عین حکمت اور سیاسی دانائی

قرار پاتا ہے، آپ نے (ہوازن سے مقابلہ کے لئے نکلتے وقت) مکہ میں عتاب بن اسید کی کمان میں حفظِ امن و نظام کے لئے ایک چھوٹے سے دستے کے سوا کچھ باقی نہ چھوڑا اور جس دستے کو آپ نے چھوڑا وہ حفظِ نظام اور تمرد اختیار کرنے والے اور امن کو برباد کرنے والے کسی بھی شخص کی سرکوبی کے لئے کافی تھا خصوصاً اس لئے بھی کہ اللہ تعالےٰ نے جیشِ نبوی کے مقدس دارالخلافہ پر قابض ہو جانے کے بعد عوام قریش کے دلوں کو ہیبت اور رعب سے بھر دیا تھا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے عاریۃً ہتھیا لینا

اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہوازن سے مقابلے کے لئے مکہ سے باہر جانے کا فیصلہ کرلیا تو آپ اپنی فوج کے ضروری سامان جنگ کا جائزہ لینے لگ گئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس سامان میں کمی پائی جاتی ہے جس کی تکمیل ضروری ہے تاکہ آپ کی فوج کی ہتھیار بندی مکمل ہو جائے، کیونکہ فیصلہ کن معرکہ میں جس میں اسلام اور مسلمانوں کے انجام کا فیصلہ ہونا ہو، اس سے یہ بات مقدم ہے اور آپ کا دشمن تعداد کے لحاظ سے زیادہ اور بہتر ہتھیاروں کا حامل تھا اس لئے آپ نے اس جنگی سامان کے سرچشمے کے متعلق غور کیا جس سے آپ اپنی فوج کی مکمل ہتھیار بندی کرسکیں۔

صفوان بن اُمیہ مکہ کے بڑے لیڈروں اور سرمایہ داروں میں سے تھا اور ہتھیاروں کا مشہور ترین تاجر تھا اور باوجودیکہ مسلمان مکہ پر قابض ہو چکے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُسے امان دی جا چکی تھی وہ اپنے شرک پر قائم تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے

فتح یاب ہو کر واپس آئے تو وہ اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہو گیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیاروں کے سرچشمے کے متعلق تحقیق کی تاکہ اس کے ذریعہ اپنی فوج کو ضروری اشیاء بہم پہنچائیں تو آپ نے مکہ میں فقط دو سرچشمے پائے اور آپ نے آئندہ ہونے والے فیصلہ کن معرکہ کے لئے ان دونوں سے ضروری ہتھیار حاصل کئے اور یہ دو سرچشمے آپ کا عمزاد نوفل بن الحارث اور صفوان بن اُمیّہ تھے۔

اور صفوان بن اُمیہ (معرکہ حُنین تک) مکہ میں تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کی کہ اُنھیں ہوازن کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ میں شامل ہونے سے پہلے ہتھیاروں کی ضرورت ہے اور آپ نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ہتھیاروں کی مدد دے ...

آپ نے فرمایا،

"اے ابو اُمیہ ہمیں اپنے ہتھیار عاریۃً دیدو، کل ہم ان سے اپنے دشمن سے مقابلہ کریں گے۔"

صفوان نے کہا، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا آپ غاصبانہ طور پر ہتھیار لیں گے؟ آپ نے فرمایا، بلکہ عاریۃً لیں گے اور ان کی واپسی کے ذمہ دار ہوں گے، اس نے کہا اس میں کوئی حرج کی بات نہیں،

پس اس نے آپ کو سو زرہیں اور کافی ہتھیار (تلواریں اور نیزے) دیئے، اس موقع پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے مطالبہ کیا کہ وہ ہتھیاروں کو معرکہ کے مقام تک پہنچائے، آپ نے فرمایا،

"ان کے اُٹھانے میں ہمیں کفایت کرو"

پس صفوان اُنھیں اپنے اونٹوں پر لاد کر اوطاس لے گیا اور اُنھیں

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سُپرد کردیا، اور نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب (یہ بھی ہتھیاروں کے بڑے تاجروں میں سے تھا) نے معرکہ حنین میں تین ہزار نیزوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور یوم حنین کے روز جیش اسلامی نے نوفل بن الحارث کے نیزوں سے بڑا فائدہ اُٹھایا اور اس بات کی گواہی خود حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی۔ آپ نے نوفل سے فرمایا،

"میں تیرے نیزوں کو مشرکین کی پشتوں کو توڑتے دیکھ رہا ہوں"

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اہلِ مکہّ سے مال قرض لینا

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو بزورِ قوت فتح کیا تھا اور آپ کی استطاعت میں تھا ـــــ مکہ کے اطاعت کر لینے کے بعد ـــــ کہ آپ (غالب فاتح کی طرح) مکہ کے مغلوبین سے جو مال اور ہتھیار چاہتے لے لیتے۔

باوجودیکہ حربی دستور اس بات کے مقتضی ہیں کہ فاتح، شکست خوردہ دشمن کے ہیڈکوارٹر سے تمام ہتھیار قبضہ میں کر سکتا ہے مگر فاتح رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف انہی ہتھیاروں پر قبضہ کیا جنھیں بعض قریشی دستے جنھوں نے ابوسفیان کے حکم کی نافرمانی کی تھی اور جیش نبوی کے مکہ میں داخلہ کے وقت اس کا مقابلہ کر کے شکست کھائی تھی گلیوں میں پھینک گئے تھے۔

اور مکہ کے گھروں میں جو ہتھیار جمع تھے خواہ وہ تجارت کے لئے تھے یا خاص استعمال کے لئے تھے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے کسی چیز کے لینے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی فاتح جیش اسلامی کی جانب سے

شکست خوردہ قریشیوں کے کسی گھر میں ہتھیاروں کی تلاش کے لئے داخل ہوکر انھیں حاصل کرنے کی کوئی کاروائی ہوئی ہے۔

اور ہم معلوم کر چکے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ الجمحی سے کس طرح عاریۃً ہتھیار لئے (اور وہ مکہ کے عظیم مشرک لیڈروں میں سے تھا) اور جب صفوان نے آپ سے پوچھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ غاصبانہ طور پر ہتھیار لیں گے؟ تو آپ نے فرمایا، بلکہ عاریۃً لیں گے، اوران کی واپسی کے ذمہ دار ہوں گے۔

اسی طرح اموال کا معاملہ ہوا، جس وقت جیش نبوی نے مکہ پر قبضہ کیا اُس وقت اُسے مال کی شدید حاجت تھی اور باوجود اس حالت کے، اور باوجود ایک فاتح فوج ہونے کے، جو اس وقت کے لحاظ سے بلاد عرب کے سب سے بڑے شہر پر قابض تھی، یہ فوج (اپنے سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق) ایک درہم یا اہل مکہ کے اموال میں سے جبر و قوت کے ساتھ کسی ایک چیز کے لینے سے بھی رُکی رہی۔

اور فاتح سالار رسول نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے بعض سپاہیوں کو فقر و فاقہ اور تنگدستی نے آلیا ہے تو آپ نے مفتوحہ مکہ کے سرمایہ داروں سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو اپنے اموال میں سے کچھ قرضہ دیں تاکہ آپ اس سے فوج کے بعض سپاہیوں کی تنگی کو ہلکا کر سکیں، جو آپ کے اصحاب میں شامل تھے اور جب وہ اس کی ادائیگی کی سکت پائیں گے تو اُنھیں واپس کر دیں گے، پس مکہ کے سرمایہ داروں نے آپ کو ڈیڑھ لاکھ درہم قرض دیا، جسے آپ نے معرکہ حنین کے بعد شکریہ کے ساتھ اُنھیں واپس کر دیا،

اور یہ کاروائی فاتح سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ خلق ہے جس کو

شرافت و پاکیزگی، پاکدامنی اور عسکری شرف اور سول انصاف کے لحاظ سے
دنیا کے سالاروں میں سے کوئی ایک سالار بھی آج تک نہیں پہنچ سکا۔

حالانکہ یہ بات آپ کے بس میں تھی (اپنے پیچھڑ دشمن پر غالب فاتح
کی طرح) کہ آپ ان اہلِ مکہ سے جنہوں نے آپ اور آپ کی دعوت کے خاتمہ
کے لئے ہر وسیلے کو آزمایا تھا، بزور مطالبے کے طریق پر جو مال بھی چاہتے،
لے لیتے، مگر آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کی، لیکن اس میں حیرت کی کوئی بات
نہیں، کیونکہ آپ بشریت کی آزادی کے لئے تشریف لائے تھے اُسے دبانے
اور ذلیل کرنے کے لیے نہیں آئے تھے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم نے فتح کے سال پیغام
بھیجا اور عبداللہ بن ربیعہ سے چالیس ہزار درہم قرض لیا تو اس نے آپ کو
قرض دیدیا اور جب اللہ تعالے نے آپ کو ہوازن پر فتح دی اور ان کے اموال
آپ کو غنیمت میں دیئے تو آپ نے یہ درہم واپس کر دیئے اور فرمایا، قرضہ کی جزا
شکریہ ہے۔ نیز فرمایا، اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے مال و اولاد میں برکت دے

اور واقدی نے ایک اور مقام پر بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار درہم اور صفوان بن اُمیہ سے
پچاس ہزار درہم قرضہ لیا اور اُنھیں اپنے کمزور صحابہ میں تقسیم کر دیا۔

مکہ سے حُنین کیطرف جیش نبویؐ کے مارچ کرنیکی تاریخ

مورخین بیان کرتے ہیں کہ
رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد پندرہ روز قیام کیا، پھر آپ
نے اپنی فوج کے ساتھ ۷ شوال ۸ھ کو حنین کی طرف مارچ کیا اور اسی سال
کے ماہِ رمضان میں مکہ فتح ہوا تھا،

واقدی اپنے مغازی میں بیان کرتا ہے،

" مؤرخین کہتے ہیں کہ مکہ ۲۰ ؍ رمضان کو جمعہ کے روز فتح ہوا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں پندرہ راتیں قیام کیا، آپ دو رکعت نماز پڑھتے تھے پھر آپ ہفتہ کے روز جبکہ شوال کے چھ دن گزر چکے تھے حنین کو چلے گئے[1]"

اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۳ ؍ رمضان کو مکہ فتح ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں ٹھہر کر سترہ دن قصر نماز پڑھتے رہے[2]

مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب

جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو ہتھیار بند کرنے اور اُسے اکٹھا کرنے کا کام مکمل کر لیا اور مکہ سے مارچ کرنے کا فیصلہ کر لیا تو آپ نے ایک فرمان جاری کیا جس کے بموجب قریش کے صادق الاسلام جوانوں میں سے ایک کو مکہ کا امیر مقرر کیا تاکہ وہ آپکی غیر حاضری میں اس کے معاملات کا انتظام کرے اور جس نوجوان کو حضور علیہ السلام نے اہلِ مکہ پر امیر مقرر کیا اس کا نام عتاب بن[3] اسید تھا اور یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۹، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۳، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۴۳ وصفحہ ۹۸۸ [2] دیکھئے مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۹

[3] عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی جس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی اور بعض کا قول ہے کہ ابو محمد تھی، یہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے، قبولیت اسلام کے وقت نوجوان تھے اور ان کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی، بہت اچھے مسلمان تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان پر اعتماد کیا (باقی اگلے صفحہ پر)

ایک انتظامی دستور تھا کہ جب آپ مدینہ کو چھوڑتے تو اپنے مدینہ واپس آنے تک اس پر اپنا ایک نائب امیر مقرر کرتے اور حضرت عتاب بن اُسید حنین سے واپسی کے بعد اور مکہ چھوڑ کر مدینہ واپس جانے تک بھی مکہ کے امیر رہے بلکہ حضرت عتاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مکہ کے امیر رہے اور آپ ہی نے (سہیل بن عمرو کے اشتراک سے) اہلِ مکہ کو دھمکایا کہ اگر انہوں نے اسلام سے ارتداد اختیار کیا تو انھیں قتل کر دیا جائے گا، اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اکثر عرب مرتد ہو گئے تھے اور مکہ میں یہ افواہیں پھیلی ہوئی تھیں کہ مکہ کے کچھ عناصر اسلام سے خروج کرنے کے بارے میں غور و فکر کر رہے ہیں، پس سہیل بن عمرو نے منبر پر چڑھ کر فرمایا،

"اے اہلِ مکہ! تم لوگ اسلام لانے کے لحاظ سے آخری، اور ارتداد اختیار کرنے کے لحاظ سے پہلے آدمی نہ بنو"۔

اور حضرت عتاب بن اسید نے فرمایا،

"جو شخص مسجد میں نماز میں حاضر ہونے سے پیچھے رہا ہم اُسے قتل کر دیں گے"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دیگر ساداتِ مکہ پر انھیں مقدم کیا کیونکہ آپ نے ان میں دینی متانت اور پختگی عزم کا مشاہدہ کیا تھا، حضور نے انھیں جبکہ آپ حنین میں مشرکین کے مقابلے کے لئے گئے مکہ کا امیر مقرر کیا اور حضرت اسید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر مکہ کے امیر رہے اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنی وفات تک انھیں برقرار رکھا، ابن الاثیر اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ عتاب، دانشمند، صالح اور فاضل آدمی تھے اور عتاب وہ ہیں جنھوں نے ۸ھ میں مسلمانوں کے ساتھ حج کیا اور مشرکین نے اپنے مشرکانہ طریق پر حج کیا اور حضرت عتاب کی وفات اس وقت ہوئی جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق نے وفات پائی

حنین کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کی تعداد

اور جب ۸ھ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اپنی فوج کے اکٹھ اور اس کی تیاری کو مکمل کر لیا تو اس کے ساتھ حنین کی طرف مارچ کر گئے جس کے متعلق ہوازن نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان فیصلہ کن معرکہ کا مقام ہو اور حنین کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کی تعداد بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی جن میں دس ہزار جانباز اہلِ مدینہ اور قبائل عرب کے مختلف عناصر کے تھے جنہوں نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا اور دو ہزار اہلِ مکہ میں سے فتح کے بعد مسلمان ہونے والے لوگ تھے[1]۔ اور ان میں کچھ وہ لوگ بھی تھے جو معرکہ کے اختتام تک اپنے شرک پر قائم تھے (جیسے صفوان بن اُمیہ) اور اہلِ مکہ میں سے بعض ایسے لوگ بھی جیش نبوی میں شامل تھے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ جب مسلمانوں کو فتح ہو تو وہ غنیمت میں شریک ہوں اور جب معرکہ میں ناکامی ہو تو وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے اپنے دل کو ٹھنڈا کریں بلکہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جب جنگ کے پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو وہ صفوان بن اُمیہ کو جو ابھی تک مشرک تھا خوشخبری دینے کے لئے آئے تو صفوان نے اُنہیں ڈانٹا اور بتایا کہ وہ ہوازن کے کسی آدمی کی حکومت کی بجائے اپنے اوپر قریش کے کسی آدمی کی سرداری کو ترجیح دیتا ہے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کے آدمی نکلے اور ان میں کسی نے قرض کے سوا کوئی چیز نہ چھوڑی وہ سوار اور

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۸۹، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۷۴، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص ۸۳، جوامع السیرۃ ص ۲۳۸

پیادہ حالت میں دیکھتے تھے کہ فتح کسے ہوتی ہے اور وہ غنائم حاصل کرتے ہیں اور وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے جنگ کو ناپسند کرتے تھے اور ابو سفیان بن حرب بھی لشکر کے پیچھے پیچھے چلا۔ اور جب وہ کسی گری ہوئی ڈھال یا نیزے یا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامان کے پاس سے گزرتا تو وہ اُسے اُٹھا لیتا، حالانکہ تیر ان کے ترکش میں موجود تھے یہاں تک کہ اُس نے اپنے اونٹ کو گراں بار کر دیا اور صفوان بن اُمیہ بھی نکلا اور وہ اسلام نہیں لایا تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ مدت میں تھا پس وہ لوگوں کے پیچھے مضطرب ہو گیا اور حکیم بن حزام، حویطب بن عبد العزیٰ سہیل بن عمرو، ابو سفیان بن حرب، حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ بھی اس کے ساتھ تھے اور دیکھ رہے تھے کہ کسے فتح ہوتی ہے وہ لوگوں کے پیچھے مضطرب ہو گئے اور لوگ جنگ کر رہے تھے، پس صفوان بن اُمیہ کے پاس سے ایک آدمی گزرا اور کہنے لگا،

"اے ابو وہب مبارک ہو، محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اصحاب شکست کھا گئے ہیں"۔

تو صفوان نے اُسے کہا،

"اگر میں محکوم ہوا تو مجھے ہوازن کے حاکم کی بجائے قریش کا حاکم زیادہ محبوب ہے"۔

خود پسندی کے عواقب کا ضرر

فتح مکہ کے بعد، معنوی اور عسکری نقطہ نگاہ سے مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو گیا۔۔۔ معنوی نقطہ نگاہ سے مکہ اسلامی فوج کے قبضہ میں آجانے کے بعد جزیرہ نما عرب پر اسلام کا اقتدار، مطلق اقتدار کی

کی طرح ہوگیا کیونکہ مکہ کو تمام جزیرہ کا دارالخلافہ سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ وہ عربوں کے درمیان نظریاتی اختلافات کے باوجود ایک دینی مرکز تھا۔

اور عسکری نقطۂ نگاہ سے فتح مکہ کے بعد، اسلام کے لئے ایک جنگی فوج جمع ہوگئی تھی جس جیسی فوج جب سے کہ اس دین کا سورج طلوع ہوا تھا اسلام کے جھنڈے تلے نہیں آئی تھی۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان میں بارہ ہزار جانبازوں نے حنین کی طرف مارچ کیا اور جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ قبل ازیں اتنی تعداد کبھی بھی مسلمانوں کے لئے جمع نہیں ہوئی اور یہ کثرت، اس فوج کی کثرت تھی، جس جیسی کثرت قبل ازیں مسلمانوں نے اپنی عسکری تاریخ میں نہیں دیکھی تھی، اور یہ کثرت جیش نبوی کے بعض محارب قبائل کے لئے خود پسندی کا باعث بن گئی اور بعض کے نزدیک یہ خود پسندی فریب کی حد تک پہنچ گئی، اور فریب کا پہلا ثمر دشمن کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے اور جنگ کی حالت میں دشمن کو حقیر سمجھنے کا سب سے خطرناک ثمر، دشمن کے مقابلے میں ضروری احتیاطوں کے اختیار کرنے میں تساہل کرنا ہوتا ہے اور تساہل اور احتیاط نہ کرنا بعد ازاں اس شکست اور انتشار تک پہنچاتا ہے جس کی تساہل کرنے والے اور خود پسندی کرنے والے توقع بھی نہیں کرسکتے۔ اور جیش نبوی کی صفوں میں عملاً یہی کچھ ہوا اور اپنی کثرت پر ناز نے اُسے اس یقین تک پہنچا دیا کہ ہوازن پر اس کا غالب آنا ایک ایسا امر ہے جو تمام ہوچکا ہے اور اس خیال نے ہوازن اور ان کی خونخوار، تجربہ کار اور منظم افواج کو حقیر سمجھنے تک پہنچایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو حنین میں شکست ہوگئی اور اگر اللہ تعالیٰ سالار اعلیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی چھوٹی سی جماعت

کو ثبات نہ بخشتا، جو بُری شکست کی گھڑی میں ثابت قدم رہی تو قریب تھا کہ یہ شکست مہلک اور تباہ کن صورت اختیار کر جاتی، اس امر نے شکست خوردہ مسلمانوں کی تنظیم کو دوبارہ قائم کر دیا جسے اُنھوں نے پہلے حملے کے وقت کھو دیا تھا جب فجر کی تاریکی میں ہوازن کے گھاتی گھاٹیوں میں سے اُن پر ٹوٹ پڑے تھے جنھیں ان کے نوجوان سالار اور شجاع بادشاہ مالک بن عوف نے وہاں نظم و مرتب کیا ہوا تھا۔

پس پہلے حملے کے وقت جب اللہ تعالیٰ نے اُنھیں شکست سے آزمایا تو اس کے بعد جنگ کا ترازو جیشِ نبوی کے حق میں ہو گیا اور وہ شکست جس نے جیشِ اسلامی کی جمعیت کو پریشان کر دیا (حتیٰ کہ بعض شکست خوردہ مکہ کے قریب پہنچ گئے) اس سے جنگ کا ترازو تباہ کن فتح تک پہنچ گیا جو حربی نقطۂ نگاہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی کامیابی تھی جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ان زبردست تُند خو اور جنگجو افواج پر ظفر کرتے ہوئے جن سے وادیٔ حنین میں آپ کا تصادم ہوا تھا عہدِ نبوی کے کسی معرکے میں حاصل کیا تھا، کیونکہ ہوازنی افواج بیس ہزار جانبازوں سے کم نہ تھیں جبکہ جیشِ اسلامی بارہ ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھا۔

فوج کی کثرت پر ناز کرنے کی بات

جیشِ نبوی کے کچھ عناصر نے کچھ ایسی باتیں کیں جو اس فوج کی کثرت پر فخر و ناز اور فریب کی آئینہ دار تھیں، اور کثرت پر ناز کرنے کے نتیجہ میں بعض دلوں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں غفلت پیدا ہو گئی پس اللہ تعالےٰ نے اُنھیں شکست سے سزا دی۔

اور کتبِ تفسیر، سیر اور تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار جانبازوں کے ساتھ مکہ سے نکلے تو آپ کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے (خود پسندی کے لہجہ میں) کہا،

"اگر ہم بنی شیبان سے مقابلہ کرتے تو وہ ہم پر فخر نہ کرتے اور نہ آج کوئی قلت کی وجہ سے ہم پر غالب آتا"

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا،

"یا رسول اللہ! قلت کی وجہ سے آپ ہرگز مغلوب نہیں ہونگے"[۵۱]

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمانوں کی کثرت نے انھیں اس حد تک خود پسند بنادیا کہ ان میں سے بعض کے دلوں میں فریب پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے جنگ کے پہلے مرحلہ میں انھیں شکست ہوگئی اور اس حقیقت کو مکمل فصاحت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان کیا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ ... ...

... ...

... ...

... ...

... ... غَفُورٌ رَّحِيمٌ[۵۲]

---

۵۱ مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۸۸۹، ۸۹۰ و تفسیر طبری جلد ۱۴ صـ ۱۷۹، ۱۸۰

۵۲ توبہ صـ ۲۵ - ۲۶ - ۲۷

ترجمہ : تحقیق اللہ نے بہت سے جنگ کے میدانوں میں تمہاری مدد کی اور حنین کے روز بھی جب تمہیں تمہاری کثرت نے خود پسند بنادیا تھا پس وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر اپنی سکینت نازل کی اور ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کفار کو عذاب دیا اور یہ کفار کی جزا ہے ، پھر اس کے بعد اللہ جسے چاہے گا اپنے فضل وکرم سے نوازے گا اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

علامہ سید قطب اپنی کتاب "فی ظلال القرآن" میں بیان کرتے ہیں -

" پھر یاددہانی سے جذبات کو چھیڑا اور اس واقعہ کا ایک پہلو پیش کیا جسے مسلمانوں نے جبکہ وہ حنین کے قریب تھے زندہ رکھا ہوا تھا جس روز تعداد اور سامان کی کثرت سے متأثر ہو کر کچھ وقت کے لئے مسلمانوں کے دل خدا تعالی سے غافل ہو گئے تھے تاکہ مؤمنین سمجھ لیں کہ محض خدا کے لئے جدوجہد کرنا اور اس سے پختہ تعلق رکھنا ہی فتح کا وہ سامان ہے جو انھیں اس وقت بے یارو مددگار نہ چھوڑے گا جب انھیں تعداد اور سامان کی کثرت بے یارو مددگار چھوڑ دے گی - نیز جس وقت اولاد ، مال اور بھائی انہیں چھوڑ دیں گے "۔

پھر کہتے ہیں (قرآن کریم نے مسلمانوں کے اپنی کثرت پر ناز کرنے کے جو نتائج بیان کئے ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) نص معرکہ کو اس کے مادی مشاہد اور شعوری اثرات کے مطابق دوبارہ پیش کرتی ہے -

إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ ....

.... مُّدْبِرِيْنَ٥

پس کثرت پر ناز کرنے کے اثر سے روحانی شکست کے زلزلہ تک اسقدر تنگ دلی پیدا ہوئی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ساری زمین حسی شکست، پشت دیکر بھاگ جانے اور ایڑیوں کے بل بھر جانے تک ان پر تنگی اور سختی کر رہی ہے (ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ٥) گویا سکینت ایک چادر تھی جو نازل ہو کر پریشان دلوں کو ثبات اور بھڑکے ہوئے جذبات کو سکون بخش رہی تھی (وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا) پس ان کی کیفیت دماہیت معلوم نہیں ہو سکتی ـــــ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ـــــ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا) اور اس نے قتل و قید اور سلب و ہزیمت سے کفار کو سزا دی اور یہی کفار کی جزا ہے۔

جاہلیت کا بقیہ اثر، ذات انواط کا مطالبہ

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ مکہ سے ۷ شوال سنہ ۸ ھ کو ہوازن کے مقابلہ کے لئے حنین کی جانب مارچ کیا تھا اور آپ کی فوج میں بارہ ہزار جانباز تھے ـــــ جن میں دو ہزار اہلِ مکہ کے حدیث الاسلام تھے اور ان میں سے بہت سے آدمی کلیتہً جاہلیت کے معتقدات سے الگ نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کے دلوں میں ابھی تک بُت پرستی کے تصوّرات کے اثرات راسخ تھے کیونکہ ان کے شرک و بت پرستی کا زمانہ قریب ہی تھا۔

اور ان اثرات کی ایک بات یہ ہے کہ جیش نبوی میں سے کچھ لوگوں نے جو حدیث الاسلام تھے اور ابھی تک انہوں نے اسلام کی پوری تعلیم حاصل نہیں کی تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے ایک مطالبہ کو پورا کریں .... اور اس کا پورا کرنا عین شرک اور بُت پرستی تھا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مکہ اور حنین کے درمیان مارچ کر رہے تھے تو فوج ایک بہت بڑے سرسبز درخت کے پاس سے گزری جس کی قریش اور دیگر عرب تعظیم کیا کرتے تھے، اس درخت کو "ذات انواط" کہا جاتا تھا، اور اس موقع پر (جب انھوں نے مذکورہ درخت کو دیکھا) ان میں سے بعض نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی ان کے لئے اس درخت کی طرح ایک درخت مقرر کردیں اور وہ اس کی اسی طرح تعظیم کریں گے جیسے مشرکین ذات انواط کی تعظیم کرتے ہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرا مناتے ہوئے فرمایا، اللہ اکبر اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہی تھی کہ

اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝

ہمارے لئے بھی ان کے معبودوں کی طرح معبود بنادو فرمایا بلاشبہ تم جاہل قوم ہو۔ یہ وہ طریقے ہیں اور تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کو اپناؤ گے۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے اور مجھے ابن شہاب زہری نے سنان ابن ابی سنان الدولی سے بتایا ہے اور اس نے ابو واقد اللیثی سے روایت کی ہے کہ حارث بن مالک نے کہا کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی طرف گئے اور ہم نے نیا نیا جاہلیت کو چھوڑا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ حنین کی طرف گئے اور قریش کے کفار اور دیگر عربوں کے لئے ایک بہت بڑا سرسبز درخت تھا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، وہ ہر سال اس کے پاس آتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے اور اسکے پاس

قربانیاں کرتے تھے اور ایک دن اُسکے پاس ٹھہرتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے ایک بہت بڑی سرسبز بیری دیکھی، پس ہم نے راستے کے گوشوں سے آواز دی، یا رسول اللہ! ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر کردیجئے جیساکہ ان کے لئے ذات انواط ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ اکبر، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ کو کہی تھی کہ

اجعل لنا الٰھًا کما لھم اٰلھۃ قال انکم قوم تجھلون ۝

یہ وہ طریقے ہیں اور تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں کو اپناؤ گے[1]

اور عکرمہ کی ایک روایت میں جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے بیان ہوا ہے وہ کہتے ہیں کہ ذات انواط ایک بہت بڑا درخت تھا اور اہلِ جاہلیت اُس کے پاس قربانیاں کرتے تھے اور ایک روز اس کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور ان میں سے جو اس کا قصد کرتا اپنی چادر اس کے پاس رکھ دیتا اور اس کی تعظیم کی خاطر چادر کے بغیر اس کے پاس جاتا پس جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین کی طرف جاتے ہوئے اُسکے پاس سے گزرے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگوں نے کہا جن میں حارث[2] بن مالک بھی شامل تھا، یا رسول اللہ! ہمارے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صہ ۸۴-۸۵ [2] الحارث بن مالک قیس بن عوذ بن جابر بن عبد مناة بن شجع الکنانی البکری اللیثی جو ابن البرصاء کے نام سے مشہور ہے، ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ حجازی ہے جو مکہ میں مقیم ہو گیا تھا اور بعض کا قول ہے کہ وہ کوفہ میں اُترا تھا اور بہت سے تابعین نے اس سے حدیث کی روایت کی ہے جن میں عبید بن جریج اور الشعبی شامل ہیں اور اس سے الشعبی لے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے فتح مکہ کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ قریش آج کے بعد قیامت تک منسوخ نہیں ہونگے

لئے بھی ایک ذات انواط مقرر کر دیجیے جیساکہ ان کے لئے ذات انواط ہے ۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار اللہ اکبر کہا، اور فرمایا،

"یہی کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا"[1]

حنین کی طرف جاتے ہوئے رسول کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کرنیکی کوشش

ہر جنگ میں (اور خصوصاً ان قدیم جنگوں میں جنہیں سالارِ فوج کا قتل اس کی فوج کی شکست کا بڑا سبب بن جاتا تھا) دونوں فوجیں اس فوج کے سالار سے نجات حاصل کرنے کے بارے میں سوچتی ہیں جس کے ساتھ گتھم گتھا ہونے کا فیصلہ ہوجاتا ہے تاکہ وہ اس کے قتل سے اس کے سپاہیوں کے حوصلے کو کمزور کردے اور یہ کوئی مستبعد امر نہیں کہ ہوازن کے بادشاہ اور اسکی فوجوں کے سالار عام نے اس بارے میں بھی سوچا ہو، پس اس نے جنگ چھڑنے سے قبل سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کی تنفیذ کا کام اپنے ایک با اعتماد آدمی کے سپرد کیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مشرکین میں سے ایک آدمی —— جس کا نام انھوں نے بیان نہیں کیا —— چپکے سے اس مقام پر پہنچ گیا جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کو جاتے ہوئے راستے میں سوئے ہوئے تھے اور وہ جلدی سے نبوی محافظوں سے بھی آگے چلا گیا اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا اس وقت پتہ چلا جب وہ مشرک آدمی آپ کے سر پر تلوار سونتے کھڑا تھا اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سوئے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۸۹۱

ہوئے تھے اور آپ کے ہتھیار آپ سے دُور پڑے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے اس خطرناک کوشش کو ناکام بنادیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے شر سے نجات دی، پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے محافظوں کو آگاہ کیا تو انہوں نے متسلط مشرک کو گرفتار کرلیا اور اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس بات سے منع فرمایا۔

ابوبردہ بن نیار بیان کرتا ہے اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقربین میں سے تھا کہ

جب ہم اوطاس کے ورے تھے تو ہم اُترے اور ہم نے ایک عظیم درخت کو دیکھا پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے نیچے اُترے اور آپ نے اپنی تلوار اور ڈھال اس کے ساتھ لٹکادی، وہ بیان کرتا ہے کہ میں آپ کے قریب ترین صحابہ میں سے تھا پس مجھے آپ کی آواز نے گھبرا دیا، آپ نے فرمایا، اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا لبیک اور میں سرعت کے ساتھ آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ یہ آدمی آیا اور اس نے میری تلوار سونتی اور پھر اُسے لیکر میرے سر پر کھڑا ہوگیا، تو میں گھبرا گیا اور یہ کہنے لگا، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آج تجھے مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے جواب دیا، اللہ، ابوبردہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی تلوار کی طرف لپکا اور میں نے اُسے سُونت لیا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی تلوار نیام میں کرو۔ وہ بیان کرتا ہے میں نے عرض کیا،

---

[1] ابوبردہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

یا رسول اللہ مجھے اس دشمنِ خدا کو قتل کرنے دیجئے، یہ مشرکین کا جاسوس ہے آپ نے مجھے فرمایا، اے ابو بردہ خاموش ہو جا، وہ بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نہ اُسے کوئی بات کہی اور نہ سزا دی وہ بیان کرتا ہے کہ میں فوج میں آوازیں دینے لگا تاکہ لوگ اُسے دیکھ لیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بغیر ہی کوئی آدمی اُسے قتل کر دے رہی میری بات تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کے قتل سے روک دیا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، اے ابو بُردہ اس شخص کو بھول جا، وہ بیان کرتا ہے کہ پس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا تو آپؐ نے فرمایا،

اے ابو بردہ! جب تک اللہ تعالےٰ اپنا دین تمام ادیان پر غالب نہ کر دے وہ میرا محافظ ہے[۵۱]

جیشِ نبوی کے متعلق ہوازنی جاسوسوں کے بیانات

جیسا کہ ہر جنگ میں یہ عام دستور ہے کہ دشمن کے مختلف شعبوں کے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنا ایک ایسا امر ہے جسے ہر ذمہ دار سالار دشمن کے مقابلے کے لئے اپنے منصوبوں، اندازوں اور تیاریوں میں مقدم رکھتا ہے۔ اس اصول کے مطابق (جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا) جس وقت آپؐ نے اپنے جاسوسوں کو ہوازن کی فوج کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا تو ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری نے

---

۵۱ مغازی الواقدی جلد ۳

بھی بعینہ یہی کام کیا اور جب مسلمانوں نے وادیٔ حنین کی طرف سبقت کر کے پڑاؤ کر لیا اور اُسے مکہ سے ان کے سادپج کرنے کا علم ہوگیا تو اسکے بعد اس نے اپنے فوجی جاسوسوں کو جیشِ نبوی کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا کہ وہ جیشِ نبوی کے متعلق اہم اور ضروری معلومات لیکر ہوازنی افواج کے سالارِ عام کے پاس آئیں جو ایک فیصلکن معرکے کے دروازے پر کھڑا تھا اور جس کے نتائج پر بُت پرستی کے انجام کا مکمل فیصلہ ہونا تھا۔ پس مالک بن عوف نے تین جوانوں کو منتخب کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی فوج کی قوت کی معلومات کے لئے جاسوسی کی مہم کی ذمہ داری لیں اور اس نے اس مہم کو پورا کرنے کے لئے ان سے انٹیلی جنس کا ایک خاص بیڑا بنایا اور مالک بن عوف نے ان تینوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں گھس جائیں اور اسلامی فوج کے بارے میں تمام وہ معلومات اسکے پاس لے کر آئیں جن کی اُسے ضرورت ہے۔

پس یہ تینوں اپنے بادشاہ اور سالار کی حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہوگئے اور بھیس بدل کر چپکے سے اسلامی پڑاؤ تک پہنچ کر اس میں گھس گئے اور کسی مسلمان کو انکے متعلق کوئی پتہ نہ چلا اور انھوں نے اسلامی فوج کے متعلق وہ باتیں معلوم کیں جنھوں نے ان کے معنوی قویٰ کو ڈھیلا کر دیا اور اور انھیں اپنے دلوں میں یقین ہوگیا کہ جس اسلامی فوج کو انھوں نے دیکھا ہے اس پر کوئی شخص بھی (خواہ کوئی بھی ہو) ہرگز غالب نہیں آسکتا۔

اس لئے وہ اپنے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف کی طرف واپس آگئے اور انھوں نے مسلمانوں کی فوج کے متعلق ایسا بیان پیش کیا جس نے اُسے غضبناک کر دیا اور مالک کے انٹیلی جنس کے بیڑے نے صرف

اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنے سالار کو یہ صائب مشورہ بھی دیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے اجتناب کرے اور جیشِ نبوی سے جنگ کئے بغیر اپنی فوج کے ساتھ دیارِ ہوازن کو لوٹ جائے کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس سے ملک نجات پا سکتا ہے اور اپنی فوج کو شکست سے بچا سکتا ہے جو لامحالہ تباہ کر دینے والی ہوگی۔

شاہ ہوازن کے انٹیلی جنس کے بیڑے نے اپنا بیان پیش کیا اور جو کچھ انھوں نے مکہ اور حنین کے درمیان مسلمانوں کے پڑاؤ میں ان میں مِل جُل کر دیکھا اور محسوس کیا تھا اسکی بنار پر اُسے مقابلہ نہ کرنیکا مشورہ دیا کیونکہ انھوں نے جو کچھ دیکھا تھا اُس نے انھیں خوفزدہ کر دیا تھا اور اُن کے دلوں میں رعب ڈالدیا تھا۔

لیکن مالک نے اپنے انٹیلی جنس بیڑے پر بُزدلی کا اتہام لگایا، اور اُن کا اور انکے مشوروں کا مذاق اُڑایا۔ اور ایک اور آدمی کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اسے اسلامی فوج کے متعلق اطلاع دے پس وہ آدمی حالات معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف گیا لیکن وہ بھی اسی شعور واحساس کے ساتھ سالار مالک کی طرف واپس آیا جسے تینوں جاسوس لیکر آئے تھے اور اس نے سالار مالک کو مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں سے مڈبھیڑ کئے بغیر دیارِ ہوازن کی طرف واپس چلا جائے اور اگر اس نے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے پر اصرار کیا تو اسے اور اس کی فوج کو شکست نصیب ہوگی۔

لیکن انٹیلی جنس کے آدمیوں نے مسلمانوں کی فوج کے متعلق اُسے جو بیانات اور مشورے دیئے تھے ان پر عمل کرنے کے درمیان غرور حائل ہوگیا اور اس نے ہر قیمت پر مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اصرار کیا اور مقابلہ کیا، پس

اسے اور ہوازنی فوج کو بُری طرح شکست ہوئی جو جزیرہ عرب میں اسلام اور بُت پرستی کے درمیان آخری خونریز جنگ تھی ۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ـــــ مالک بن عوف نے ہوازن کے تین آدمیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی نگرانی کے لئے بھیجا اور اُنھیں حکم دیا کہ وہ فوج میں متفرق ہوجائیں پس وہ اس کی طرف واپس آگئے اور اُن کے جوڑ الگ الگ ہو چکے تھے، اس نے کہا تمہارا بُرا ہو تمھیں کیا ہوگیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہم نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا ہے، اور قسم بخدا ہم ضبط نہیں کر سکے اور ہماری وہ حالت ہوئی ہے جو تو دیکھ رہا ہے نیز انھوں نے اسے کہا، ہم اہلِ زمین سے جنگ نہیں کر رہے بلکہ آسمان والوں سے جنگ کر رہے ہیں ـــــ اور اس کے جاسوسوں کے دل دھڑک رہے تھے، اور ہماری بات مان کر اپنی قوم کے ساتھ واپس چلا جا، اور اگر لوگوں نے بھی وہ کچھ دیکھا جو ہم نے دیکھا ہے تو ان کی حالت بھی ہماری طرح ہو جائے گی ۔

اس نے کہا، تم پر افسوس ہے بلکہ تم سب فوج سے زیادہ بزدل ہو اور اُسنے انھیں خوف کے باعث اپنے ہاں قید کر دیا کہ کہیں فوج میں رُعب نہ پھیل جائے اور کہنے لگا مجھے کوئی بہادر آدمی بتاؤ، پس وہ گیا پھر وہ اسکے پاس واپس لوٹ آیا اور اسکی بھی وہی حالت ہوگئی جو اس سے پہلے آدمیوں کی ہوئی تھی، اُسنے پوچھا تونے کیا دیکھا ہے؟ اُس نے جواب دیا میں نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا ہے جن پر نظر نہیں ٹِک سکتی اور خدا کی قسم میں ضبط نہیں کر سکا، اور میری وہ حالت ہوئی ہے جو تو دیکھ رہا ہے مگر اس نے بھی اُسے اسکے ارادے سے نہ روکا[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۲، ۸۹۴

نبوی انٹیلی جنس ہوازنی فوج میں

الغرض جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وادی حنین کے قریب آئے جیسے مالک بن عوف نے ہوازنی افواج کا پڑاؤ بنایا ہوا تھا تو آپ نے اپنے ایک ساتھی کو ہوازن کے پڑاؤ کی طرف بھیجا تاکہ وہ اس فوج کے متعلق ضروری معلومات کو اکٹھا کرے اور ممکن حد تک اس کے حالات معلوم کرے ۔ اور نبوی حربی انٹیلی جنس کا آدمی چلا گیا اور بھیس بدل کر ہوازن کے پڑاؤ میں داخل ہو گیا جہاں حنین میں وہ پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور اس کی تمام افواج میں گھوما، یہاں تک کہ وہ پڑاؤ میں ہوازن کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ گیا اور اس نے ان باتوں کو سنا جو شاہِ ہوازن اور ان کے سالاروں اور بقیہ سرداروں کے درمیان جنگ کے بارے میں اور مسلمانوں کے متعلق ہو رہی تھیں، بلکہ نبوی انٹیلی جنس کے آدمی نے اس منصوبے کی بھی مکمل تفاصیل حاصل کر لیں جسے ہوازن کے سالار اور بادشاہ نے معرکہ کے لئے تیار کیا ہوا تھا اور اس نے جیش نبوی سے جنگ کرنے والی فوج کی ٹھیک تعداد بھی معلوم کر لی جس کی کمان مالک بن عوف کر رہا تھا اور نبوی انٹیلی جنس کا یہ آدمی، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی تھا جس نے مالک بن عوف کو (کمان کے خیمہ میں) ہوازن کے لئے حملے کا منصوبہ بناتے اور انکے سامنے مسلمانوں کی حالت کو کمتر بتانے اور اپنی فوج کے سالاروں کے مورال کو بلند کرتے سنا کہ اسکے پاس ہوازن کے بیس ہزار جانباز موجود ہیں اور بلا شبہ انھیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گا اسلئے کہ مسلمانوں نے ـــــ اسکے خیال کے مطابق ـــــ اپنی تمام جنگوں میں صرف ان لوگوں سے جنگ کی ہے جنھیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور (مالک کے خیال کے مطابق) ہوازن

ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو بتائیں گے کہ جنگ کیسے ہوتی ہے، اور ابن ابی حدرد نے مالک بن عوف کو اپنی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں ہوازن کے زعمار اور قائدین کو کہتے سُنا کہ

"محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اب سے پہلے کبھی جنگ نہیں کی، وہ ایسے ناتجربہ کاروں سے جنگ کرتے رہے ہیں جنھیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور ان پر فتح پاتے رہے ہیں۔"[1]

پھر وہ فیصلہ کن معرکے کا منصوبہ بنانے میں لگ گیا اور کہنے لگا،

"جب سحر ہو تو تم اپنے پیچھے اپنے مویشیوں، عورتوں اور بچوں کی صف بناؤ، پھر اپنی صفیں بناؤ، پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو"

پھر اس نے انھیں اس طریقے کے اپنانے کی دعوت دی جس سے وہ جنگ شبک حرکتی، جاں سپاری اور عدم واپسی پر قادر ہو سکیں گے، اور وہ طریقہ تلواروں کی نیاموں کو توڑ کر ایک طرف پھینک دینا تھا۔ اور اسنے اُنھیں کہا کہ وہ پہلے حملہ کریں، کیونکہ فتح ——— اسکے بقول ——— پہلے حملہ کرنے والے کے لئے ہوتی ہے، اس نے کہا پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو اور تم اپنی تلواروں کی نیام توڑ دو اور تم اُسے بیس ہزار شکستہ نیام تلواروں کے ساتھ ملو اور یکبارگی حملہ کر دو اور سمجھ لو کہ پہلے حملہ کرنے والے کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

اور جب عبداللہ بن ابی حدرد نے ہوازن اور ان کے حربی منصوبوں کے متعلق یہ اہم معلومات حاصل کر لیں تو اسکے بعد بغیر اسکے دشمن کے کسی آدمی کو اسکے متعلق کچھ معلوم ہو وہ ان کے پڑاؤ سے چپکے سے چلا آیا اور جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچا تو اُسنے دشمن

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳

کے پڑاؤ میں جو کچھ دیکھا اور سُنا تھا اسکے متعلق آپ کے سامنے مفصّل بیان کر دیا[1]

سہل بن حنیف کا بیان ہے کہ غزوۂ ہوازن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم کے ساتھ گئے اور آپ جلد جلد چلے، یہانتک کہ آپ کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا یا رسول اللہ! مسلمان آپ کے پیچھے سے متفرق ہو گئے ہیں اسکا مقصد یہ تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم کی فوج نے اپنی تنظیم کو کھو دیا ہے، سہل کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم اُتر پڑے اور آپ نے انھیں نماز عصر پڑھائی اور لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ نے اُنھیں حکم دیا تو وہ اُتر پڑے[2]۔ اور ایک اور شہسوار جسے انھوں نے خبریں حاصل کرنے کا مکلف کیا تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم کی کمان کے ہیڈ کوارٹر میں آیا اور اس نے اپنی رؤیت کے مطابق دشمن کی فوجوں کی پوزیشن کے متعلق ایک دوسرا بیان دیا۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے فلاں فلاں پہاڑ پر گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ تمام ہوازن اپنی عورتوں، اونٹوں اور مویشیوں کے ساتھ وادیٔ حنین میں موجود ہیں، رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم نے متبسّم ہو کر فرمایا،

"یہ کل مسلمانوں کے لئے غنیمت ہونگے"

معرکہ کی شب حفاظتی کارروائیاں

اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم اپنی فوج کے ساتھ وادیٔ حنین کے قریب آئے جہاں فیصلہ کن معرکہ ہوا تو آپ نے ایک حفاظتی بیڑہ بنانے کا حکم دیا ——— جو دشمن کی گھات لگائے ——— اور اس کی حرکات کی نگرانی کرے تاکہ مسلمانوں پر اچانک حملہ نہ ہو اور لڑنے والی فوجوں کے لئے اچانک

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۳

حملہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

اور جس شخص کو آپ نے دشمن کی گھات لگانے اور اس کی حرکات کی نگرانی کرنے اور حفاظتی مہم کا کام سپرد کیا وہ انیس بن مرثد بن ابی مرثد الغنوی تھا[1]۔ جو بڑا شہسوار، دلیر اور جری تھا، نیز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حفاظتی مرکز، اسلامی پڑاؤ سے دُور اور دشمن کے پڑاؤ کے قریب ہو تاکہ مشرکین کی ہر حرکت معلوم ہو سکے اور مسلمان اس سے متنبہ ہو جائیں۔

واقدی بیان کرتا ہے (اور وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی فوج کے ساتھ حنین کی جانب بڑھنے کا حال بیان کرتا ہے)

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آج شب کون شہسوار ہماری حفاظت کریگا؟ تو اچانک انیس بن ابی مرثد الغنوی اپنے گھوڑے پر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں یہ کام کروں گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلے جاؤ اور فلاں فلاں پہاڑ پر ٹھہرو اور نماز یا قضائے حاجت کے سوا اور کسی کام کے لئے نہ اُترو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو دھوکہ نہ

---

[1] انیس بن مرثد بن ابی مرثد، یہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا حلیف تھا اور اسکا نسب بنی غنی بن اُعصر تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ اور حنین میں شامل ہوا انہی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زنا کا اعتراف کرنے والی عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ان کا باپ الرجیع کی جنگ میں فوت ہو گیا تھا، انیس کی وفات سنہ ۲۰ھ کو ہوئی، محدثین نے آپ سے حدیث فتنہ کو روایت کیا ہے کہ عنقریب ایک اندھا، بہرہ اور گونگا فتنہ ہوگا الحدیث (اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۵ - ۱۳۶)

نہ دینا، وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے شب بسر کی یہانتک کہ فجر روشن ہوگئی اور
ہم نماز کے لئے آئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آکر پوچھا،
کیا تم نے آج شب اپنے شہسوار کو دیکھا ہے، ہم نے جواب دیا قسم بخدا نہیں
تو نماز کھڑی ہوگئی اور آپ نے ہمیں نماز پڑھائی، پس جب آپ نے سلام
پھیرا تو میں نے آپؐ کو درخت کے درمیان نظر ڈالتے دیکھا، آپؐ نے فرمایا
مبارک ہو تمہارا شہسوار آگیا ہے...... اور وہ شہسوار آیا اور کہنے لگا، یا
رسول اللہ میں آپ کے حکم کے مطابق پہاڑ پر ٹھہرا رہا، اور میں سوائے نماز
یا قضائے حاجت کے صبح تک اپنے گھوڑے سے نہیں اُترا اور میں نے کسی
آدمی کو نہیں دیکھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جاؤ اور اپنے
گھوڑے سے اُترو اور وہ ہمارے پاس آیا تو آپ نے فرمایا،
"اگر اس کے بعد وہ کوئی عمل نہ کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو کیسے تیار کیا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن اور وادئ حنین میں اس کی
پڑاؤ کرنے والی فوجوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرلیں تو اسکے بعد
آپ اپنی افواج کی طرف گئے اور انھیں عنقریب ہونے والے فیصلہ کن معرکہ
میں جنگ کے لئے تیار کرنے لگے جو ۱۳ شوال ۸ھ کی فجر کو برپا ہوا۔

پہلے مرحلہ میں ــــ مسلمانوں کو نہایت بری شکست ہوئی، اگر اللہ تعالےٰ
اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے تھوڑے سے مخلص صحابہ کو ثابت قدم نہ
رکھتا جو آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ
حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عباس اور انصار کے سردار شامل تھے

تو قریب تھا کہ تباہ کن شکست ہوتی اور جب شکست خوردہ لوگوں کو اس بات کا علم ہوا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم معرکہ کے قلب میں موجود ہیں، تو وہ میدان جنگ کی طرف پلٹ آئے اور انھوں نے مشرکین کی افواج پر یکبارگی حملہ کر دیا اور ان کی صفوں کو بڑی طرح کچل دیا اور پھر ان پر تباہ کن شکست نازل کی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو فجر سے پہلے تیار کیا تھا۔

سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے معرکہ حنین میں حصّہ لینے کے لئے اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر تیار کیا تھا اور یہی طریق آپ نے اُس وقت بھی اختیار کیا تھا جب آپ مکہ میں داخل ہوتے اور اُسے آزاد کرانے کے لئے تیار ہوئے تھے۔ آپ اپنی اس فوج کے پاس آئے جو حنین کی طرف بڑھ رہی تھی اور بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی پس آپ نے اسے تین حصّوں میں تقسیم کر دیا

پہلا حصّہ : اہلِ مکہ کے مہاجرین اور ان کے خلفاء پر مشتمل تھا۔

دوسرا حصّہ : انصار

تیسرا حصّہ : مختلف قبائل پر مشتمل تھا جن میں سابقین الاوّلین مہاجرین بھی شامل تھے۔

پہلا حصّہ، قریشی مہاجرین اور ان کے حلیفوں کا تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین دستوں میں تقسیم کیا اور ان کی کمان تین کبار مہاجرین کو دی جو سب کے سب قریشی تھے۔

دوسرا حصّہ، انصار تھے (جو فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے) آپ نے اُنھیں دو بڑے گروہوں اوس اور خزرج میں شامل کر دیا جن کی طرف سب انصار منسوب ہوتے ہیں اور ان دونوں کی کمان اوس اور خزرج کے دو سرداروں کو عطا

فرمائی جو اپنے اپنے قبیلے کا سب سے بڑا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے۔

پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بڑے قبیلوں کے جوانوں کو قبائلی بنیاد پر ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جس سے اوس اور خزرج کی ہر ٹکڑی جیش میں شامل اپنے جوانوں کا ایک الگ قبیلہ بن گئی جسکا اپنا سالار بھی خاص تھا اور اپنا علم بھی خاص تھا۔

علاوہ ازیں قبیلہ کی ہر ٹکڑی کے سالار کا انصار کے سب سے بڑے علمبردار سعد بن عبادہ یا اسید بن حضیر سے ارتباط تھا۔ جن میں سے ہر ایک اپنے اصل قبیلے کا سالارِ عام تھا۔۔۔۔ سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سالارِ عام تھے اور اسید بن حضیر قبیلہ اوس کے سالار عام تھے اور رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے سالار اعلیٰ کی طرح سب کے مرجع تھے۔ مہاجرین اور انصار کے علاوہ فوج میں جو باقی عرب قبائل تھے انھیں بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبائلی بنیاد پر تیار کیا اور انھیں بھی ٹکڑیاں بنا دیا، یہ ٹکڑیاں (قلت و کثرت کے لحاظ سے) قبیلہ کے جوانوں کی تعداد کے مطابق ہوتی تھیں، پس بعض قبائل کو (انکی کثرت کے باعث) چار ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ٹکڑی کے لئے علمبردار سالار مقرر کیا گیا اور بعض کو تین ٹکڑیوں میں تقسیم کیا گیا اور بعض کو دو ٹکڑیوں میں تقسیم کیا گیا اور بعض قبائل کے جوانوں کی قلتِ تعداد کے باعث ایک ٹکڑی ہی بنی۔

حنین کے سالاروں کے اسمار کا نقشہ

ذیل کا نقشہ ان کبار سالاروں کے اسمار کو واضح کرے گا جو علمبردار تھے، پھر مہاجرین، انصار اور بقیہ بدوی عرب قبائل کی ٹکڑیوں کے علمبردار سالاروں کے اسمار کا نقشہ آئے گا۔

علمبرداروں کے اسماء

نام	نسب
(۱) حضرت علی بن ابی طالب	قرشی مہاجر
(۲) حضرت سعد بن عبادہ	خزرجی انصاری
(۳) حضرت اسید بن حضیر	اوسی انصاری

بڑے علمبرداروں کے اسماء

نام	نسب
(۱) حضرت سعد بن ابی وقاص	قرشی مہاجر
(۲) حضرت عمر بن الخطاب	" "
(۳) حضرت ابو نائلہ	اوسی انصاری
(۴) حضرت ابو بردہ بن نیار	" "
(۵) حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر	" "
(۶) حضرت قتادہ بن نعمان	" "

ذیلی نام	ذیلی نسب
(۷) حضرت جبر بن عتیک	اوسی انصاری
(۸) حضرت ابو اسید الساعدی	خزرجی انصاری
(۹) حضرت عمارہ بن حزم	" "
(۱۰) حضرت ابو سلیط	" "

(۱۱) حضرت سلیط بن قیس[۱] خزرجی انصاری

یہ مہاجرین و انصار کے علمبرداروں کے نام ہیں اور بقیہ بدوی عرب قبائل جو فوج میں اپنی کثرتِ تعداد کے باعث درجہ دوم میں آتے ہیں انہیں سے حنین کے روز اٹھارہ[۱۸] علمبردار سالار تھے اور وہ درج ذیل ہیں۔

نام	نسب
(۱) حضرت بریدہ بن الحصیب	اسلم
(۲) حضرت جندب بن الاعجم	″
(۳) حضرت ابوذر غفاری	غفار
(۴) حضرت ابو واقد اللیثی	بنو ضمرہ
(۵) حضرت بشر بن سفیان	بنو کعب بن عمرو
(۶) حضرت ابو شریح	″
(۷) حضرت بلال بن الحارث	مزینہ
(۸) حضرت نعمان بن مقرن	

---

[۱] اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ جو فوج مکہ میں داخل ہوئی تھی وہی معرکہ حنین میں شامل ہوئی تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قدید میں اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر مرتب کیا تھا اور آپ نے اوس اور خزرج سے دستوں کے چھ چھ سالار مقرر کئے اور اس جگہ یہ بات بھی نوٹ کی جا سکتی ہے کہ معرکہ حنین ٹکڑیوں کے تمام سالار وہی ہیں جو فتح مکہ میں دستوں کے سالار تھے۔ ہاں معرکہ حنین میں اوس کی ٹکڑیوں کے پانچ سالار تھے اور خزرج کے فقط چار سالار تھے (دیکھئے ہماری کتاب فتح مکہ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹)

(۹)	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عوف	مزینہ
(۱۰)	حضرت رافع بن مکیث	جہینتہ
(۱۱)	حضرت عبداللہ بن یزید	"
(۱۲)	حضرت معبد بن خالد ابو زرعہ	"
(۱۳)	حضرت سوید بن صخر	"
(۱۴)	حضرت نعیم بن مسعود	اشجع
(۱۵)	حضرت معقل بن سنان	"
(۱۶)	حضرت عباس بن مرداس	بنو سلیم
(۱۷)	حضرت خفاف بن ندبہ	"
(۱۸)	حضرت حجاج بن علاط[۱]	" —— [۲]

واقدی بیان کرتا ہے کہ —— جب رات ہوئی تو مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انھیں وادیٔ حنین میں منظم و مرتب کیا —— اور ایک گھاٹیوں اور تنگ راستوں والی گہری وادی ہے —— اور اس نے لوگوں کو تقسیم کیا اور انھیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر یکبارگی حملہ کرنے کا اشارہ کیا،

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اصحاب کو مرتب و منظم کیا اور سحر کے وقت ان کی صف بندی کی اور علمبرداروں کو جھنڈے دیئے، پھر

---

[۱] جن سالاروں اور قبائل کے نام ان نقشوں میں بیان ہوئے ہیں ان کے حالات ہماری آٹھویں کتاب فتح مکہ ص۱۵۵ اور اس کے بعد کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیے

[۲] مغازی الواقدی جلد۳ ص۸۹۵

واقدی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں انصار، مہاجرین اور بدویوں کے علمبرداروں کے ناموں کا ذکر کرتا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے جھنڈے سبز اور سرخ تھے اور اسلام میں بھی انھوں نے اپنے جھنڈوں کو قائم رکھا اور مہاجرین کے بڑے جھنڈے سیاہ اور چھوٹے جھنڈے سفید تھے۔

جیشِ نبوی کے ہراول کے سوار

باوجودیکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو تیاری کے وقت قبائلی بنیاد پر مرتب کیا تھا پس جیش نبوی ۲۹ ٹکڑیوں میں منظم ہوگیا.... مہاجرین کی دو ٹکڑیاں تھیں اور انصار کی نو ٹکڑیاں تھیں اور اٹھارہ دیگر بدوی قبائل کی تھیں اور آپ نے سواروں کی ترتیب وہی رکھی جو مکہ میں داخل ہوتے وقت اس کو آزاد کروانے کے لئے رکھی تھی، پس آپ نے سواروں کو (مکہ سے حنین کی طرف مارچ کرتے وقت) فوج کے ہراول میں رکھا اور اگرچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو قبائلی بنیاد پر منظم کیا تھا پھر بھی آپ نے (استثنائی صورت میں) مشہور سالار حضرت خالد بن ولید کو ایک ہزار سواروں کا سالار مقرر کیا جو سب کے سب بنی سلیم میں سے تھے جن کی کمان انکے تین سالار حضرت عباس بن مرداس، حضرت حجاج بن علاط اور حضرت خفاف بن ندبہ کر رہے تھے، پس حضرت خالد معرکۂ حنین اور حصار طائف کے خاتمہ تک سواروں کے سالار عام رہے اور حضرت خالد ہمیشہ ہی فوج کے ہراول میں رہے یہانتک کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف سے الجعرانہ[۱] کی طرف واپس آگئے۔

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۹۷

اور سواروں کو فوج کے ہراول میں رکھنے کے طریق کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی جنگوں میں اس وقت اپناتے تھے جب فوج میں آپ کے پاس وافر گھوڑے ہوتے تھے اس لئے کہ اس دور میں علی الاطلاق سب سے طاقتور ہتھیار تھے جو اس زمانے کی بکتر بند گاڑیوں کے قائمقام تھے

ہوازن کے سالار نے حنین میں اپنی فوج کو کیسے مرتّب کیا؟

ہوازن کا سالار اور بادشاہ مالک بن عوف نصری جو اپنے عنفوانِ شباب میں تھا اور ہوازن کی بیس ہزار فوج کی کمان کر رہا تھا اور انکے مقابلے میں اسلامی جانب صرف بارہ ہزار جانباز تھے۔

مالک بن عوف اپنی کمسنی کے باوجود (جیساکہ اسکے فوج کے مرتب کرنے کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے) اول درجہ کا ممتاز جانباز تھا اور وہ ایک ماہر فوجی اور معرکوں کے لئے منصوبے بنانے اور گھات میں فوجیں بٹھانے کا بڑا تجربہ کار تھا، علاوہ ازیں اسکی شجاعت، تہور کی حد تک پہنچی ہوئی تھی ..... اور ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ وہ ہوازن کے تمام قبائل پر کامل اختیار سے بہرہ اندوز تھا کیونکہ وہ ان میں بمنزلہ بادشاہ کے تھا جسے انھوں نے تاج پہنایا تھا اور اسکے مطلق اقتدار کو تسلیم کیا تھا۔

مالک نے معرکہ کے لئے جو منصوبہ بنایا تھا وہ بڑا دقیق اور مضبوط تھا، جس نے آغازِ جنگ کے پہلے حملہ میں مسلمانوں کو بُری طرح شکست دی اور ان کے دستوں کو پراگندہ کر دیا اور وہ ایک دوسرے کو روندنے لگے جبکہ وہ گھاٹیوں سے طلوع فجر کے وقت مکہ کی جانب کسی چیز کی طرف توجہ دئیے بغیر بھاگ رہے تھے، اگر اللہ تعالیٰ سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابہ کی ایک

پارٹی کو ثابت قدم نہ رکھتا تو قریب تھا کہ اسلامی فوج کا انجام بڑا دکھ دہ ہوتا، انھوں نے اپنے نبی کے گرد ثابت قدمی دکھائی اور جان پر کھیل گئے اور شکست خوردہ لوگوں کو آوازیں دیں کہ وہ میدانِ کارزار کی طرف واپس آجائیں، پس وہ واپس آئے اور انھوں نے مشرکین کے ساتھ زبردست شمشیرزنی کی اور اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ان سے سخت جنگ کی یہانتک کہ جنگ کا پانسہ کفار کے خلاف اُلٹ گیا اور ان کو تباہ کن شکست ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے مؤیدِ فتح کا فیصلہ فرمایا۔

سالار مالک بن عوف نے اپنی فوج کی ترتیب و تنظیم اور اُسے معرکہ کے لئے تیار کرنے کا جو طریق اختیار کیا وہ یہ تھا۔

۱- اپنے سپاہیوں کا مورال بلند کرنا

مالکؒ نے ہوازن میں کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی اور انھیں اس طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنے آپ پر اعتماد کریں کیونکہ وہ مسلمانوں سے زیادہ تعداد میں ہیں اور (اسکے خیال میں) وہ انکے مقابلے میں صبر و ثبات پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ اس نے اپنی تقریر میں ہوازن سے کہا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے کبھی جنگ نہیں کی، وہ صرف ناتجربہ کار لوگوں سے جنگ کرتے رہے ہیں جنھیں جنگ کا کوئی علم نہ تھا اور ان پر فتح پاتے رہے ہیں۔

۲- فوج کے پیچھے ہوازن کی عورتوں بچّوں اور اموال کو اکٹھا کرنا

مالک نے ہوازنی سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورتوں بچّوں اور مویشیوں کو میدان کارزار کے قریب اپنی صفوں کے پیچھے رکھیں، اس کارروائی سے

سالار مالک کا مقصد یہ تھا کہ ہوازنی جانباز جنگ میں جان پر کھیل جائے کیونکہ جانباز کے لئے فرار کے بارے میں سوچنا مشکل امر ہوتا ہے کہ وہ خود تو بچ جائے اور اپنی عورتوں، بچوں اور بیٹوں کو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں میں قیدی بننے کے لئے چھوڑ جائے، اس سے مالک کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی فوج کے جانبازوں کے دلوں میں استقلال و ثبات کا ایک نیا عنصر داخل کر دے

اور درید بن الصمہ جشمی نے جو ایک مشہور جانباز اور شاعر تھا اُس نے حنین کی طرف مارچ کے دوران سالار مالک کے منصوبے پر زبردست تنقید کی تھی اور اسے ایک قسم کی جانبازی خیال کیا تھا بلکہ ایک قسم کی خودکشی سمجھا تھا اور مالک کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے اس منصوبے پر نظرِ ثانی کرے اور عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو پہاڑوں کی چوٹیوں پر واپس بھیجدے اور گھوڑوں کی پشت پر مسلمانوں سے جنگ کرے، لیکن مالک نے اصرار کیا اور اپنے منصوبے کو نافذ کیا، اور عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو اپنے ساتھ رکھا یہاں تک کہ جنگ ختم ہوگئی اور وہ سب کے سب اسلامی فوج کے قبضے میں آ گئے۔

۳- تلواروں کا سونتنا اور نیاموں کا توڑنا

عربوں کے نزدیک تلواروں کے نیاموں کو توڑنا، دل کو موت پر آمادہ کرنے کے لئے سب سے زیادہ کارگر بات ہے، اور ان کے ہاں اس کا مفہوم واپس نہ جانا ہوتا ہے بلکہ فتح یا موت تک جنگ کرنا ہوتا ہے اور جب سالار مالک نے ہوازنی فوج کی تنظیم کرتے ہوئے اُنھیں خطاب کیا تو اسکا بھی یہی مقصد تھا، اس نے کہا

اپنی تلواروں کے نیام توڑ دو اور تم اُسے بیس ہزار شکستہ نیام تلواروں کے

ساتھ ملو ۔

۴ ۔ گھات لگا کر حملہ کرنیوالی فوج کو مقرر کرنا

وادیٔ حنین جیساکہ مورخین نے بیان کیا ہے ایک گہری اور مختلف راستوں اور متعدد گھاٹیوں والی وادی ہے، اور مالک کے پاس اس وادی کے متعلق تمام جغرافیائی معلومات موجود تھیں اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ وہ گھات لگا کر حملہ کرنے کے منصوبے کو اختیار کرے تاکہ جنگ میں مسلمانوں کو سب سے پہلے گھات لگا کر حملہ کرنے والی فوج کی آفات سے واسطہ پڑے، اور قدیم جنگوں میں بلکہ تمام جنگوں میں فوجوں کے لئے گھات لگانے والی فوج کے اچانک حملوں سے زیادہ نقصان دہ اور کوئی بات نہیں ہوتی، اور مالک بن عوف وادیٔ حنین میں پہلے آ گیا تھا اور اس نے اپنی فوج کی ضمانت کے مناسب حال مقام پسند کر کے اس میں پڑاؤ کر لیا تھا، اور جس رات کی صبح کو معرکہ حنین ہوا، مالک بن عوف نے ہوازن کے طاقتور جوانوں کی ٹکڑیوں کو منتخب کیا اور شب کی تاریکی میں انھیں گھاٹیوں اور ان تنگ راستوں کی طرف لے گیا جن کے سامنے سے عنقریب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی فوج گزرنے والی تھی اور وہاں پر مالک نے اپنے جوانوں کو متعدد ٹکڑیوں میں تقسیم کیا اور انھیں گھاتیوں کی شکل پر منظم کیا اور جب وہ ان گھاتیوں کو تاریکیٔ شب میں منظم و مرتب کر چکا تو اسکے بعد (مزید پوشیدگی کے لئے) ان کے سالاروں کو سخت احکام دیئے کہ قبل اسکے کہ فجر اپنی روشنی کو پھیلا دے وہ صبح کے دھندلکے میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں تاکہ اس سے وہ ان کی صفوں میں انتشار اور انکے دلوں میں خوف پیدا کر دیں،

اور انکی جمعیت کو پریشان کر دیں اور انھیں موقع نہ دیں کہ وہ دوبارہ اپنی تنظیم کریں اور عملاً یہی بات رونما ہوئی۔

اور مالک بن عوف نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں گھاتیوں کے جس منصوبے کو اختیار کیا وہ کامیاب ترین منصوبہ تھا کیونکہ اس سے گھاتیوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو بُری طرح شکست ہوئی، اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنی جگہ پر آپ کے تھوڑے سے مخلص صحابہ کے ساتھ ثابت قدم نہ رکھتا تو قریب تھا کہ وہ شکست، تباہ کُن شکست ہو جاتی اور ان سب کی ثابت قدمی شکست خوردوں کے دوبارہ منظم ہونے اور معرکہ سے بھاگ جانے کے بعد معرکہ کے قلب کی طرف پلٹ آنیکا سبب بن گئی جیسا کہ ہم ذیل میں ملاحظہ کریں گے اِن شاء اللہ۔

۵ - حملہ میں پہل کرنا اور اچانک حملہ کرنے کے منصوبے پر عمل کرنا

مالک بن عوف نے معرکۂ حنین کیلئے جو منصوبہ تیار کیا اس میں حملہ میں پہل کرنا بھی شامل تھا، یعنی ہوازن پہل کرتے ہوئے مسلمانوں کے حملہ کرنے سے قبل ہی ان پر حملہ کر دیں کیونکہ مالک بن عوف کی تصریح کے مطابق فتح (غالباً) حملہ میں پہل کرنے والے ہی کو ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مالک نے (ان کے لئے منصوبہ بتاتے ہوئے) ہوازن سے کہا،

پھر تمہاری طرف سے حملہ ہو اور تم یکبارگی حملہ کرو اور سمجھ لو کہ فتح اسی کو ہوتی ہے جو پہلے حملہ کرتا ہے۔ اور سالار عام مالک بن عوف کے ان تمام منصوبوں پر ہوازن نے عمل کیا جنھیں اسنے معرکہ کے لئے تیار کیا تھا اور ان مضبوط منصوبوں نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں اپنے پکے ہوئے پھل دیئے

اور مسلمانوں نے شکست کھائی، یہانتک کہ انمیں سے شکست خوردوں کے ہراول مکہ کے نواح میں پہنچ گئے اور جیش اسلامی کے جو عناصر اسلام لائے تھے اور ابھی ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا وہ کہنے لگے،

"یہ شکست سمندر تک ہوگی"

مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مہاجر اور انصار قلیل مخلص صحابہ نے شکست کے وقت جو ثابت قدمی دکھائی اس نے ہوازن کی فتح کے پھل کو ضائع کر دیا جس سے یہ فتح اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چنیدہ صحابہ کی ثابت قدمی کی مہربانی سے تباہ کن شکست میں بدل گئی اور جب شکست خوردہ مسلمانوں کو اس ثابت قدمی کے متعلق علم ہوا تو دل میں شرمندہ ہوئے اور پلٹ کر حملہ کیا اور ہوازن سے سخت جنگ کر کے انھیں بُری طرح شکست دی۔

دھوکہ دے کر خوفزدہ کرنا

اسی طرح مالک بن عوف کے منصوبے اور جنگ کی تیاری کے اسلوب میں مسلمانوں کے دلوں میں اپنی فوجوں کا خوف داخل کر کے نفسیاتی جنگ کے منصوبے کو اختیار کرنا بھی شامل تھا اور وہ اس طرح کہ اس نے اپنی فوج کو یوں بنا دیا کہ وہ اپنے طبعی حجم سے بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی تاکہ مسلمانوں میں سے جو اسے دُور سے دیکھے وہ اسے ایک لاکھ جانباز خیال کرے اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ یہ بات دلوں پر بہت اثر انداز ہونے والی ہے، پس دُور اندیش مالک بن عوف نے (اپنی حقیقی فوج کے علاوہ) دسیوں ہزار اونٹوں کو جنھیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا اپنی حقیقی فوج کے پیچھے ریزرو فوج کی طرح صف بند کر دیا، پھر ان پر عورتوں کو سوار کروا دیا، پس اس کی فوج کے اسلحہ اور سامان

وغیرہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک لاکھ جانباز ہیں۔ اور عملاً مسلمانوں نے بھی یہی خیال کیا کہ جن اونٹوں پر عورتیں سوار ہیں اُن پر جنگجو مرد سوار ہیں، اور خاص طور پر اس دور میں اونٹ (گھوڑوں کے بعد) جنگ کا اہم ہتھیار تھے اور عرب ان پر ایسے ہی جنگ کرتے تھے جیسے کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کرتے تھے۔

ایک صحابی ہوازنی فوج کی ضخامت بیان کرتا ہے

اب ہم معرکہ حنین میں شامل ہونے والے کبار صحابہ کرام میں سے ایک صحابی سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے اس جنگی چال کا حال بیان کرے جسے سالار مالک بن عوف نصری نے اختیار کیا تھا، اور وہ جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک ہیں۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"جب ہم وادیٔ حنین میں پہنچے جو تہامہ کی وادی ہے اسمیں تنگ راستے اور گھاٹیاں ہیں تو ہم نے کچھ ہوازنیں کو دیکھا۔ اور قسم بخدا کہ میں نے اس زمانے میں اتنی کثرت اور سامان کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ اپنی عورتوں، بیٹوں، اولاد اور اموال کو بھی لے آئے تھے، پھر انھوں نے صف بندی کی اور مردوں کی صفوں کے پیچھے اونٹوں کے اوپر عورتوں کو بٹھا دیا۔ پھر اونٹوں، بیلوں اور بکریوں کو لا کر انکے پیچھے لگا دیا تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں (انکے خیال کیمطابق) پس جب ہم نے اس سامان کو دیکھا تو ہم نے خیال کیا کہ یہ سب آدمی ہیں اور جب وادی میں اُترے اور ابھی صبح کا دھندلکا ہی تھا تو ہم نے محسوس کیا کہ وادی کی تنگنائی اور گھاٹی سے فوجی دستے ہمارے مقابلے کے لئے نکل آئے ہیں، پس انھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا، تو ہراول سوار — سلیم کے سوار — پشت پھیر کر منتشر ہو گئے، پس انھوں نے پشت پھیری اور اہلِ مکہ نے اُن کی

پیروی کی اور شکست کھاکر لوگوں نے ان کی پیروی کی۔"

ہوازن کے سالار نے جس کی عمر ابھی تیس سال سے متجاوز نہیں ہوئی تھی، تضلیل و ایہام کے جس منصوبے کو اپنی تیاری کے دوران اپنایا اسکی اس کیفیت سے جسے حضرت انس بن مالک صحابی نے بیان کیا ہے . . . . واضح ہوتا ہے کہ حنین کے فیصلہ کن معرکہ میں مسلمانوں نے جس شخص سے مقابلہ کیا وہ کس قدر مخالف، عنید، شجاع، ہوشیار اور تجربہ کار تھا اور اس نے اپنی مہارت اور اپنی فوج کی ترتیب وتنظیم کی اچھائی سے پہلے حملہ میں کامیابی حاصل کی، اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور آپکے چنندہ قلیل صحابہ کی مدد نہ کرتا تو قریب تھا کہ وہ مسلمانوں کے کندھوں پر سوار ہوجاتا اور مکہ پر قبضہ کرلیتا، پس انھوں نے (اللہ تعالیٰ کی مدد کے بعد اپنی ثابت قدمی سے) طاقت کا ترازو اسلام کے مفاد میں پلٹ دیا اور انھوں نے اسلامی فوج کے بیلنس کو (جو میدان کی طرف پلٹ آئی تھی) صفر سے بلند کرکے فتح کے بلند ترین درجات تک پہنچا دیا۔

فصل چہارم

- فجر کے وقت گھمسان کی جنگ
- مسلمانوں کے لئے جنگ میں بُرا آغاز
- ہوازن کے گھاتیوں کا مسلمانوں پر اچانک اور مہلک حملہ
- معرکہ کے آغاز میں مسلمانوں کی خوفناک شکست
- شکست کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے فقط سو صحابہؓ کا ثبات
- شکست کے دوران رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش
- رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں سے ثابت قدم رہنے اور میدانِ جنگ کی طرف واپس آنے کی اپیل
- میدانِ جنگ کی طرف واپس آکر شکست خوردہ لوگوں کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا
- معرکہ کی شدت اور جوش
- معرکہ حنین میں مسلمان عورت کا کردار
- ہوازن کی تباہ کن شکست
- جان پر کھیلنے کے بعد ہوازنی سالار کا فرار

گھمسان کا معرکہ اور مسلمانوں کی شکست

جب حنین میں فریقین یعنی مسلمانوں اور مشرکوں نے اپنی تیاری مکمل کر لی تو اس کے بعد صفر کی گھڑی قریب

آگئی اور فریقین فیصلہ کن معرکہ کے لئے تیار ہو گئے۔ اور فجر کے قریب سحر کے وقت مسلمانوں کی فوج مرتب ہو گئی اور فجر کے دھندلکے میں جب تاریکی روشنی پر غالب ہوتی ہے وہ وادی حنین میں اُتر گئے اور سالار ہوازن نے گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں جو بہت سے گھاتی مقرر کئے ہوئے تھے ان کے لئے یہ ایک سنہری موقع تھا اور سالار ابن عوف نے رات کے دَوران اور جیش نبوی کی انٹیلی جنس کے علم کے بغیر گھاٹیوں کی تنگنائیوں میں بڑی باریک بینی اور مضبوطی سے جو کثیر گھاتی مقرر کئے ہوئے تھے ان کی کامیابی پر اُسے معرکہ جیت جانے کا بڑا اعتماد تھا، اور جیش نبوی نے ان گھاٹیوں کے آگے سے گزرکر اس وسیع میدان میں جانا تھا جس میں ہوازن اپنی فوج کے پیچھے اپنی عورتوں بچوں اور اموال کے ساتھ پڑاو کئے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کا خیال تھا (ہوازن کے گھاتیوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے) کہ معرکہ میں پہلا حملہ حنین کے میدان میں ہوگا جہاں عام ہوازنی فوج اپنے اثقال و اموال اور مستورات و اطفال کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھی اور انھوں نے ان گھاتیوں کے معاملہ کو جنھیں سالار ہوازن نے وادی حنین کے راستوں پر مقرر کیا ہوا تھا اپنے اندازے میں شامل ہی نہیں کیا تھا ورنہ وہ اس کے لئے تیار ہوتے اور انھیں اپنے مقاصد میں سے کوئی مقصد بھی پورا کرنے کا موقع نہ دیتے لیکن خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے اُس نے فیصلہ کیا کہ مشرکین کے گھاتی کامیاب ہوں اور مسلمانوں کو (وہ مسلمان جنھیں اپنی کثرت پر ناز تھا) پہلے حملہ کے وقت قبل اس کے کہ وہ وادی میں نیچے اُتریں اور اس میدان میں پہنچیں جس میں (بعد ازاں) شکست کے بعد مسلمانوں کی واپسی کے بعد فیصلہ کُن معرکہ ہوا، شکست ہو،

مشرکین کے گھاتیوں کا مسلمانوں کو شکست دینا

بلا شبہ جدید و قدیم منظم فوجوں کو جن خطرناک خطرات سے پالا پڑتا ہے ان میں گھاتی سب سے خطرناک ترین خطرہ ہیں اور کتنے ہی گھاتی، ان فوجوں کو جو تعداد اور سامان کے لحاظ سے ان سے برتر تھیں تباہ کن شکستیں دینے کا باعث بن گئے،

اور اس بات کو تجربہ کار سالار مالک بن عوف نصری نے سمجھا اور حنین میں بلند زمینوں کے پیچھے اور گھاٹیوں اور ٹیلوں کی تنگنائیوں میں مسلمانوں کیلئے محکم ترکیب کے ساتھ گھاتیوں کو بٹھا دیا اور اس نے پہلے حملہ میں جیشِ نبوی کو شکست دی اور فوج میں سے کسی آدمی نے نہ نیزہ بلند کیا اور نہ تلوار سونتی اور فوج پشت دیکر بھاگ گئی۔

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ مالک بن عوف نے جیشِ نبوی کے راستے میں جن گھاتیوں کو ان کی جگہوں پر بٹھایا ہوا تھا وہ اسلامی فوج کی تعداد سے بہت کم تھے لیکن اچانک حملہ کرنے کا (ہمیشہ ہی جنگوں میں) ایسا مہلک اثر ہوتا ہے جو فوجوں کی فعالیت کو شل کر دیتا ہے اور انھیں اس طرح پیچیدگی میں ڈال دیتا ہے کہ خواہ وہ کس قدر کثرت، تنظیم اور اچھے ہتھیاروں سے آراستہ ہو شکست ان کا احاطہ کر لیتی ہے، اور ہوازن کے گھاتیوں نے بھی (حالانکہ وہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تھے) عظیم اسلامی فوج سے یہی کچھ کیا جو بارہ ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی جن کے ہراول میں ایک ہزار گھوڑ سوار تھے جن کی کمان عرب کا ماہر ترین شہسوار خالد بن ولید کر رہا تھا۔

اور ہراول کے سالار حضرت خالد ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو گھاتیوں یا کسی اور کے سامنے کمزوری دکھاتے ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے

ان سواروں کی نگرانی سے چوک گئے تھے جن کی اکثریت ان بدویوں کی تھی جو منظم جنگ میں حدیث العہد تھے، جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے مدمقابل مالک بن عوف نے اختیار کیا تھا، پس گھاٹیوں کے اچانک حملوں نے جو ان پر مہلک طریق سے کئے گئے ان کا ثبات کھو دیا، اور وہ بھاگتے ہوئے مکہ کو واپس ہو گئے حالانکہ وہ ایک ہزار سوار تھے، پس وہ بقیہ جیش کو بھی جو انکے پیچھے تھا اپنے بھاگنے سے ان کے دلونمیں رعب ڈال کر اپنے ساتھ بہا لے گئے اور جیش نبوی کی تنظیم جاتی رہی اور ان کٹھن گھڑیوں میں جن میں ہوازن کے گھاتیوں کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی تھی ہر سپاہی اپنی جان بچانے کے لئے فکرمند تھا۔

ہوازنی گھاتیوں کی کامیابی کے اسباب

پہلے حملہ کے وقت مالک بن عوف کے گھاتیوں کی کامیابی کا خلاصہ تین امور میں بیان کیا جا سکتا ہے:

اول: جیش اسلامی کی کمان کو ان گھاتیوں اور ان کی جگہوں کا علم نہ ہونا اور اگر اسے ان گھاتیوں کی جگہوں کا علم ہوتا تو وہ ان کی فعالیت کا قلع قمع کر دیتی۔

دوم: گھاتیوں کا مسلمانوں پر اسوقت حملہ کرنا جب طلوع فجر کے ساتھ اندھیرا چھایا ہوا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں نے تیروں کی شدید بوچھاڑ اور ہر جانب سے مختلف ہتھیاروں کے مہلک حملوں کا سامنا کیا اور انھیں معلوم نہ ہو سکا کہ ان پر کہاں سے حملہ ہو رہا ہے، پس ان کے گھوڑے تیروں سے بدک گئے، اور تیروں کی مانند اور کوئی چیز گھوڑوں کو ایذا نہیں دیتی اور نہ انھیں پریشان کرتی ہے پس

گھڑ سوار پیچھے کی طرف سمٹ گئے حالانکہ وہ ہراول میں تھے، اور
ایک ہزار سوار تھے اور ان کا سمٹنا بڑی شکست میں تبدیل ہوگیا۔[۵]

سوم : گھاتیوں کی پوزیشنیں، تنگ، دشوار گذار اور بہت پیچدار نشیبوں
پر جھانکتی تھیں جو ہراول فوج کے گھوڑوں کی جولانی کیلئے مناسب
حال نہ تھے جن کے موثر ۱۰ شوال ۸ھ کی صبح کے وقت جیشِ نبوی
کی ہزیمت کا باعث بنے۔

گھاتیوں کی کارروائی سے مسلمانوں کو کیسے شکست ہوئی

مؤرخین کے اسلوب کلام
سے پتہ چلتا ہے کہ ہوازنی سالار مالک بن عوف اپنی توقعات اور حملہ کے وقت
تقرر کرنے میں بڑا باریک بیں تھا، اس نے فیصلہ کیا کہ اس کے گھاتی حملہ کا
آغاز کریں اور جیشِ نبوی پر یہ حملہ اس کی فوجوں کا پہلا حملہ ہو۔

اس سالار نے (جنگ کا منصوبہ بناتے ہوئے) اپنے دقیق اندازوں کے
ضمن میں یہ بھی فرض کیا اور اندازہ لگایا (اور اسکا فرض کرنا اور اندازہ لگانا
برمحل تھا) کہ جیشِ نبوی عنقریب صبح کے دھندلکے میں قبل اس کے کہ صبح
کی روشنی اپنے نور سے زمین کو ڈھانپ لے، ان مقامات سے گزریگا جہاں
اس نے گھاتیوں کو مقرر کیا ہے، پس مالک نے اپنے گھاتیوں کے ساتھ
جیشِ اسلامی پر اچانک اور مہلک حملہ کرتے ہوئے تاریکی سے فائدہ اُٹھایا
اور اس کی اس توقع اور فرض کی بنیاد ان معلومات پر تھی جو اسکے جاسوسوں
نے جیشِ نبوی کی حرکات کے متعلق اسے لاکر دی تھیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ سالار مالک نے جو توقع کی تھی اسی کے
مطابق امور سرانجام پائے، پس طلوعِ فجر کے وقت، قبل اس کے کہ صبح

روشنی رات کی تاریکی کا خاتمہ کرے جیش اسلامی کے ہراول دستے نے جو سب کا سب گھڑسوار تھا اپنے آپ کو ہوازن کے گھاتیوں کی زد میں پایا پس یہ گھاتی مسلمانوں کے ہراول پر یکبارگی ٹوٹ پڑے اور اُسے تیروں کی بوچھاڑ اور مختلف جہات سے مختلف قسم کے ہتھیاروں کے حملوں سے توڑکر رکھدیا اور ہوازن کے گھاتی صرف پیادہ ہی نہ تھے بلکہ سوار گھاتی بھی صبح کے دھندلکے میں مسلمانوں پر حملہ کرنے میں شریک ہوگئے، کیونکہ یہ ہوازنی گھاتی، حنین کی طرف آنے والی گھاٹیوں کے دّروں اور چھوٹی وادیوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے اور جب گھاتیوں کی طرف سے جیشِ نبوی کے ہراول پر یہ اچانک اور مہلک حملہ ہوا تو وہ سب شکست کھا گئے اور بغیر تلوار سونتے نیزہ اُٹھائے اور تیر چھوڑے، بھاگتے ہوئے مکہ کی طرف منہ کرلیا اور جیشِ اسلامی کے ہراول کی واپسی اور اس کے فرار نے جیش نبوی کی صفوں کے اندر جو کلیتہً اپنی تنظیم کو کھوچکا تھا ایک ہمہ گیر انتشار اور مکمل پیچیدگی پیدا کردی، اور مسلمانوں کے شکست خوردہ گھوڑے اپنے آگے آنے والی ہر چیز کو توڑنے اور مسلمان سپاہیوں کو روندنے لگے اور بہت سے لوگوں نے خیال کیا کہ یہ وہ شکست ہے جس کے بعد مسلمانوں کی کوئی پوزیشن نہیں رہے گی، اور جیشِ نبوی کے دستے تباہ کن سیلاب کی طرح بڑھنے لگے، معرکۂ قتال کی طرف نہیں ـــــ بلکہ مکہ کی طرف بھاگنے کے لئے ـــــ اور ہوازنی فوجیں ان مسلمانوں کا تعاقب کرنے لگیں جنہوں نے ابھی تک کسی جنگ حصہ نہیں لیا تھا، کیونکہ انھوں نے گھاتیوں کے مہلک حملہ کی شدّت کا سامنا کرتے ہوئے فرار اختیار کیا تھا۔

اور یہ ایک کٹھن مرحلہ اور شدید آزمائش تھی اور اسلامی ہائی کمان

بت پرستی کے خلاف اپنی حربی تاریخ میں اس قسم کی آزمائش سے دوچار نہیں ہوئی تھی، حتیٰ کہ یومِ احد کے روز بھی ایسا نہیں ہوا تھا کیونکہ اُس روز مسلمانوں نے جنگ کے پہلے مرحلہ میں مشرکین پر شاندار فتح حاصل کی تھی،

اور حنین کے روز اسلامی فوجیں متفرق ہوگئیں اور ہزارہا پیادہ اور سوار، کسی چیز کی طرف توجہ دیئے بغیر بھاگتے ہوئے پشت پھیر گئے اور اگر وہی پوزیشن رہتی جو پہلے حملہ کے وقت تھی تو جیشِ اسلامی کی اکثریت تباہ ہو جاتی اور خود مکہ بھی ہوازن کے مشرکوں کے قبضہ میں آجاتا جنگی فوجوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور وہ دو گھنٹوں سے بھی کم وقت میں مکہ کی بیخ کنی کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص اصحاب کا ثبات ان خطرناک حالات کے دھارے کو اسلام کے مفاد میں تبدیل کرنیکا فیصلہ کن عامل ثابت ہوا،

جیشِ اسلامی میں افواہیں اُڑانے والے

اسلامی فوج میں دو ہزار اہلِ مکہ تھے جن میں سے بہت سے اسلام لائے تھے اور ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا، وہ جیشِ نبوی کے ساتھ اسلامی جانب سے بُت پرستی کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نہیں گئے تھے بلکہ وہ مسلمانوں کی فتح کی صورت میں غنیمت میں اپنا حصّہ لینے کے لئے شامل ہوئے تھے، ان مکی عناصر نے جب مسلمانوں کی شکست کو دیکھا اور بُت پرست ہوازن کے سواروں کو ان کا تعاقب کرتے دیکھا تو ان کی اندرونی کیفیت ظاہر ہوگئی اور انھوں نے ایسی باتیں کیں جو جیشِ نبوی کی شکست پر ان کے خوش ہونے اور ان کے دل کے ٹھنڈا ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ

جب لوگوں کو شکست ہوئی تو اجد اعراب کے دلوں میں جو کینہ تھا انھوں نے اس کے مطابق باتیں کیں اور ابو سفیان بن حرب نے کہا (جس نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور ابھی اس کے اسلام لانے پر بیس دن سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا)

"ان کی شکست سمندر تک ختم ہوگی"[۵۱]

اور کلدہ بن حنبل نے بلند آواز سے کہا (اور وہ اپنے ماں جائے بھائی صفوان بن اُمیہ کے ساتھ تھا اور صفوان کے لئے جو مدت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھی وہ اس میں مشرک تھا اور جیشِ نبوی میں شامل تھا) "آج جادو بیکار ہوگیا ہے" تو صفوان بن اُمیہ نے اُسے کہا "اللہ تیرے منہ کو بند کرے۔ قسم بخدا، ہوازن کے کسی آدمی کے مجھ پر حکومت کرنے سے یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے کہ قریش کا کوئی آدمی مجھ پر حکومت کرے"[۵۲]

اور واقدی کے مغازی میں ہے کہ کلدہ بن حنبل نے صفوان بن اُمیہ سے ـــــ مسلمانوں کی شکست کے وقت ـــــ کہا،

ابو وہب مبارک ہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے اصحاب کو شکست ہوگئی ہے تو صفوان نے اُسے ڈانٹتے ہوئے کہا، اگر مجھ پر کسی نے حکومت کرنی ہے تو مجھے ہوازن کے حاکم کی نسبت قریش کا حاکم زیادہ پسند ہے ...... صفوان نے یہ بات اُسوقت کہی جب وہ

---

[۵۱] اہلِ حدیث و سیر کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف وجدال نہیں پایا جاتا کہ ابو سفیان اچھے مسلمانوں میں سے تھا اور وہ تمام ائمہ حدیث کے نزدیک عادل ثقہ صحابی ہے [۵۲] البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۲۷

مشرک تھا، پھر اس نے اسلام قبول کرلیا اور وہ بہت اچھا مسلمان تھا نیز عقلمند اور بہت انصاف کرنے والا تھا اور اس نے شام کے معرکہ ہائے جہاد میں شہادت پائی۔

شکست کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش

ان نازک گھڑیوں میں جنہیں مسلمانوں نے شکست اور پسپائی اختیار کی، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ـــــ جبکہ آپ اس موقف کا مقابلہ کر رہے تھے ـــــ فریب سے قتل کرنے کی ایک شرانگیز کوشش کا سامنا کیا، قریش کے ایک کینہ توز نے مسلمانوں کے انتشار کے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو جنگ اُحد کے روز مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنے باپ کے قتل کے انتقام میں فریب کے ساتھ قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کا باپ اُحد کے روز مشرکین کا علمبردار تھا۔

اور یہ شخص جس نے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی ٹھانی تھی شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ العبدری کعبہ کا کلید بردار تھا اور یہ ان لوگوں میں شامل تھا جو فتح کے روز مسلمان ہوئے تھے مگر ابھی ایمان اس کے دل میں داخل نہیں ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس شریر سازش سے بچا لیا۔

اس سازش کا منصوبہ باز اپنے اچھی طرح مسلمان ہو جانے کے بعد خود بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا کہ آج میں اپنے باپ کا بدلہ لوں گا، اور آج میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں گا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ

میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک چیز نے آکر میرے دل کو ڈھانک لیا اور میں اس کام کی سکت نہ پا سکا، اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ مجھ سے محفوظ رہیں گے[1]

شکست کے متعلق مؤرخین کا بیان

مسلمانوں کو فجر کے وقت پہلے حملہ میں جو شکست ہوئی اس کے متعلق مؤرخین اور اصحاب حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ ایک خوفناک شکست تھی اور اس موقع پر صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخلص صحابہ میں سے فقط ایک سو آدمی جو آپ کے جنگی بورڈ کے ارکان تھے اور سب کے سب انصار و مہاجرین کے سادات میں سے تھے ثابت قدم رہے تھے، اور مؤرخین اور اصحاب حدیث نے شکست کو فی البدیہہ بیان کیا ہے اس میں زیادہ تفصیل موجود نہیں، اس جگہ ہم اس شکست کو تاریخ کی بنیادی کتب کے بیان کے مطابق بیان کرتے ہیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے —— مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے عبدالرحمٰن بن جابر اور اس کے باپ جابر عبداللہ سے بتایا کہ وہ بیان کرتا تھا کہ جب ہم وادئی حنین میں آئے تو ہم تہامہ کی ایک گہری وادی میں اترے اور ہم اس میں صبح کے دھندلکے میں اترے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں چلے گئے تھے اور انھوں نے اس کی گھاٹیوں، موڑوں اور تنگ راستوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے ہوئے اور انھوں نے تیاری کی، اور قسم بخدا ہم نیچے اتر رہے تھے کہ اچانک ہم پر فوج نے یکبارگی حملہ کر دیا

---

[1] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۵، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۷

اور لوگ پلٹتے ہوئے شکست کھا گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے، پھر آپ نے فرمایا لوگ کہاں ہیں میرے پاس آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے پس لوگ چلے گئے[1] ہاں رسول کریم کے ساتھ انصار و مہاجرین اور آپکے اہل بیت کی ایک پارٹی باقی رہ گئی

یونس بن بکر بیان کرتا ہے کہ مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ حنین کی طرف گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہاں پہنچ گیا پس انھوں نے وادی کی تنگنائیوں اور موڑوں میں تیاری کی اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور صبح کے دھندلکے میں ان کے ساتھ اترنے تو ان کے سامنے سوار نمودار ہو گئے اور انھوں نے ان پر حملہ کر دیا اور لوگ شکست خوردہ ہو کر پلٹ پڑے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے دائیں جانب ہٹ گئے کہ لوگ کہاں ہیں میرے پاس آؤ میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں، راوی بیان کرتا ہے کہ کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے[1]۔

اور ابن حزم، شکست کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ پھر رسول کریم اُٹھے، پس جب آپ وادئ حنین میں آئے جو تہامہ کی وادیوں میں سے نشیبی وادی ہے تو ہوازن وادی کی دونوں جانب گھات لگائے ہوئے تھے اور یہ صبح کے دھندلکے کا واقعہ ہے پس انھوں نے مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کر دیا اور شکست خوردہ بھاگ گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اُنھیں آواز دی مگر وہ واپس نہ آئے[2]۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۶ [2] جوامع السیرۃ صفحہ ۲۳۹

اور طبری اپنی تاریخ میں ـــــ اپنی اسانید بیان کرنے کے بعد جابر بن عبداللہ اور ان کے باپ سے بیان کرتا ہے کہ ـــــ جب ہم وادیٔ حنین میں آئے تو ہم تہامہ کی ایک نشیبی وادی میں اُترے اور ہم اس میں صبح کے دھندلکے میں آہستہ آہستہ اُتر رہے تھے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں پہنچ چکے تھے اور انھوں نے اس کی گھاٹیوں، موڑوں اور تنگنائیوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے اور تیار ہوئے اور قسم بخدا ہم اُتر رہے تھے کہ فوج نے ہم پر یکبارگی حملہ کرکے ہمیں خوفزدہ کردیا اور لوگوں نے شکست کھائی اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے پھر آپ نے فرمایا، لوگ کہاں ہیں؟ میرے پاس آؤ میں محمد بن عبداللہ ہوں مگر کوئی چیز موجود نہ تھی اور اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے، پس لوگ چلے گئے[۱]

اور محمد بن سعد اپنے طبقات میں بیان کرتا ہے کہ

"اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر دُلدل پر سوار ہوکر وادیٔ حنین میں اُترے، اور آپ نے دو زرہیں اور خود پہنا ہوا تھا، پس ہوازن کے کچھ لوگوں نے ان کا سامنا کیا، اور اتنی کثرت میں وہ کبھی نہیں دیکھے گئے تھے اور یہ صبح کے دھندلکے کا واقعہ ہے اور وادی کی تنگنائیوں اور گھاٹیوں سے فوجوں نے نکل کر یکبارگی حملہ کردیا اور بنی سلیم کے سواروں کے گھوڑے پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور اہلِ مکہ نے ان کی پیروی کی

---

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۷۴

اور لوگوں نے شکست کھا کر ان کی پیروی کی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"۔ [۵۱]

اور محمود شیت خطاب (جو معاصر اسلامی فوجی مؤرخین میں سے ہے) بیان کرتا ہے کہ

"مسلمانوں کی فوجیں فجر کے وقت وادیٔ حنین میں داخل ہوئیں جو ایک گہری نشیبی وادی ہے، جب کبھی سواروں کو چھپنا ہوتا ہے تو وہ اس میں اُتر جاتے ہیں گویا وہ گہرے گڑھے کی طرف جا رہے ہیں، پس جب مسلمان فوج کی اکثریت وہاں ٹھہر گئی تو مشرکوں نے ان پر اپنے تیروں کی بوچھاڑ کر دی مگر مسلمانوں کو اس تیر اندازی کے مقام کا پتہ نہ چلا کیونکہ اسوقت اندھیرا چھایا ہوا تھا اور مشرکین کے مقامات کلیۃً پوشیدہ تھے پس مسلمانوں کا ہراول سمٹ گیا اور اپنے آگے کے دوسرے مسلمانوں کو بھی بہا لے گیا [۵۲]۔ پس مسلمانوں کا سمٹنا شکست میں تبدیل ہو گیا اور ابوسفیان نے مسلمانوں کی شکست دیکھی تو کہا، یہ شکست سمندر تک ختم ہو گی"۔

اور دیگر مسلمان ہونے والے لوگوں نے بھی اسی قسم کی بات کی بلکہ عثمان بن طلحہ نے جسکا باپ غزوۂ احد میں مقتول ہوا تھا اس کٹھن مرحلے میں

---

۵۱ الطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ ۵۲ مسلمانوں کے ہراول میں ایک ہزار سوار تھے اور ایک فوجی ماہر تصور کر سکتا ہے کہ جب ایک ہزار گھوڑے دوڑ رہے ہوں تو وہ اپنے آگے چلنے والے پیادوں اور اونٹ سواروں سے کیا سلوک کرتے ہیں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش کی تاکہ آپؐ سے اپنے باپ کا انتقام لے اور مسلمانوں کے ہٹنے کے بعد مشرکوں نے تعاقب کرنے کے لئے اپنی جگہیں چھوڑ دیں اور سرخ اونٹ پر سوار ایک آدمی جسکے ہاتھ میں ایک سیاہ جھنڈا تھا جو ایک طویل نیزے کے سر پر لگا ہوا تھا ہوازن کی پیشوائی کر رہا تھا اور جب کبھی وہ مسلمانوں کو پالیتا اپنے نیزے سے چوٹ لگاتا اور اسکے پیچھے ہوازن اور ثقیف بھی اُترتے ہوئے نیزے مارتے اور مسلمانوں کے درمیان گھبراہٹ پھیل گئی اور چلنے والوں سے راستوں میں اژدحام ہو گیا اور صفوف و قبائل ایک دوسرے سے گتھ گئے اور بھاگتے ہوئے اونٹ اپنے سواروں سمیت ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے اور حالات پیچیدہ ہو گئے[۵۱]

اور ابن اسیر بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں پر حضرت عتاب بن اسید کو امیر مقرر کیا، جابر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین میں آئے تو ہم ایک گہری نشیبی وادی میں اُترے، ہم صبح کے دھندلکے میں آہستہ آہستہ اُتر رہے تھے اور دشمن ہم سے پہلے وادی میں آگئے تھے، پس انھوں نے اس کی گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں ہمارے لئے گھات لگائی اور وہ اکٹھے ہوئے اور انھوں نے تیاری کی اور قسم بخدا ہم اُتر رہے تھے کہ فوج نے یکبارگی ہم پر حملہ کر کے ہمیں خوفزدہ کر دیا، پس سب لوگ شکست کھا گئے اور کوئی کسی کی طرف توجہ نہ دیتا تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب ہٹ گئے، پھر آپ نے فرمایا "میرے پاس

---

۵۱ الرسول القائد صفحہ ۲۴۹

آؤ، میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد بن عبداللہ ہوں۔"

آپ نے تین بار یہ بات کہی پھر اونٹ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑے[1]

گھات لگانے والے درید بن الصمّہ کے مشورے سے مقرر کئے گئے تھے

ابن برہان الدین بیان کرتا ہے کہ نوجوان سالار مالک بن عوف نے گھات لگانے والے معمر تجربہ کار درید بن الصمۃ کے مشورے سے مقرر کئے تھے، وہ بیان کرتا ہے کہ

جب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین میں آئے تو وہ صبح کے دھندلکے میں وادی میں اترے تو دشمن نے اُن پر حملہ کر دیا اور وہ ان کے لئے وادی کی گھاٹیوں اور تنگنائیوں میں گھات لگائے ہوئے تھے اور یہ سب کچھ درید بن الصمۃ کے مشورہ سے ہوا تھا، اس نے مالک سے کہا ___ اپنے لئے گھات لگانے والے مقرر کر وہ تیرے لئے مددگار ہونگے، اگر دشمن نے تجھ پر حملہ کر دیا تو گھات لگانے والے ان کو پیچھے سے آلیں گے اور تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملہ کر، اور اگر تو نے حملہ کیا تو دشمن کا ایک آدمی بھی نہیں بچے گا، پس انھوں نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا اور تیروں سے ان کا استقبال کیا گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہیں اور ان کا ایک تیر بھی خطا نہیں کرتا تھا[2]

شکست کے وقت سالارِ رسول کا ثبات

یوں حنین میں پہلے حملہ کے موقع پر مسلمانوں کو بُری طرح شکست ہوئی اور مسلمان میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے ایک

---

[1] الکامل فی التاریخ جلد ۲ صہ ۷۰ [2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صہ ۲۳۳۔

دوسرے کو روندنے لگے، اور وہ کسی چیز کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے، اور یہ شکست ایک ہمہ گیر شکست تھی جو بارہ ہزار فوج کے تمام دستوں پر حاوی تھی اور شکست خوردہ کو (جیسا کہ درید بن الصمۃ نے مالک بن عوف سے کہا تھا) کوئی چیز واپس نہیں لاتی۔

اور ماہر حرب کے لئے یہ تصور کرنا ضروری ہے کہ بارہ ہزار جانباز جن میں دو ہزار چار سو سے زیادہ گھڑ سوار اور کئی ہزار اونٹ ہوں اور وہ کسی ترتیب اور نظام کے بغیر بھاگ رہے ہوں تو یہ ایک خوفناک کھلبلی ہوتی ہے، لوگ ایک دوسرے کو روندتے ہیں حالانکہ وہ ایک خوفناک فوج تھے جن کا نظام بگڑ چکا تھا اور وہ ایک شکست خوردہ فوج بن گئے تھے، سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کی تھوڑی سی تعداد کے سوا، جو بڑے سے بڑے اندازے کے مطابق ایک سو سے زیادہ نہ تھے، ان کے تمام گھوڑے، اونٹ اور پیادہ شکست کھا چکے تھے اور اس شکست خوردہ فوج کے پیچھے بیس ہزار ہوازنی جانباز تھے جو انتہائی طاقت کے ساتھ اسکا تعاقب کر رہے تھے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا شکست خوردوں کو روکنے کی کوشش کرنا

اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شکست خوردوں کو روکنے کی کوشش کی اور

آپ میدان میں ثابت قدمی سے کھڑے تھے، آپ نے انھیں آواز دی کہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور آپکے گرد اکٹھے ہو جائیں مگر کسی شخص نے آپ کی طرف التفات نہیں کیا اور نہ کسی نے آپکو جواب دیا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان خوفناک گھڑیوں میں جن میں سارا تانا بانا الجھ گیا تھا کسی نے آپ کی آواز ہی نہ سُنی

ہو، کیونکہ ہر سپاہی کو جان بچانے کی فکر دامنگیر تھی اور یہ کوئی مستبعد نہیں کہ اکثر شکست خوردہ لوگوں نے یہ خیال کیا ہو کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو چکے ہیں یا شکست کھا گئے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انھیں شکست کے صدمے سے ہوش آیا اور انھوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی آواز سُنی جو انھیں بتا رہے تھے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر زندہ اور ثابت قدم ہیں اور وہ ان سے میدان شرف کی طرف واپس آنے کی اپیل کر رہے ہیں تو انھوں نے ایک دوسرے کو آواز دیکر خبر دی اور از سرِ نو میدان کی طرف واپس آگئے۔

اور سالار رسول صلے اللہ علیہ وسلم شکست کے وقت ثابت قدم رہے اور آپ نے اپنی تلوار سونت کر اسکا نیام پھینک دیا اور ثابت قدمی کے ساتھ دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنا برچھا پکڑا اور آپ کے چیندہ اصحاب کی یہ چھوٹی سی جماعت آپکے ارد گرد تھی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان نازک گھڑیوں میں بسالت و شجاعت اور اس ثبات کے ساتھ مشرکین سے جنگ کی جو نبی مرسل اور ذمہ دار سالار اعظم کی شان کے مناسب حال تھا، اور آپ نے ہوازن کی خوفناک فوجوں کا مقابلہ کیا اور آپ کے اصحاب کی یہ چھوٹی سی مستقل مزاج جماعت آپ کی مدد کر رہی تھی حالانکہ ان کی تعداد فقط ایکسو تھی جبکہ ہوازن کی بیس ہزار فوج میدان میں تیزی سے دوڑ رہی تھی۔

اور صرف حنین کا دن ہی وہ کٹھن دن نہ تھا جس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی گھبراہٹ یا شکست کے وقت ثابت قدمی دکھائی تھی بلکہ خوف اور نازک حالات میں ثابت قدم رہنا سالاروں اور شجاعوں کے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اساسی اور بلند مرتبہ اخلاق میں سے ایک خلق ہے

اور جنگ احد کے روز جب مسلمان، تیراندازوں کی غلطی کے نتیجے میں منتشر ہو گئے اور خالد بن ولید کے سوار، مسلمانوں کے پچھلے حصے پر ٹوٹ پڑے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر انتہائی شجاعت اور ثبات کے ساتھ کھڑے رہے حتیٰ کہ اس نازک وقت میں آپ کا ثابت قدم رہنا، مسلمانوں کے شکست سے واپس آنے اور متحد ہونے اور از سرِ نو دوبارہ اپنی فوج کے منظم کرنیکا بڑا سبب بن گیا، اور وہ اس طرح کہ انھیں اس دن خطرناک نقصانات اٹھانے کے باوجود، جو اس روز اُن کی فوج کے سو میں سے دس آدمیوں کو پہنچے تھے اس سبب نے اُنھیں دوبارہ میدانِ کارزار میں ہیبت اور غلبہ عطا کر دیا[1]

اور جب خندق میں حالات نازک ہو گئے اور قریظہ کے یہودیوں نے عہد شکنی کی اور مسلمانوں کو شدید ترین خطرے کا سامنا کرنا پڑا یہانتک کہ دل گلوں میں اٹک گئے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے تو رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے صبر و شجاعت اور ثبات کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا اور آپ کی شجاعت اور ایمان نے ان مضطرب دلوں کو سکون بخشا جن کا احزاب کی خوفناک فوجوں کے ڈر سے گلا کٹتا جا رہا تھا بلکہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم حفاظتی کارروائیاں کر رہے تھے، اور کہاں؟ ان خطرناک پوزیشنوں کے آگے، جن کے ورے احزاب کے سواروں کا نشانہ بن جانا ممکن تھا اور یہ کام آپ شدید سرد راتوں میں جبکہ اس کے ساتھ خوفناک آندھیاں بھی چل رہی تھیں، خندق کے بلند مقامات پر سرانجام دے رہے تھے، نیز اسوقت مسلمانوں کی حالت نازک ہو چکی تھی اور احزاب کی دس ہزار

---

[1] رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبات کی تفاصیل ہماری تیسری کتاب غزوۂ احد میں دیکھیے

جانبازوں پر مشتمل فوج کے خوف سے جیشِ نبوی سے منافقین اور کمزور دل لوگوں کے کھسک جانے کے بعد مسلمانوں کی فوج کی تعداد کم ہو کر تین سو تک پہنچ چکی تھی[۱]

اس طرح رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم (ہمیشہ ہی) اپنے اصحاب کی پناہ گاہ رہے اور جب جنگ کے مصائب شدّت اختیار کر جاتے تو ثبات وصبر کے میدانوں میں آپ کا تصرّف ـــــ ان کی جانبازی اور انکے مورال کی تقویت اور جنگ کے وقت اور مصائب اور حربی آزمائشوں کے وقت جن راستوں سے ان کے دلوں میں کمزوری اور بزدلی راہ پا سکتی ہے انھیں بند کرنیکا سب سے بڑا سبب رہا ہے۔

عظیم آزمائش

حق بات یہ ہے کہ (پہلے حملے میں) مسلمانوں کی شکست ایک عظیم آزمائش تھی جس میں کچھ شبہ نہیں پایا جاتا اور رسول اعظم اور سالار اکبر صلے اللہ علیہ وسلم اس آزمائش میں ڈٹے رہے، آپ اپنی جگہ پر قطب کی طرح ڈٹے رہے اور اپنے شکست خوردہ اصحاب کو واپسی کے لئے قوت دیتے رہے تاکہ جب انھیں علم ہو کہ آپ زندہ اور اپنی جگہ پر قائم ہیں تو وہ آپکے ارد گرد اکٹھے ہو جائیں، اور جو شخص محمد بن عبداللہ ہاشمی کے مقام پر ہو خواہ حالات کچھ بھی ہوں اور خواہ ان خوفناک گھڑیوں کے جن میں اسلامی فوج حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس قسم کے تلخ تجربے سے نہیں گزری تھی کچھ بھی نتائج واحتمالات ہوتے، وہ فرار اختیار نہیں کر سکتا ...... آپ نبی مرسل

---

[۱] ایامِ خندق میں مسلمانوں کی عظیم آزمائش کی تفاصیل ہماری تیسری کتاب غزوۂ خندق میں دیکھیے

اور اللہ کی مدد پر یقین رکھنے والے تھے اور جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھتا ہے وہ اُس کے دشمن کو اس پر قابو نہیں دیتا، پھر محمد بن عبداللہ سیدالسادات اور قائد القادات، فوج کے سالارِ اعلیٰ اور اس کے ذمہ دار تھے، اور آپ کے لئے جیشِ اسلامی کی اس پوزیشن کو (شکست کے باوجود) جسے وہ اختیار کر چکا تھا درست کرنا ضروری تھا تاکہ وہ محفوظ رہے اور اُسے کوئی قابلِ ذکر نقصان نہ پہنچے۔

جن لوگوں پر ہوازن کی طرف سے اچانک اور مہلک حملہ ہوا ان کے دوبارہ میدان میں آنے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ بزدل نہ تھے اور ان میں وہ سربلند لوگ بھی تھے جنھوں نے بدر کے روز اسلام کو تاریخ کے وسیع تر دائرے میں داخل کیا، پس وہ اس روز بھی، شرک کی فوجوں کے سامنے ڈٹے رہے اور ان پر فتح پائی حالانکہ وہ تعداد میں ان سے تین گنا زیادہ تھے، اور سامانِ جنگ اور رسد اور ہر مادی چیز میں ان پر زبردست فوقیت رکھتے تھے اور حنین میں ہوازن کی فوج بیس ہزار اور مسلمانوں کی فوج بارہ ہزار تھی، بلاشبہ اس موقع پر ہوازن کو تعداد میں مسلمانوں پر زبردست فوقیت حاصل تھی پس حنین کے روز، پہلے حملہ کے وقت مسلمانوں کو جو اچانک شکست ہوئی اس کے اسباب میں کمزوری اور بزدلی کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا، وہ سبب (جنگی ماہرین کے بیان کے مطابق) حیران کن اچانک حملے۔ اور حدیث العہد قبائلی عناصر کے پائے جانے کا تھا جن میں ہمیشہ انتشار کی حکمرانی ہوتی ہے، اسی طرح اسلامی فوج کے اندر اظہارِ اسلام کرنے والے عناصر بھی پائے جاتے تھے (جنکے دلوں میں ابھی تک اسلام داخل

نہیں ہوا تھا) ان عناصر نے شکست دلانے میں بڑا کردار ادا کیا کیونکہ ان کے دلوں میں جاہلیت کی کچھ باتیں بقایا تھیں جنھوں نے جیش نبوی کو شکست دلائی اور ہوازنی فوج کو فتح ہوئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلے حملہ کے وقت جیشِ نبوی میں سب سے پہلے شکست کھانے والے لوگ انہی عناصر میں سے تھے جیسے کہ معرکہ حنین کی جنگوں کے حالات لکھنے والے عظیم مؤرخین نے بار بار اس امر کا ذکر کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ پہلے حملہ کے وقت جو شکست ہوئی وہ ایک آزمائشی دھکا تھا جس میں جیش نبوی کی یونٹیں مضطرب ہو گئیں اور پھر شکست کھا گئیں، پس سالارِ اعلیٰ صلے اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے، پس آپ کا اور آپ کے ایک سو اصحاب کا ثبات، پوزیشن کی تحسین و تعدیل اور درستگی اور شکست خوردہ جیش اسلامی کے پلڑے کے جھکاؤ کا بنیادی سبب تھا جس نے اسے شکست خوردگی اور فرار کے بعد، مہلک حملہ کرنے کی پوزیشن میں کرایا اور یہ پوزیشن اللہ تعالیٰ کے مؤمنین کو ثابت قدم رکھنے کے بعد ہوئی، پس جب انھیں پتہ چلا کہ ان کے نبی اور سالارِ اعلیٰ میدان میں اپنی جگہ پر ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں اور ہوازنیوں کے مونہوں پر تلوار اور اُن کے سینوں میں نیزے مار رہے ہیں تو وہ میدان جنگ کی طرف واپس آگئے۔

حضرت عباس کی آواز اور شکست خوردوں کی واپسی

حضرت عباس بن عبد المطلب بھی اس ثابت قدم قلیل جماعت میں شامل تھے جو حنین کے روز مسلمانوں کی شکست کے موقع پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہی تھی، اور جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ شکست خوردہ

جیشِ اسلامی کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو آپ نے اس گرتی ہوئی پوزیشن کی درستگی کا ارادہ کیا (اور آپ کو یہ اعتماد تھا کہ جب آپ کے اصحاب خصوصاً انصار اور مہاجرین کو) آپ کی جگہ کا علم ہوگا نیز یہ کہ آپ شکست کھائے بغیر مشرکین کے ساتھ ثابت قدمی سے جنگ کر رہے ہیں تو وہ لازماً میدانِ جنگ کی طرف واپس آئیں گے اور اُن کی واپسی سے طاقت کا ترازو، اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تبدیل ہوجائیگا اور فتح، جیشِ توحید کی حلیف ہوگی اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کہ اللہ ان کا مددگار ہوگا ادنیٰ سا بھی شبہ نہ تھا اس لئے آپ نے اپنے چچا حضرت عباس سے (آپ بڑے بلند آواز تھے اور آپکی آواز کئی میلوں تک سنائی دیتی تھی) خواہش کی کہ وہ فوج کو میدان شرف وجہاد کی طرف واپس آنے کی اپیل کریں اور آپ کی ڈیوٹی لگائی کہ آپ خاص طور پر انصار اور اصحابِ شجرۃ الرضوان کے نام سے آواز دیں کیونکہ یہ لوگ ہر اس معرکہ میں جس میں مسلمانوں نے عہدِ نبوی میں حصہ لیا، فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھے۔ (خصوصاً وہ انصار) جو ہمیشہ ہی اسلام اور اس کے دشمنوں کے درمیان ہونے والے ہر معرکے میں اکثریت میں ہوتے تھے۔

حضرت عباس نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عمل کیا اور انصار کے نام سے اور خصوصاً اصحاب السمرۃ[1] (وہ درخت جس کے نیچے مسلمانوں نے فتح مکہ سے قبل حدیبیہ کے روز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] سمرۃ، ببول کے درخت کو کہتے ہیں یعنی حضرت عباس نے ان لوگوں کو آواز دی جنھوں نے ببول کے درخت تلے بیعت کی تھی۔ مترجم

کی بیعت کی) کے نام سے آواز دی -

جونہی شکست خوردہ مسلمانوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کی آواز میں نبوی اپیل کو سُنا تو وہ اچانک حملے کے صدمے سے سنبھل گئے۔ اور خصوصاً اس یقین کے بعد کہ انکے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ڈٹ کر مشرکین سے جنگ کر رہے ہیں پس وہ سب کے سب میدان کارزار کیطرف واپس آگئے اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہوگئے اور جیش نبوی کی حالت بہتر ہونے لگی اور ہوازنیوں کو مسلمانوں کی ضربیں لگنے لگیں، حالانکہ قبل ازیں وہ ان کے کندھوں پر سوار ہوچکے تھے اور انکے قائدین خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ کن شکست ہوگی اور بالآخر مکہ ہوازن کے قبضہ میں آجائے گا۔

از سرِ نو شدید جنگ

حضرت عباس کی آواز میں رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل کو شکست خوردہ صحابہ کے قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں اور ہوازنیوں کے درمیان پہلے سے بھی زیادہ شدید جنگ شروع ہوگئی اور ایک خوفناک معرکہ ہوا اور چند ہی لمحوں میں ہوازن حملے کی پوزیشن ترک کرکے دفاع کی پوزیشن میں آگئے اور مسلمانوں نے غیظ و غضب کے ساتھ مشرکوں سے جنگ کی اور عظیم استقلال دکھایا، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں زبردست فتح عطا فرمائی اور ہوازن کو ایسی تباہ کن شکست ہوئی کہ تاریخ میں عربوں میں سے کسی کو اس قسم کی شکست نہ ہوئی تھی جس نے ہوازن کی عظمت کا ستیاناس کردیا، جنہیں پہلے حملہ کے وقت اچانک اور وقتی فتح نے سرمست کردیا تھا اور ان پر ذلت اور رسوائی نازل ہوئی، اور اس شکست کے

متعلق ان کا کوئی قائد تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا، یا یہ کہ شکست کے عدم مواصلت کے باعث مسلمان، مکہ یا سمندر تک ثابت قدم رہ سکیں گے جیسا کہ اسلام لانیوالے ان لوگوں میں سے جن کے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تھا، ایک آدمی نے یہ بات کہی تھی،

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور سالارنبی صلے اللہ علیہ وسلم، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کے ثبات کے طفیل ہوا، جن کا مسلمانوں کی شکست کے وقت اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا اور مشرکین کے ساتھ جنگ کرنا (حالانکہ آپ کے ساتھ صرف ایک سو صحابہ ثابت قدم رہے تھے) معرکہ میں مسلمانوں کے بیلنس کو فتح کے حساب سے صفر سے بلند کر کے کامیابی اور غلبہ کے اعلیٰ نمبروں تک لیجانے کا سبب بن گیا۔

جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ان کا نبی اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ کر ہوازنی فوج کی موجوں سے نبرد آزما ہے تو وہ شرمندہ ہوئے حالانکہ وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہے تھے۔ اور جب انھوں نے نبوی اپیل کو سُنا کہ وہ انھیں اپنے نبی کے گرد میدانِ جنگ میں واپس آنیکی دعوت دے رہی ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور واپس آکر (غیظ و غصّے کیساتھ) دشمن پر ٹوٹ پڑے گویا وہ تند ہوائیں ہیں جو ہر حائل ہونے والی چیز کو اُڑا کر لے جاتی ہے یہانتک کہ ان میں سے ایک (تاکہ وہ میدان جنگ میں آنے والوں میں سب سے سابق ہو) اپنے اونٹ کی مہار پھینکتے ہوئے اور پھر اس کی پشت سے چھلانگ لگاتے ہوئے اپنی تلوار اور نیزہ اٹھاتے ہوئے مشرکین سے لڑنے کے لئے نہایت سرعت کے ساتھ اس طرف دوڑ رہا تھا جہاں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔

اور جس طرح پہلے حملے کے وقت شکست کے موقع پر مسلمان ایک دوسرے کو روندتے تھے اس سے کہیں بڑھ کر انھوں نے میدان شرف کی طرف واپسی پر ازدحام کیا اور اپنے چہروں سے شکست کا غبار جھاڑا، قریب تھا کہ مشرکین سے مقاتلہ کے لئے جو وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد ازدحام کئے ہوئے تھے اس سے ان کے نیزوں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچ جاتی۔

معرکہ کے متعلق واقدی کا بیان

اور شاید ہمارے لئے یہ مستحسن ہو کہ ہم امام المغازی محمد بن عمر الواقدی کی طرف کان لگائیں، وہ ہمارے لئے ان نازک اور شرمندہ کرنے والی گھڑیوں جن میں مسلمانوں نے شکست کھائی، اور ان شاندار اور بلند قدر لمحات کا ذکر کرتا ہے جن میں مسلمان واپس ہوئے اور انھوں نے اچانک شکست کی عار کو اپنے پاک اور مقدس خون سے دھویا اور عہدِ نبوی میں بت پرستی پر اسلام کی سب سے بڑی فتح کو ریکارڈ کیا، واقدی بیان کرتا ہے کہ

"انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب ہم وادی حنین میں اُترے اور ابھی صبح کا دھندلکا ہی ہوا تھا کہ ہم نے محسوس کیا کہ وادی کی تنگنائیوں اور گھاٹیوں سے فوجوں نے ہم پر حملہ کر دیا ہے، پس انھوں نے یکبارگی حملہ کیا تو ہراول کے سوار — جو سلیم کے سوار تھے — پیٹھ دیکر بھاگ گئے۔ اور اہلِ مکہ نے ان کی پیروی کی اور شکست کھا کر لوگوں نے ان کی پیروی کی وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے"

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

کو سُنا ــــ اور آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا ــــ لوگ شکست کھا رہے تھے اور آپ کہہ رہے تھے ،

اے اللہ اور اسکے رسول کے مددگارو ! مَیں اللہ کا بندہ اور اُس کا ڈٹا رہنے والا رسول ہوں ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے برچھے کے ساتھ لوگوں کے آگے آئے ۔

اور حضرت عباس بن عبد المطلب بیان کرتے ہیں کہ

جب حنین کے روز مسلمانوں اور مشرکوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو مسلمان بھاگ گئے تو میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپکے ساتھ ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب کے سوا اور کوئی آدمی نہ تھا ، وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خچر کو منہ سے پکڑے ہوئے تھے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف جلدی سے بڑھنے میں کوئی کوتاہی نہیں کر رہے تھے ، حضرت عباس بیان کرتے ہیں ، مَیں بلند آواز آدمی تھا ، جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی حالت دیکھی کہ وہ کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تو آپ نے فرمایا ، اے عباس! آواز دو ، اے گروہِ انصار اور اے اصحاب السمرۃ ، پس میں نے آواز دی ، اے گروہِ انصار اور اے اصحاب السمرۃ ، تو وہ یوں لبیک لبیک کہتے آئے جیسے اونٹ اپنے بچوں کے مشتاق ہوتے ہیں ، پس ان میں سے ایک آدمی جاتا اور اپنے اونٹ کو موڑتا مگر وہ اس کی سکت نہ پاتا تو اپنی زرہ کو لیتا اور اسے اپنی گردن کے آگے رکھتا اور اپنی ڈھال اور تلوار لیتا اور پھر اپنے اونٹ سے کود پڑتا اور اُسے لوگوں میں کُھلا چھوڑ دیتا اور آواز کا پیچھا کرتا ہوا رسول کریم صلے اللہ

علیہ وسلم کے پاس پہنچ جاتا اور جب لوگ ہمارے پاس آگئے تو اکٹھے ہو گئے، سب سے پہلے انصار کو دعوت دی گئی، پھر دعوت کو خزرج میں منحصر کر دیا گیا تو انھوں نے آواز دی، اے خزرج! راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مقابلے کے وقت ثابت قدم اور جنگ کے وقت بہادر تھے راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ـــــ جیسے سوار اپنی سواری سے گردن بلند کرتا ہے ـــــ اور آپ نے ان کی جنگ کو دیکھ کر فرمایا، تنور اب گرم ہوا ہے[۱]۔ پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سنگریزے لیکر انھیں پھینکا اور فرمایا، ربِ کعبہ کی قسم وہ شکست کھا گئے ہیں، حضرت انس بیان کرتے ہیں قسم بخدا میں مسلسل اُن کی پسپائی اور ان کی دھار کو کند ہوتے دیکھتا رہا یہانتک کہ اللہ تعالے نے ان کو شکست دیدی اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو انکے پیچھے اپنا خچر دوڑاتے دیکھ رہا ہوں۔

اور ایک عینی گواہ (حنین کے روز) شکست خوردہ انصار کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپسی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ انصار، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس مڑے (اور وہ کہہ رہے تھے کہ فرار کے بعد حملہ) اور وہ یوں مڑے جیسے گائے شفقت سے اپنے

---

[۱] الآن حمی الوطیس (تنور اب گرم ہوا ہے) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی یونٹ کی شدتِ جنگ کو بیان کیا ہے، اور یہ ان کلمات میں سے ہے جسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا، پھر اس مختصر بیان سے ہمیشہ ہی سخت اور شدید معرکوں کو بیان کیا جانے لگا۔

بچوں کی طرف مڑتی ہے، انھوں نے نیزے بلند کئے ہوئے تھے، حتیٰ کہ مجھے مشرکین کے نیزوں سے بھی بڑھ کر انکے نیزوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خوف پیدا ہوا، وہ نیزوں کو بلند کئے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے، یالبیک یالبیک، پس جب وہ ملے اور انھوں نے شمشیر زنی کی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر اپنی رکاب میں کھڑے فرما رہے تھے، اے اللہ میں تجھ سے تیرے وعدے کے مطابق سوال کرتا ہوں انھیں غالب نہیں آنا چاہیئے۔ پھر آپ نے حضرت عباس سے فرمایا مجھے زمین سے کچھ سنگریزے پکڑاؤ، پھر فرمایا، چہرے قبیح ہوگئے، اور ان سنگریزوں کو مشرکین کی طرف پھینک دیا، اور فرمایا، ربّ کعبہ کی قسم وہ شکست کھا گئے[1] اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دُعا کو قبول فرمایا اور معرکہ میں طاقت کا ترازو مسلمان کے مفاد میں ہوگیا یہانتک کہ انھوں نے مشرکین کو بُری طرح شکست دی۔

شکست کے وقت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے اصحاب

حضرت انس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے چند اصحاب کے ثبات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سُنا اور آپ نے اپنے دائیں بائیں دیکھا اور لوگ شکست کھا رہے تھے، آپ فرما رہے تھے،

اے اللہ اور اس کے رسول کے مددگارو! میں اللہ کا بندہ اور

---

[1] واقدی جلد ۳ صہ ۸۹۸، ۸۹۹

اسکا ڈٹا رہنے والا رسول ہوں، راوی بیان کرتا ہے پھر آپ اپنے برچھے کے ساتھ لوگوں کے آگے آئے، بس قسم ہے اس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ ہم نے کوئی تلوار اور نیزہ نہیں مارا یہاںتک کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست دیدی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کی طرف واپس آئے، اور آپ نے انیں سے جن لوگوں پر قابو پایا تھا انکے قتل کرنیکا حکم صادر فرمایا اور ہوازن پسپا ہونے لگے اور جو مسلمان شکست کھا گئے تھے وہ واپس آگئے، اور تاریخ کی کتابوںمیں ان آدمیوں کے ناموں کا بھی ذکر آیا ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے اُن میں سے چند نام یہ ہیں۔

۱۔ حضرت ابو بکرؓ
۲۔ حضرت عمرؓ
۳۔ حضرت عباس بن عبد المطلب
۴۔ حضرت علی بن ابی طالب
۵۔ حضرت فضل بن عباس[۱]

---

[۱] فضل بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف، آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمزاد تھے، آپکی کنیت ابو عبد اللہ تھی، آپ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فتح مکہ میں حاضر ہوئے اور حنین کے روز آپکے ساتھ ثابت قدم رہے، اسی طرح آپ حضور کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی حاضر ہوئے اور آپ حضور کے ردیف تھے، آپ بڑے خوبصورت تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں، فضل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل میں بھی شامل تھے اور آپ حضرت علی پہ پانی ڈالتے تھے. اور مرج الصفر کی جنگ میں شام میں شہید ہوئے اور بعض کا قول ہے کہ اجنادین میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ آپنے طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں وفات پائی تھی۔

۶ - حضرت ابوسفیان بن الحارث
۷ - حضرت ربیعہ بن الحارث
۸ - حضرت ایمن بن عبید خزرجی[۱]
۹ - حضرت اسامہ بن زید
۱۰ - حضرت حارثہ بن النعمان[۲]

---

[۱] ایمن بن عبید بن عمرو بن بلال، بنی غنم بن عوف بن خزرج میں سے تھے اور آپ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دایہ ام ایمن کے بیٹے تھے جو حضرت اسامہ بن زید کے ماں جائے بھائی تھے، مجاہد اور عطاء نے ان سے روایت کی ہے، اسد الغابہ میں انکے متعلق بیان ہے کہ ایمن حنین کے روز شہید ہوئے تھے، یہ بیان ابن اسحاق کا ہے -

[۲] حارثہ بن النعمان بن نقع بن زید بنی نجار کے خزرجی تھے، بدر و اُحد، خندق اور سب معرکوں میں شامل ہوئے، آپ فضلا صحابہ میں سے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے باعتماد آدمیوں میں سے تھے، حنین کے روز حضور کیساتھ ثابت قدم رہے، آپ ہی کو جبریل نے سلام کہا تھا، روایت ہے کہ ایک روز جبریلؑ حضور کے پاس آئے تو یہ حارثہ آپکے پاس سے گزرے تو آپ نے کہا حارثہ! تو میں نے سلام کہا اور گزر گیا، پس جب میں واپس آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی واپس آئے تو آپ نے فرمایا، کیا تو نے اس شخص کو دیکھا تھا جو میرے ساتھ تھا؟ میں نے عرض کیا ہاں، آپ نے فرمایا، جبریل نے تجھے سلام کا جواب دیا ہے، ابن حجر اصابہ میں (بخاری سے روایت کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں کہ حضرت حارثہ نے حضرت عثمان بن عفان سے کہا، اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کی حفاظت میں جنگ کریں حضرت حارثہ نے حضرت معاویہ کی خلافت کا زمانہ پایا ہے اور بصارت جانے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانے ہی میں وفات پائی -

عاصم بن عمرو بن قتادہ، عبدالرحمٰن بن جابر بن عبداللہ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب لوگ منتشر ہو گئے، اور قسم بخدا اس وقت ان کی شکست واپس ہوئی جب انھوں نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدیوں کو مشکیں باندھے ہوئے پایا، راوی بیان کرتا ہے کہ اسوقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم، ابوسفیان بن الحارث کی طرف متوجہ ہوئے جو لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے، اور یہ بھی اس دن ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خچر کے منہ کو پکڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا یا رسول اللہ میں آپ کی ماں کا بیٹا ہوں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا، تو کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آپ کا بھائی ابوسفیان بن الحارث ہوں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں میرا بھائی ہے، مجھے زمین سے سنگریزے پکڑاؤ، پس میں نے آپ کو سنگریزے پکڑائے تو آپ نے انھیں ان سب کی آنکھوں میں دے مارا اور وہ شکست کھا گئے[1]

واقدی بیان کرتا ہے کہ مؤرخین کہتے ہیں کہ

جب لوگ منتشر ہو گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دائیں جانب سمٹ گئے، اور آپ اپنی سواری پر کھڑے تھے اور آپ اس سے اپنی تلوار سونت کر اور اس کے نیام کو پھینک کر اُترے اور آپ انصار و مہاجرین اور اپنے اہل بیت (حضرت عباس

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۹

حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت ابوسفیان بن
الحارث، حضرت ربیعہ بن الحارث، حضرت ایمن بن عبید
خزرجی، حضرت اُسامہ بن زید، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر
علیہما السلام) کی ایک جماعت میں باقی رہ گئے [۱]

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ایک سو آدمیوں کے حالات

بعض مورخین نے (رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے ایک سو آدمیوں کے حالات کے بارے میں) بیان کیا ہے کہ جب لوگ منتشر ہو گئے اور شکست کھا گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے حملے کے وقت حارثہ بن النعمان سے فرمایا، تمہاری رائے میں ثابت قدم رہنے والے کتنے آدمی ہیں؟ حضرت حارثہ بیان کرتے ہیں، جب میں تنگی سے ایک طرف ہوکر اپنے پیچھے متوجہ ہوا تو میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو میں نے ایک سو کا اندازہ لگایا، اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ ایک سو ہیں ... یہاں تک کہ میں ایک دن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ مسجد کے دروازے پر جبریل سے گفتگو کر رہے تھے، جبریل نے کہا، اے محمد! یہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا، حارثہ بن النعمان،

جبریل نے کہا، یہ حنین کے روز ثابت قدم رہنے والے سو آدمیوں میں سے ایک ہے۔ اگر یہ سلام کہے تو میں اسے ضرور جواب دونگا، پس

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے خبر دی تو حارثہ نے کہا، مَیں نے اسے خیال کیا کہ دحیہ کلبی آپ کے ساتھ کھڑا ہے۔

اور معمر بن راشد زہری سے اور وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جبریل نے کہا کہ

اللہ تعالےٰ جنت میں اُن لوگوں کے (جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے تھے) ارزاق اور انکے عیال کے ارزاق کا ضامن ہوگیا ہے۔

اور حضرت عباس فرمایا کرتے تھے کہ

ابو سفیان بن الحارث ان لوگوں میں سے ہے جن کے اپنے اور انکے عیال کے ارزاق کا اللہ تعالےٰ جنت میں ضامن ہے[1]

اور شکست کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ثبات کے متعلق البرار بن عازب (جو ثابت قدم لوگوں میں سے تھے) سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اس ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ رسول خدا نے پشت نہیں پھیری بلکہ آپ کھڑے رہے اور مدد طلب کی پھر آپ اُترے اور آپ فرما رہے تھے۔

أَنَا النَّبِی لَا کَذِب   انا ابن عبد المطلب

مَیں اللہ کا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی اور آپ کے دشمن کو پچھاڑ دیا اور آپ کی حجت کو کامیاب کیا[2]

حنین کے روز حضورؐ کی دُعا: جب آپ کی فوج شکست کھا گئی

---

[1] الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۲ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۲

اور آپ ثابت قدم رہے (اور انصار و مہاجرین کے چیندہ سو آدمی بھی) تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرما رہے تھے،

اللّٰھمّ لک الحمد والیک المشتکیٰ وانت المستعان

اے اللہ سب تعریف تیرے لئے ہے اور تجھ سے ہی شکایت ہے اور تجھ سے ہی مدد طلب کی گئی ہے۔

جبریل بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ کلمات تلقین کئے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سمندر پھٹنے کے روز تلقین کئے تھے جبکہ سمندر ان کے آگے اور فرعون ان کے پیچھے تھا۔

اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ انصار ہمیشہ ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر نبوی مسلح افواج کی ریڑھ کی ہڈی رہے، یہی وجہ ہے کہ حنین کے روز شکست کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں سے ۶۷ آدمی انصار اور ۳۳ آدمی مہاجر تھے۔

فریقین کے درمیان شدید جنگ

شکست خوردہ مسلمانوں کے میدانِ کارزار کی طرف واپس آجانے کے بعد جنگ بھڑک اٹھی اور ہوازن بے نظیر شدت اور سختی کے ساتھ لڑے، لیکن تمام شکست خوردہ اسلامی فوج کی واپسی کے بعد وہ حملے کی پوزیشن کو چھوڑ کر دفاع کی پوزیشن میں آگئے اور مسلمانوں نے (اپنے نبی کی کمان میں) ہوازن پر زبردست تباہ کن مخالفانہ حملہ کیا جس کے سامنے ہوازن اور انکے حلیفوں نے ثابت قدم رہنے کی کوشش کی مگر بے سود۔

مسلمانوں نے غیظ و غصے کے ساتھ ان کا صفایا کر دیا اور انھیں

قتل کیا اور انھیں اپنے آگے اس طرح بہالے گئے جیسے آندھی خشک پتے کو اُڑا لیجاتی ہے پس انھوں نے ان میں خوب خونریزی کی، اور بعض مسلمانوں کا غصہ اس حد تک بڑھ گیا کہ انھوں نے مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے کے لئے اپنے ہاتھ دراز کر دیئے تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود انھیں اس کام سے روک دیا کیونکہ شریعتِ اسلام خواہ کیسے بھی جواز اور اسباب ہوں بچوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتی۔

محمد بن ابی صعصعہ بیان کرتے ہیں کہ

> جب حضرت عباس نے بلند آواز سے مسلمانوں کو شکست سے واپسی کے لئے پکارا تو خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ نے آواز دی، اے خزرج اے خزرج اور اوس کے سردار حضرت اسید بن حضیر نے آواز دی، اے اوس، اے اوس! تو خدا کی قسم وہ ہر جانب سے یوں واپس آئے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے بادشاہ کی طرف آتی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں کو مشرکوں پر غصہ آیا، اور انھوں نے انھیں قتل کیا یہانتک کہ مسلمانوں نے بچّوں کے قتل کے بارے میں جلدی کی تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا،

ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ قتل انھیں بچّوں کے قتل کرنے تک لے گیا ہے۔ آگاہ رہو، بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ آپ نے یہ بات تین بار کہی، حضرت اسید بن حضیر نے کہا، یارسول اللہ! وہ تو مشرکین

کے بچے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسید کو جواب میں فرمایا، کیا تمہارے بہتر آدمی مشرکین کی اولاد نہیں؟ ہر روح فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتی ہے یہانتک ان کے متعلق ان کی زبان سے بیان کرتی ہے کہ ان کے والدین انھیں یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں[۵]

اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ مسلمانوں کے میدانِ کارزار میں واپس آنے کے بعد ہوازن نے شدید جنگ کی اور ان میں کچھ ایسے لوگ تھے جنھوں نے مسلمانوں کو بڑی سختی سے قتل کیا اور اس امر پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والا اور کوئی واقعہ نہیں جسے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ہوازن کا ایک آدمی اپنے اونٹ پر مسلمانوں کو اپنی تلوار سے قتل کر رہا تھا یہانتک کہ اس نے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا تا آنکہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو دجانہ نے تعاون کر کے اسے قتل کر دیا۔

ایک آدمی جس کے قتل پر مہاجرین اور انصار کے دو مشہور ترین شہسوار تعاون کرتے ہیں یقیناً وہ ایک دلیر اور بہادر آدمی ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں، حضرت علی مہاجرین کے شہسوار تھے اور حضرت ابو دجانہ انصار کے شہسوار، اور احد کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے شمشیر بردار تھے اور اس روز یادگار بہادرانہ کارنامے سرانجام دینے والے تھے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں (اس ہوازنی شخص کے بارے میں جس نے

---

[۵] واقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۵

مسلمانوں کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا) کہ

ہوازن کا ایک آدمی سُرخ اونٹ پر سوار تھا جسکے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا تھا جو اس کے طویل نیزے کے سر پر لگا ہوا تھا اور وہ لوگوں کے آگے آگے چل رہا تھا جب وہ کسی آدمی کو پاتا اسے نیزہ مارتا اسنے بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، پس حضرت ابو دجانہ اسکے سامنے ڈٹ گئے اور آپ نے اس کے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں تو اس کے اونٹ کے خُر خُر کرنے کی آواز سُنی گئی اور اونٹ لیٹ گیا، اور حضرت علی اور حضرت دُجانہ نے اس کا راستہ روک لیا، پس حضرت علی نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا اور حضرت ابو دجانہ نے اس کا دوسرا ہاتھ قلم کر دیا اور دونوں اسے اپنی تلواریں مارنے لگے یہانتک کہ ان دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں، پس ان دونوں میں سے ایک رُک گیا اور دوسرے نے اس کا کام تمام کر دیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا چلیئے اس کے سامان پر توجہ نہ دیجئے، پس دونوں مارتے مارتے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلے گئے اور ہوازن کے ایک سوار نے دونوں کو روکا، جسکے ہاتھ میں سُرخ جھنڈا تھا پس دونوں میں سے ایک نے اسکے گھوڑے کی اگلی ٹانگ پر تلوار ماری اور وہ منہ کے بل گر پڑا، پھر دونوں نے اسے اپنی تلواروں سے مارا اور اسکے سامان پر سے گزر گئے اور حضرت ابو طلحہ نے گزرتے ہوئے پہلے اور دوسرے آدمی کا سامان لے لیا، اور حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی، حضرت ابو دجانہ اور حضرت ایمن بن عبید رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے جنگ کیا کرتے تھے[۵۱]

---

[۵۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ ۹۰۳ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

قبیلہ ہوازن کے سالار کی جانبازی

اسی طرح مؤرخین نے (عینی گواہوں کی روایت سے) بیان کیا ہے کہ ہوازنی فوجوں کے سالارِ عام مالک بن عوف اور اس کے قبیلے بنی نصر نے بڑی سختی، شجاعت اور ثبات کے ساتھ جنگ کی قریب تھا کہ وہ اپنے آخری آدمی تک فنا ہو جاتے اور سالارِ عام مالک بن عوف اس وقت میدان سے پیچھے ہٹا جب اس نے دیکھا کہ اسکا اپنی ان فوجوں پر کوئی کنٹرول نہیں رہا جنھیں شکست نے اس طرح پراگندہ کر دیا تھا جیسے آندھی خشک پتوں کو پراگندہ کر دیتی ہے اور ہوازن کے ہر سپاہی کو اپنی جان بچانے کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ بنی نصر (مالک بن عوف کی قوم) اور بنی رباب میں جو بنی نصر ہیں سے تھے قتل کی خوب گرم بازاری ہوئی یہاں تک کہ عبداللہ بن قیس النصری —— جو مسلمان تھا —— کہنے لگا، یا رسول اللہ بنو رباب ہلاک ہو گئے ہیں، تو آپ نے فرمایا، اے اللہ ان کی مصیبت کا ازالہ فرما،

حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حنین کے روز دو آدمیوں ایک مسلمان اور اور ایک مشرک کو جنگ کرتے دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک آدمی، مسلمان کے خلاف اپنے مشرک ساتھی کی مدد کرنے کا خواہاں ہے، پس میں نے اس کے پاس آکر اس کے ہاتھ پر تلوار ماری اور اسے قطع کر دیا اور اس نے مجھے اپنے دوسرے ہاتھ کے ساتھ گلے سے پکڑ لیا اور خدا کی قسم اس نے مجھے اسوقت چھوڑا جب مجھے اس سے موت کی بو آئی اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیتا اور اگر سیلانِ خون

کے باعث وہ قریب المرگ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ضرور مجھے قتل کر دیتا، پس وہ گر پڑا اور میں نے اسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور جنگ نے مجھے اس سے غافل کر دیا اور مکہ کا ایک آدمی اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کا سامان لے لیا اور جب جنگ رُک گئی اور ہم دشمن سے فارغ ہو گئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی کو قتل کیا ہو اسکا سامان اسے ملے گا، مَیں نے کہا، یا رسول اللہ قسم بخدا مَیں نے ایک سامان والے آدمی کو قتل کیا ہے اور جنگ نے مجھے اس سے غافل کر دیا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اسکا سامان کس نے لیا ہے؟ تو مکہ کے ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ! اس نے درست بات کہی ہے اور اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، پس آپ اس شخص کے سامان کے بارے میں اسے مجھ سے راضی کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم وہ اس سے خوش نہیں ہوگا، تو خدا کے دین کے دفاع کرنے والے شیرانِ خدا میں سے ایک شیر کا قصد کرتا ہے اور اس کے سامان کا حصہ دار بنتا ہے، اسکے مقتول کا سامان اسے واپس کر دے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ نے درست فرمایا ہے اُسکا سامان اُسے واپس کر دے، حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں، میں نے اس سے سامان لے لیا اور اسے فروخت کیا اور اس کی قیمت سے میں نے چند کھجوروں کے درخت خریدے اور یہ پہلا مال تھا جسے میں نے جمع کیا[1]

حنین کے روز آسمانی معجزہ: مختلف مؤرخین نے ان معجزات

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۱

کے متعلق گفتگو کی ہے جن کے ذریعہ حنین کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی یعنی ان کے ذریعے مشرکین کے دلوں میں رُعب پیدا کر دیا وہ حنین میں شامل ہونے والے بعض صحابہ سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ہوازن کی شکست سے پہلے (جبکہ لوگ آپس میں جنگ کر رہے تھے) ایک سیاہ چادر سی دیکھی جو آسمان سے آئی یہانتک کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان گر پڑی ۔ اور ان میں سے ایک نے بیان کیا ہے کہ

مَیں نے دیکھا کہ سیاہ چیونٹیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہوں نے وادی کو بھر دیا ہے مجھے کوئی شک نہیں کہ فرشتے تھے پھر دشمن کو شکست ہوگئی

اور ایک دوسرے آدمی کا بیان ہے کہ

مالک بن عوف کے آدمی (جو اسکے جاسوس تھے) اس کے پاس واپس آئے اور ان کے جوڑ ڈھیلے پڑ چکے تھے، اس نے کہا، تمہارا بُرا ہو، تمہارا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمی دیکھے ہیں اور قسم بخدا ہم ضبط نہیں کر سکے، حتیٰ کہ ہماری وہ کیفیت ہو گئی جو تم دیکھ رہے ہو

اور انصار کے کچھ شیوخ بیان کرتے ہیں کہ

ہم نے اس روز دیکھا کہ سیاہ چادروں کی مانند کوئی چیز آسمان سے گری ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ چیونٹیاں پھیلی ہوئی ہیں اور ہم انھیں اپنے کپڑوں سے جھاڑتے ہیں پس وہ اللہ کی مدد تھی جس کے ذریعے اُس نے ہماری تائید کی۔

اور حنین کے روز فرشتوں کی علامت، سُرخ عمامے تھے، جنھیں انھوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا اور حنین کے روز

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں جو رعب ڈالا وہ ٹب میں سنگریزوں کے پڑتے کی طرح تھا اور سوید بن عامر السوائی جو اس روز مشرکین کے ساتھ حاضر تھا، بیان کیا کرتا تھا کہ اس سے رعب کے متعلق دریافت کیا گیا تو وہ سنگریزے لیکر انھیں ٹب میں دے مارتا اور وہ ٹن کی آواز دیتا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہمارے اندر اس قسم کی آواز آتی تھی۔

اور مالک بن اوس بن الحدثان ان سنگریزوں کے اثر کے متعلق بیان کرتا ہے جنھیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے چہروں پر پھینکا تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ میری قوم کے متعدد آدمیوں نے جو اس روز (مشرکین کیساتھ) حاضر ہوئے تھے، بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی یہ مٹھی پھینکی تو ہمارا ہر آدمی اپنی آنکھوں میں تنکا پڑنے کی شکایت کرنے لگا اور ہمارے دلوں میں جو دھڑکا تھا اس کی کیفیت ٹب میں سنگریزے پڑنے کے مانند تھی اور یہ دھڑکا ہم سے دُور نہیں ہوتا تھا اور ہم نے اس روز ابلق گھوڑوں پر سفید آدمی دیکھے جن پر سرخ عمامے تھے جنھیں انہوں نے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا تھا وہ زمین و آسمان کے درمیان فوج در فوج تھے اور وہ کسی چیز کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے اور نہ ہی ہم ان کے رعب کے باعث ان سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے تھے[۱]

معجزہ پر سہیلی کا تبصرہ

سہیلی اپنی کتاب الروض الانف جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ (تحقیق و تبصرہ عبدالرحمٰن وکیل) میں ان معجزات پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۱-۸۲، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۶-۹۰۵، سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، طبری جلد ۳، البدایۃ النہایۃ جلد ۴، الکامل فی التاریخ جلد ۲

حضرت جبیر بن مطعم (آپ صحابی ہیں اور اس معرکہ میں شامل تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے پھیلی ہوئی چیونٹیوں کی مانند ایک چادر آسمان سے اُترتے دیکھی، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ملائکہ تھے اور ابن اسحاق نے دوسرے قول کو مقدم کیا ہے کہ ـــــ میں نے ابلق گھوڑوں پر سفید آدمیوں کو دیکھا اور وہ فرشتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس ہوازنی کو دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے گھوڑوں اور آدمیوں کی صورت میں دکھایا۔ اور جبیر نے انھیں پھیلی ہوئی چیونٹیوں کی صورت میں دیکھا، یہ ان کی کثرت تعداد بتانے کے لئے تھا کیونکہ چیونٹیوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا، پھر یہ کہ چیونٹی سے قوت کی مثال بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں، اقویٰ مِنَ النملۃ، وہ چیونٹی سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ وہ اپنے جسم سے کئی گنا بڑی چیز اُٹھا لیتی ہے اور ایک آدمی نے ایک بادشاہ سے کہا، اللہ تعالیٰ تجھے چیونٹی کی قوت عطا کرے تو اس نے اس بات پر بُرا منایا، تو اس نے کہا کہ حیوانات میں چیونٹی کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں جو اپنے جسم سے زیادہ بوجھ اُٹھاتی ہو، اور اس مثال کو اصبہانی نے اپنی کتاب الامثال میں اس واقعہ کے ساتھ ملا کر بیان کیا ہے، اور ایک قوم کو چیونٹیوں کے ذریعے ہلاک کیا گیا اور وہ جرہم تھے۔

اور دوسرے معجزے کے متعلق بیت اللہ کا دربان شیبہ الحجی

(تفصیلی طریق پر) ہم سے بیان کرتا ہے وہ ـــــ اپنے قبولِ اسلام کے سبب کے متعلق کہتا ہے کہ

ہمارے گذشتہ آباء و اجداد جن ضلالتوں سے وابستہ تھے میں نے انکی پابندی سے عجیب تر بات کوئی نہیں دیکھی، جب فتح کا سال تھا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور جنگ ہوازن کی طرف روانہ ہوئے، میں نے کہا کہ میں قریش میں سے حنین میں ہوازن کی طرف جاؤں گا ممکن ہے وہ گتھ جائیں اور میں موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردوں اور میں تمام قریش کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوگیا، بالفاظِ دیگر میں آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا بدلہ لونگا ـــــ کیونکہ اسکا باپ اور چچا اُحد کے روز قتل ہوگئے تھے اور ان دونوں کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا ـــــ اور میں کہتا تھا کہ اگر عرب و عجم میں سے ایک آدمی بھی باقی نہ رہا تو بھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرونگا، اور میں اس بات کی شدت میں بڑھتا ہی گیا، پس جب لوگ آپس میں مِل جُل گئے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اُترے تو میں تلوار سونت کر ان کے قریب ہوگیا اور میں نے تلوار اُٹھائی اور قریب تھا کہ میں ان پر وار کر دیتا، کہ بجلی کی مانند ایک آگ کا شعلہ میری طرف بڑھا، قریب تھا کہ وہ مجھے ہلاک کر دیتا، پس میں نے اسکے خوف سے اپنی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھدیا اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی، اے شیبہ! میرے قریب آجا، پس میں آپکے قریب ہوگیا تو آپ میری طرف متوجہ ہو کر مسکائے تبسم فرمایا اور جو کچھ میں چاہتا تھا اُسے معلوم کر لیا، پس آپ نے میرے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا، اے اللہ! اسے شیطان سے محفوظ رکھ، شیبہ بیان کرتا ہے کہ قسم بخدا وہی گھڑی تھی جب آپ مجھے اپنے کانوں، آنکھوں اور جان سے

بھی زیادہ محبوب ہوگئے اور جو کچھ میرے دل میں تھا اللہ نے اسکا خاتمہ کر دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قریب ہو اور جنگ کر، پس میں آپ کے آگے آگے اپنی تلوار چلاتا تھا، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اپنی جان ہار کر بھی آپ کو بچانا زیادہ پسند کرتا تھا، اور اگر میرا باپ زندہ ہوتا اور اس گھڑی میں میری اس سے ملاقات ہوتی تو میں ضرور اس پر تلوار کا وار کرتا۔ پس میں آپکے ساتھ رہنے والے لوگوں کے ساتھ رہا یہانتک کہ مسلمان واپس آگئے اور انھوں نے یکبارگی حملہ کر دیا، اور میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خچر کو آپ کے قریب کیا تو آپ اس پر اچھی طرح کھڑے ہو گئے اور ان کے تعاقب میں گئے یہانتک کہ مشرک تمام اطراف میں منتشر ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جو آدمی کسی پر قابو پائے اُسے قتل کر دے اور مسلمان انکا تعاقب کر کے انھیں قتل کرنے لگے یہانتک کہ انھوں نے بچوں کو بھی قتل کر دیا، پس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بچوں کے قتل کرنے سے روک دیا[۱]

معرکۂ حنین میں مسلمان عورت کا کردار

اور معرکۂ حنین میں، مسلمان عورت کا کردار بڑا بلند تھا اور جیشِ نبوی میں انصار کی چار عورتیں شامل تھیں جو حنین کے روز رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہیں جن کی سربراہ حضرت اُم عمارہ[۲] تھیں جنہوں نے معرکہ احد میں مشہور کارنامے سرانجام دئے تھے۔

---

[۱] سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶، [۲] حضرت ام عمارہ کے حالات ہماری دوسری کتاب غزوۂ احد میں دیکھئے۔

سلیمان بن ہلال نے حضرت ام عمارہ سے روایت کی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ اُس دن (یعنی حنین کے روز) لوگ ہر طرف شکست کھا رہے تھے اور میں اور چار عورتیں تھیں، میرے ہاتھ میں ایک شمشیر بُرّاں تھی اور حضرت اُمّ سلیم کے پاس ایک خنجر تھا جسے انھوں نے کمر میں باندھا ہوا تھا اور ان دنوں وہ عبداللہ بن ابی طلحہ[۵]

۵ل شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبدالدار القرشی العبدری الحجی اہلِ مکہ میں سے تھے اور ان کی کنیت ابو عثمان تھی۔ اور بعض کا قول ہے کہ ابو صفیہ تھی، اور ابو عثمان اوقص کے نام سے مشہور تھے اور ان کا باپ احد کے روز مشرکین کا علمبردار تھا اسے (مشرک ہونے کی حالت میں) حضرت علی بن ابیطالب نے قتل کیا، شیبہ فتح مکہ کے روز بظاہر مسلمان ہوگئے لیکن حنین کے روز صحیح معنوں میں مسلمان ہوئے، ابن الاثیر اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ شیبہ، بہترین مسلمانوں میں سے تھے، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے اور اسکے عمزاد عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو کلیدِ کعبہ عطا فرمائی، اور فرمایا، اے بنی طلحہ اسے لے لو، یہ روز قیامت تک ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی، اور کوئی ظالم ہی اس کو تم سے لیگا، اور شیبہ، ان بنی شیبہ کے جد ہیں جو بیت اللہ کے حاجب ہیں اور آج تک کلید کعبہ انہی کے ہاتھوں میں ہے، اور شیبہ رواۃِ حدیث میں سے ہیں، آپ نے ۳۹ھ ہجری میں لوگوں کو حج کروایا، جب حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے انصار میں اختلاف پیدا ہو گیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک حاجیوں کا امیر بننا چاہتا تھا تو درمیانی حل کے طور پر انھیں امیرِ حج بنایا گیا شیبہ نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔

سے حاملہ تھیں، اور حضرت اُمّ سلیط[1] اور حضرت ام الحارث[2] تھیں۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام عمارہ خنجر تان کر انصار کو آواز دینے لگیں (مسلمانوں کی شکست کے وقت) یہ کیا دستور ہے؟ تم کیوں بھاگتے ہو، حضرت ام عمارہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں ہوازن کے ایک آدمی کی طرف دیکھ رہی تھی جو خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار تھا اور اسکے پاس جھنڈا بھی تھا وہ اپنے اونٹ کو مسلمانوں کے پیچھے دوڑا رہا تھا، پس میں نے اسے روکا، اور میں اونٹ کی کونچوں پر مارنے لگی اور وہ اپنے سُرین کے بل گرا اور میں نے آدمی پر بھی حملہ کیا اور میں مسلسل اُس پر وار کرتی رہی یہانتک کہ میں نے اُسے ٹھکانے لگا دیا اور میں نے اس کی تلوار لے لی اور اونٹ کو خُرخُر کرتے چھوڑ دیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے کھڑے تھے جسکے نیام کو آپ نے پھینک دیا تھا اور آپ آواز دے رہے تھے کہ اے اصحاب سورہ بقرہ۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور وہ کہنے لگے اے بنی عبد الرحمٰن، اے بنی عبید اللہ، اے اللہ کے سوارو، اور رسول کریم صلے اللہ علیہ سلم نے اپنے سواروں کا نام اللہ کے سوار رکھا تھا، اور آپ نے

---

[1] حضرت ام سلیط کے متعلق اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ آپ بیعت کنندہ عورتوں میں سے تھیں اور اُحد کے روز حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ سلم کے ساتھ شامل ہوئی تھیں، حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ آپ اُحد کے روز ہمارے لئے مشکیزے اُٹھا کر لاتی تھیں [2] حضرت ام الحارث، عمارہ بن غزیہ کی دادی ہیں، اور ابن عبد البر کے قول کے مطابق آپ خزرجی انصار میں سے ہیں۔

مہاجرین کا نشانِ امتیاز بنی عبدالرحمٰن ، اور اوس کا نشانِ امتیاز بنی عبیداللہ مقرر کیا ، پس انصار نے پلٹ کر حملہ کیا اور ہوازن ، ایسی اونٹنی جس کے تھنوں کا سوراخ وسیع ہو ، کے دودھ کی طرح کھڑے ہو گئے اور خدا کی قسم مَیں نے اس جیسی شکست کبھی نہیں دیکھی ، وہ ایک جانب چلے گئے اور میرے دو بیٹے زید کے بیٹوں حبیب اور عبداللہ کو ـــــ مشکیں باندھے ہوئے قیدیوں کے ساتھ میرے پاس لوٹے اور میں غصّے کے ساتھ ان کے لئے کھڑا ہونے لگا اور ان میں سے ایک کو قتل کرنے لگا اور لوگ قیدی لے کر آنے لگے اور میں نے بنی مازن ابن النجار میں تیس قیدی دیکھے اور مسلمان اپنی شکست کے انتہا میں مکہ پہنچ گئے پھر اسکے بعد حملہ کیا اور لوٹے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کا حصّہ لگایا[۵]۔

ایک عورت کا شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کرنا

اور یہ عجیب بات ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے کے جوش اور شکست خوردہ مسلمانوں پر ناراضگی کے محرک نے ہزیمت کے وقت ثابت قدم رہنے والی عورتوں میں سے ایک کو (حضرت ام سلیم بنت ملحان) اس حد تک پہنچا دیا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ حنین کے روز پہلے حملے کے وقت اپنے بھاگ جانے والے اصحاب کے متعلق قتل کا حکم نافذ کریں ۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ حضرت ام سلیم ـــــ اپنے خاوند ابوطلحہ

---

[۵] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۲ ، ۹۰۳ ۔

کے ساتھ تھیں اور اپنے بیٹے عبداللہ سے حاملہ تھیں اور اپنی کمر کسے ہوئے تھیں اور ابو طلحہ کا اونٹ ان کے پاس تھا، انھیں خدشہ ہوا کہ وہ ان پر غالب آجائے گا، پس آپ نے اسکے سر کو اپنے قریب کیا اور اس کی مہار کے اس چھلے میں اپنا ہاتھ ڈال دیا جو اس کی ناک میں پڑا تھا، آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اُمّ سلیم! انھوں نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، جب اللہ تعالیٰ آپکو ان پر قابو دے تو انھیں معاف نہ کرنا اور انھیں اس طرح قتل کرنا جیسے آپ مشرکین کو قتل کر رہے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو لوگ آپ کو چھوڑ گئے ہیں آپ انھیں اسی طرح قتل کریں جیسے آپ ان لوگوں کو قتل کر رہے ہیں جو آپ سے جنگ کر رہے ہیں اور بلا شبہ وہ اسی کے اہل ہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اُمّ سلیم! قَدْ کَفَی اللہُ ..... اللہ کافی ہو گیا، اور خدا تعالیٰ کی بخشش وسیع تر ہے۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں، حضرت ام سلیم کے پاس ایک خنجر تھا اور ابو طلحہ نے آپ سے کہا، اے ام سلیم تمہارے پاس یہ کیسا خنجر ہے؟ آپ نے جواب دیا، میں نے اس لئے خنجر پکڑا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب ہوا تو میں اسکا پیٹ پھاڑ دوں گی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو طلحہ نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ وہ بات نہیں سن رہے جو کیچڑ والی آنکھوں والی کہہ رہی ہے[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۸۸ - ۸۹، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۳، ۹۰۴ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶۔

اسی طرح ایک دوسری عورت نے بھی شکست خوردہ مسلمانوں کے قتل کا مطالبہ کیا، اور وہ اُم الحارث انصاریہ تھیں۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ حضرت ام الحارث انصاریہ نے اپنے خاوند ابوالحارث کے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور اسکے اونٹ کا نام الجمار تھا، آپ نے کہا، اے حارث! تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے پس آپ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور لوگ شکست کھا کر بھاگ رہے تھے اور آپ اونٹ سے الگ نہ ہوتی تھیں۔

حضرت ام الحارث بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب میرے پاس سے گزرے (یہ بھی ثابت قدم لوگوں میں شامل تھے) تو حضرت ام الحارث نے کہا، عمر یہ کیا ہے؟

حضرت عمر نے جواب دیا، امرِ الٰہی ہے، اور حضرت ام الحارث کہنے لگیں، یا رسول اللہ! جو میرے اونٹ سے آگے اسے قتل کر دیجئے۔ خدا کی قسم، آپ نے دیکھا کہ ان لوگوں نے یعنی بنی سلیم اور اہلِ مکہ جنہوں نے لوگوں کے ساتھ شکست کھائی تھی آج ہمارے ساتھ کیا کیا ہے[۱۵]

فوج سے بھاگنے والوں کے متعلق حکم

اسلامی قانون کے ماہرین نے حنین کے روز فرار اختیار کرنے اور شکست کھانے والے مسلمانوں کے مسئلہ کے متعلق گفتگو کی ہے اور ان کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے روز فرار اختیار کرنے کو حرام قرار دیا ہے، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ....

---

۱۵ الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۴ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

....

....

...... جھنم وبئس المصیر[1]

ترجمہ: اے مومنو! جب تم کفار سے فوج میں ملاقات کرو تو
انھیں پیٹھ نہ دو، اور جو اس دن سوائے جنگ کیلئے ایک
طرف ہونے یا جماعت کی طرف جگہ پکڑنے کے، اپنی پشت
پھیرے تو وہ غضب الہٰی لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے
اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس امر پر اجماع نہیں ہوا کہ بدر کے سوا فوج سے بھاگنا کبائر میں سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے حنین کے روز فرار اختیار کرنے والوں کو بخشدیا جیسا کہ اللہ تعالے احد کے روز فرار اختیار کرنے والوں کو بخشدیا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح طور پر بیان ہوا ہے، سہیلی بیان کرتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کیسے فرار کیا جبکہ فوج سے بھاگنا کبائر میں سے ہے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے وعید نازل کی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بدر کے سوا، علماء نے فرار کے کبائر میں سے ہونے پر اتفاق نہیں کیا، اور یہی قول حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر کے غلام نافع کا ہے اور قرآن کریم کی ظاہری عبارت بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ومن یولھم یومئذ دبرہ —— اور جو اس دن اپنی پشت پھیرے ——

---

[1] سورۂ انفال ۱۵، ۱۶

پس یومئذٍ میں یوم بدر کی طرف اشارہ ہے پھر بعد ازاں یوم احد کے فراریوں کے متعلق تحقیق نازل ہوئی اور وہ یہ قولِ الٰہی ہے کہ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ ـــــ اور اللہ نے انھیں معاف فرمادیا ہے، اور حنین کے روز بھی یہی ہوا ـــــ ویوم حنینٍ اذا عجبتکم کثرتکم ..... الیٰ قولہٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ـــــ اور ابن سلام کی تفسیر میں ہے کہ بدر کے روز فرار اختیار کرنا کبائر میں سے تھا، اور اسی طرح رومیوں کی عظیم جنگ، اور دجال کے وقت بھی فرار کرنا، کبائر میں سے ہوگا، پھر یہ کہ آپکو چھوڑنے والے لوگ اسی وقت واپس آگئے اور انھوں نے آپ کے ساتھ ہوکر جنگ کی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمائی[1]

ان مسلمانوں کی گفتگو جن کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا

اور حنین کے روز مسلمانوں کی شکست کے وقت زعمائے قریش میں سے مسلمان ہونے والے لوگوں نے جن کے دلوں میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا تھا گفتگو کی اور شکست پر ان کے چہروں کی شکنیں کھل گئیں اور انھوں نے ایسی باتیں کیں جو اس بات پر دلالت کرتی تھیں کہ انھیں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی محبت نہیں، لیکن بعد میں وہ سب کے سب بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور وہ بہترین صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے شکست کے وقت حنین کے روز جو بات کہی تھی وہ صرف اسوجہ سے تھی کہ وہ نئے نئے اسلام لائے تھے اور ان کے اسلام لانے پر ابھی (مکہ میں شکست کھانے کے بعد)

---

[1] الروض الانف تحقیق وتبصرہ عبد الرحمٰن وکیل رحمہ اللہ جلد ۷ صفحہ ۲۰۸

دس دن بھی نہیں گزرے تھے اور ابھی ان کے دلوں میں اسلام جاگزیں نہیں ہوا تھا . . . . ان میں سے ابوسفیان بن حرب اور سہیل بن عمرو بھی تھے اور ابوسفیان بن حرب نے کہا،

ان کی شکست سمندر تک ختم ہوگی،

اور ایک صادق الایمان اور صحیح الاسلام آدمی نے جس کا نام ابومغیث تھا، ابوسفیان کی یہ بات سن کر اُسے کہا،

(خدا کی قسم اگر میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے تیرے قتل کی منا ہی کو نہ سنا ہوتا تو میں ضرور تجھے قتل کر دیتا)

اور صفوان بن امیہ کے ماں جائے بھائی کلدہ بن حنبل نے بلند آواز سے کہا . . . . جو مکہ کے سیاہ فام لوگوں میں سے ایک تھا . . . . . .

آگاہ رہو جادو بیکار ہوگیا ہے،

تو صفوان نے (جو ایک دانشمند اور دُور اندیش آدمی تھا) اسے کہا، اللہ تیرا منہ بند کرے خاموش رہ، قریش کے کسی آدمی کا مجھ پر حکومت کرنا، مجھے ہوازن کے کسی آدمی کے حکومت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

اور صفوان بن اُمیہ نے ناپسندیدگی کا یہ قول الشرک پر قائم رہتے ہوئے کہا اور وہ حنین کے روز مسلمانوں کے ساتھ تھا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد صفوان کو چار ماہ کی مہلت دی تھی پس وہ اپنے شرک پر قائم رہا پھر الجعرانہ میں مسلمان ہوگیا جبکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آرہے تھے۔

اور سہیل بن عمرو نے کہا (جو بعد میں بہترین صحابہ میں سے تھا) ——

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب شکست کی مصیبت کو روک نہیں سکیں گے، اور عکرمہ بن ابوجہل ان لوگوں میں شامل تھا جن کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا تھا اور وہ اپنی موجودگی میں ان کلمات شماتت کو سن رہا تھا اس نے ان خوش ہونے والوں سے کہا،

یہ کوئی بات نہیں، امر اللہ کے ہاتھ میں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر حاصل نہیں، اگر وہ مغلوب ہو گئے ہیں تو کل انھیں غلبہ حاصل ہوگا

توسہیل بن عمرو نے اُسے کہا، تو نیا نیا مسلمان ہوا ہے، تو عکرمہ نے جواب دیا،

اے ابو یزید، ہم خواہ مخواہ دوڑ لگا رہے ہیں، ہماری عقلیں، ہماری عقلیں ہیں، ہم پتھر کی پرستش کرتے رہے ہیں جو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان [۱۵]

ہوازن کو کیسے شکست ہوئی

جب شکست کے بعد مسلمان واپس آئے تو انھوں نے جنگ میں جان کی بازی لگا دی اور مشرکین کو زبردست نقصان پہنچایا اور شکست سے واپسی کے بعد تو بعض صحابہ کی کیفیت بگولے کی سی ہو گئی اور دشمنوں میں سے جو ان کے سامنے کھڑا ہوتا تھا وہ انھیں تباہ کر دیتے تھے ان لوگوں میں سے ایک ابوطلحہ انصاری بھی تھے (جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہنے والوں میں شامل تھے) انھوں نے اکیلے ہی ہوازن کے پچیس [۲۵] مشرکوں کو قتل کیا اور ان کا سامان غنیمت میں حاصل کیا [۲۵]

---

۱۵ مغازی الواقدی جلد ۳ صنا۹ ۵۲ مغازی الواقدی جلد ۳

گھڑسواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید کا زخمی ہونا

شکست سے واپسی کے وقت بہت سے مسلمانوں کو قتل ہونے اور خطرناک زخموں کے لگنے کا سامنا کرنا پڑا (اور یہ جنگ کا طریق ہے)

اور جن لوگوں کو معرکہ حنین میں خطرناک زخم آئے ان میں گھڑسواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید بھی تھے جن کا بہت سا خون بہہ گیا تھا، اور انھوں نے بکثرت خون بہہ جانے سے ضعف کی وجہ سے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور صحابہ میں سے عینی گواہوں نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے کفار کو شکست دیدی اور مسلمان اپنی قیام گاہوں میں واپس آگئے تو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں گھومتے پھرتے ہوئے فرماتے تھے کہ

مجھے خالد بن ولید کی قیامگاہ کے متعلق کون پتہ دیگا،

یہانتک کہ آپ کو اس کا پتہ مل گیا، آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے کجاوے کے پچھلے حصہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں کیونکہ آپ کو سخت زخم آیا تھا، پس حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم میں لعاب دہن لگایا تو آپ تندرست ہوگئے[1] اس طرح فریقین کے سخت شمشیر زنی کرنے اور زبردست جنگ کرنے اور جنگ میں ثابت قدمی دکھانے کے بعد ہوازن کو شکست ہوئی حالانکہ قبل ازیں انھیں فتح حاصل ہوئی تھی اور قریب تھا کہ ان کی فوج کے ہراول مکہ پہنچ جائیں اور جیش نبوی نے (اس خوفناک

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸

شکست کے بعد) ایسی فتح حاصل کی (عسکری نقطۂ نگاہ سے) کہ مسلمانوں نے عہدِ نبوی کے طویل دَور میں ایسی فتح حاصل نہ کی تھی، مسلمانوں کے سامنے ہوازن کے بیس ہزار جانباز شکست کھا چکے تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ نہ تھی جن میں مکّہ کے وہ دو ہزار آدمی بھی شامل تھے جن کے اسلام میں دخول پر دس دن سے بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔

اور مشرکین ہوازن نے معرکہ حنین میں سیکڑوں مقتولین کو کھو دیا اور چھ ہزار کے قریب آدمی مسلمانوں کی قید میں آئے اور اسی طرح مسلمانوں نے ہوازن سے اسقدر غنیمت حاصل کی کہ عہد نبوی کے کسی معرکے میں انھیں اس کثرت سے غنیمت حاصل نہ ہوئی تھی، جیشِ نبوی نے حنین کے روز، ۲۴ ہزار اونٹ غنیمت میں حاصل کئے جو اس دَور میں عربوں کی گراں قدر متاع تھی، اسی طرح مسلمانوں نے چالیس ہزار بکریاں غنیمت میں حاصل کیں اور کئی لاکھ چاندی کے اوقیے[۱] حاصل کئے۔

اور ہوازنی افواج میں سے جن لوگوں کے لئے نجات مقدر تھی ان پر رعب چھا گیا اور انھوں نے فرار کی پناہ لی اور ان فراریوں کا سرخیل ان کا بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری تھا، پس وادیوں اور گھاٹیوں نے انھیں نگل لیا اور وہ پراگندہ ہوکر اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو مسلمانوں کے لئے غنیمت بناکر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو اپنی بچانے کی پڑی ہوئی تھی۔

---

[۱] اوقیہ، نصف رطل کا چھٹا حصہ جو چوتھائی چھٹانک ہوتا ہے۔ مترجم

اور یہ ایک سخت غم انگیز مصیبت تھی جو ہوازن پر نازل ہوئی اور جزیرہ کے کسی عرب قبیلے پر اس قسم کی مصیبت نازل نہیں ہوئی تھی اور یہ وہ غم انگیز مصیبت تھی جس سے قبل ازیں مشہور تجربہ کار جانباز درید بن الصمۃ ہوازنی نے انتباہ کیا تھا اور ہوازن کے نوجوان بادشاہ اور سالار مالک بن عوف سے اپیل کی تھی کہ وہ اپنے اہل اور خاندان کو اس مصیبت میں نہ جھونکے اس نے معرکہ سے قبل وادی اوطاس میں اُسے مشورہ دیا کہ وہ عورتوں، بچّوں اور اموال کو بلادِ ہوازن کے بالائی مقامات کی طرف واپس لیجانے کا حکم دے اور گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو کر مسلمانوں سے ملے لیکن مالک نے درید کی بات نہ مانی، پس وہ شکست اور سخت غم انگیز اور تباہ کن مصیبت جس کے وقوع سے درید نے مالک کو انتباہ کیا تھا وقوع پذیر ہوگئی اور یہ بھی گردشِ تقدیر کی بات ہے کہ درید بن الصمۃ بھی اپنی موت سے دوچار ہوا اور حنین کے روز ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں مشرک ہونے کی حالت میں قتل ہوا اور مالک باقی رہ گیا اور اسلام لایا اور بہت اچھا مسلمان ہوا اور ثقیف کے مشرکوں اور اپنے بلاد کے دیگر پڑوسیوں پر اللہ کی تلوار ثابت ہوا۔

اور عینی گواہوں نے آغاز کار مشرکین کے غالب آنے، پھر شکست کھانے اور اس رعب کے متعلق بیان کیا ہے جو شکست کے بعد میدانِ کارزار کی طرف مسلمانوں کے پلٹنے کے بعد ان پر نازل ہوا تھا،

عمرو بن زہیر، عمر بن عبداللہ العبسی نے ان لوگوں سے روایت کیا ہے جنہوں سے اُسے بتایا، وہ ربیعہ سے بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ مجھے ہماری قوم کی ایک جماعت نے جو اُس دن وہاں موجود تھے بتایا، وہ بیان کرتے ہیں کہ

ہم نے مسلمانوں کے لئے تنگنائیوں میں گھات لگائی پھر ہم نے اُن پر ایسا حملہ کیا کہ ہم ان کے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم سیاہی مائل سفید رنگ خچر) والے کے پاس آئے (جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے) اور اس کے ارد گرد خوب صورت چہروں والے سفید آدمی تھے اُس نے کہا، چہرے قبیح ہو گئے، واپس چلے جاؤ، پس ہم شکست کھا گئے اور مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے اور ہمیں شکست ہوئی۔ اور ہم اپنے پیچھے التفات کرنے لگے؛ ہم انہیں اپنے آپ کو تلاش کرتے دیکھتے رہے۔ پس ہماری جماعت ہر طرف بکھر گئی، اور کپکپی ہمیں ہلاک کرنے لگی، یہاں تک کہ ہم اپنے بلاد کے بالائی علاقوں میں پہنچ گئے۔ پس اگر کوئی ہم سے بات بیان ہوئی ہے تو ہم اسے اس رعب کی وجہ سے نہیں جانتے جو ہم پر طاری تھا پس اللہ نے اسلام کو ہمارے دلوں میں ڈال دیا[1]

ثقیف اور اُن کے سالار کا قتل

ثقیف، ہوازن کے بطنوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ثقیف بھی حنین کے روز حاضر تھے

اُن کا جھنڈا قارب بن الاسود کے پاس تھا اور ہوازن میں قتل کی خوب گرم بازاری ہوئی۔ اور ثقیف میں سے بنو مالک اور ان کے علمبردار قارب بن الاسود بن مسعود نے ثابت قدمی دکھائی، واقدی کے بیان کے مطابق، جب لوگ شکست کھا گئے تو اس نے اپنا ایک جھنڈا ایک درخت کے ساتھ کھڑا کر دیا۔ اور وہ اور اسکے احلاف عمزاد بھاگ گئے اور ان میں سے بنی نبرۃ کے دو آدمیوں (وہب اور اللجلاج) کے سوا اور کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ اور اس روز نوجوانانِ ثقیف کا سردار بھی قتل ہوا۔ ہاں ابن ہنیدہ کے آدمی بچ گئے، وہ بیان کرتے ہیں کہ بنی ثقیف کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا، پس جب ہوازن کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا۔ اور اس نے ثقیف کے مقتولین کا شمار کیا تو اس نے دیکھا کہ صرف بنی مالک میں سے ان کے جھنڈے تلے ایک سو کے قریب آدمی

حاشیہ [1] اگلے صفحے ۲۰۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

قتل ہوئے ہیں، جن میں عثمان بن عبداللہ بھی شامل تھا، پس اُس نے اُن کے ساتھ کچھ دیر جنگ کی۔ اور وہ ہوازن اور ثقیف کو جنگ پر برانگیختہ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔ اور اللجلاج بنی کنّہ کا ایک جوان تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کنّہ کے بھائی سے فرمایا۔ یہ نوجوانانِ کنّہ کا سردار ہے، پس جب عثمان بن عبداللہ قتل ہوا اور رسول کریم کو اس کے قتل کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا " اللہ اُسے تباہ کرے وہ قریش سے بُغض رکھتا تھا۔ اور اس وقت ثقیف کا جھنڈا ذوالخمار کے پاس تھا جس کا نام عوف بن ربیع تھا پس جب وہ قتل ہو گیا تو جھنڈے کو عثمان بن عبداللہ نے پکڑ لیا اور قتل ہونے تک جنگ کرتا رہا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ کنّہ وہ تھی جس سے اللجلاج مقتول پیدا ہوا تھا۔ جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ نوجوانانِ کنّہ کا سردار ہے بلکہ غادر یمانیہ کی ایک عورت تھی، جو قبائلِ عرب میں پیدا ہوئی تھی، اور ایک لونڈی تھی پس حارث نے بنی کنّہ کے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اُس سے فرمایا۔

کیا تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ عامر بن الطفیل اور علقمہ بن علاثہ کے اہلِ بیت کنّہ کی جگہ ہوتے؟ اُس نے کہا یا امیرالمومنین میں چاہتا ہوں کہ یہ بات ایسے ہی ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا " کاش کنّہ میری ماں ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی نیکی سے مجھے وہ کچھ دیتا۔ جو اس نے تجھے دیا ہے اور وہ اپنی ماں کے لحاظ سے نیک تر لوگوں میں سے تھا۔ وہ اُس کے ساتھ کھانا کھاتی تھی۔ اور وہی اُس کے سر کو دھوتا اور کنگھا کرتا تھا۔[1]

اور ثقیف کے مسلمان ہونے والے اشیاخ نے بیان کیا ہے اور وہ معرکۂ حنین میں شامل تھے۔ اور انھوں نے شکست خوردہ لوگوں کے ساتھ شکست کھائی اور طائف

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴، صفحہ ۹۲، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۷، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۶

پہنچ گئے اور اپنے قلعے میں داخل ہو گئے اور وہ رعب کے باعث لرزہ براندام تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسلسل ہماری تلاش میں رہے ـــــ ہمارے خیال کے مطابق ـــــ اور ہم پشت پھیرے ہوئے تھے، اور ہمارا آدمی، شکست کے رعب سے قلعہ طائف کے اندر داخل ہو کر بھی یہ خیال کرتا تھا کہ آپؐ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں[1]

اور ثقیف کا سردار عثمان بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی امیہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور جب یہ اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ عبداللہ بن ابی امیہ پر رحم فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ کو تباہ کر دیا ہے، وہ قریش سے بغض رکھتا تھا، اور جب عبداللہ بن ابی امیہ کو یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے رحمت کی دعا کی ہے تو اس نے کہا "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس کام میں مجھے شہادت سے سرفراز فرمائے گا۔ پس وہ طائف کے محاصرہ میں مقتول ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اگر جبار کا چھوٹا بیٹا نہ ہوتا تو آج میں سواروں کو رسوا کر دیتا[2]

اور امام احمد نے العلاء بن زیاد العدوی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا "اے ابو حمزہ کیا تو نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو کر جنگ کی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میں نے حنین کے روز آپ کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی، پس مشرکین صبح کو نکلے اور انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا، یہاں تک کہ ہم نے اپنے سواروں کو اپنی پشتوں کے پیچھے دیکھا، اور مشرکین میں ایک آدمی تھا جو ہم پر حملہ کرتا اور ہمیں تباہ و برباد کر دیتا تھا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ اترے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۰۰ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس ایڈیشن آکسفورڈ

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۱

نے انھیں شکست دی اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ اور آپکے پاس قیدی ایک ایک کر کے لائے گئے' پس انہوں نے اسلام پر بیعت کی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک آدمی نے کہا' میرے ذمے ایک نذر ہے کہ اگر اس آدمی کو جو آج ہمیں تباہ و برباد کر رہا تھا لایا گیا تو میں ضرور اسے قتل کر دوں گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور اس آدمی کو لایا گیا اور جب اس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے کہا "یا نبی اللہ' میں نے اللہ کے حضور توبہ کی ہے' راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیعت لینے سے رُکے تاکہ دوسرا اپنی نذر پوری کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھنے لگا۔ تاکہ آپ اسے اس کے قتل کرنے کا حکم دیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ڈرنے لگے پس جب اس نے دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کرتے تو اس نے آپکی بیعت کر لی اور کہنے لگا۔ "یا نبی اللہ میری نذر" آپؐ نے فرمایا "میں آج صرف اسی لئے رکا تھا کہ تو اپنی نذر پوری کرے۔ اس نے کہا' یا رسول اللہؐ آپ نے مجھے اشارہ کیوں نہیں کیا۔" آپؐ نے فرمایا "نبیؐ کی یہ شان نہیں ہوتی کہ وہ اشارہ کرے"[1]

اور بیہقی نے شعبی سے اور اس نے حارث بن بدل نصری سے اور اس نے اپنی قوم کے ایک آدمی سے جو حُنین کی جنگ میں شامل تھا۔ اور عمرو بن سفیان ثقفی سے روایت کی ہے' وہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ مسلمان حنین کے روز شکست کھا گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عباس اور حضرت ابوسفیان بن الحرث باقی رہ گئے راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور انہیں کے چہروں پر دے مارا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم شکست کھا گئے اور یہ بات ہمارے تصور میں بھی نہ تھی کہ ہر پتھر یا درخت پر سوار ہماری تلاش میں ہے' ثقفی بیان کرتا ہے کہ میں اپنے گھوڑے کی پشت پر بیٹھا اور طائف میں داخل ہو گیا[2]

---

[1] البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ ص ۳۳۸ [2] البدایۃ والنھایۃ جلد ۴ ص ۳۳۴

فصل پنجم

- فتح کے بعد تعاقب
- ہوازن کے بادشاہ اور سالار کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلنا۔
- ہوازن کے شاعر اور معتمر شہسوار، درید بن الصمۃ کا قتل
- طائف کا محاصرہ
- محاصرے کی ناکامی
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کے محاصرے کو توڑنا اور الجعرانہ کی طرف واپس آنا۔
- مسلمانوں میں بے شمار غنائم کی تقسیم
- آنحضرت صلی اللہ کا مولفۃ القلوب کو سینکڑوں اونٹ عطا کرنا۔
- ان عطیات کے بارے میں انصار کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا۔
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازن کے ۶ ہزار قیدیوں کو آزاد کرنا
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کی مدینہ کو واپسی۔
- ثقیف کا اپنی مرضی سے اسلام قبول کرنا
- حجاز میں بت پرستی کے مظاہر کے آخری مظہر کا خاتمہ

ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کا تعاقب

حنین میں ہوازن کے مشرکین پر مسلمانوں کی زبردست فتح کی تکمیل کے بعد سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے سالاروں کو، مشرکین کے تعاقب

کرنے اور جس طرف بھی وہ جائیں ان کی تلاش کرنے کا حکم دیا تاکہ وہ از سر نو اپنی شکست خوردہ فوجوں کو جمع نہ کر سکیں اور نہ ہی ان کو منظم کر سکیں، پس اسلامی فوج کی تمام یونٹیں (رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں) ہوازن کا تعاقب کرنے لگیں۔ اور جیشِ نبوی کی تمام یونٹیں مسلسل تعاقب میں لگی رہیں، حتیٰ کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے طائف پہنچ گئیں جہاں ثقیف قلعہ بند ہو گئے تھے جو ہوازن کا ایک اہم بازو تھے، پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے اس بازو کا محاصرہ کر لیا۔ جیسا کہ اس بحث میں عنقریب اس کی تفصیل بیان ہوگی۔ انشاء اللہ

معمر شہسوار درید بن الصمہ کا قتل

جس وقت جیشِ اسلامی شکست خوردہ ہوازن کا تعاقب کر رہا تھا اسکے دوران ایک مسلمان سپاہی نے ہوازن کے سردار اور معمر شہسوار اور شاعر درید بن الصمہ[1] کو قتل کر دیا جسکی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی اور یہ وہی درید بن الصمہ ہے جس نے ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف نصری سے اس وقت معارضہ کیا تھا، جب وہ فوج کے ساتھ ان کی عورتوں، بچوں، مویشیوں اور انکے تمام اموال کو وادی حنین میں ہانک لایا تھا لیکن مالک نے اس کی بات نہ مانی اور ہوازن کے تمام اموال، مویشی اور بچے اسلامی فوج کے ہاتھوں میں غنیمت بن کر آگئے اور اسی بات سے درید نے مالک کو اشتباہ کیا تھا کہ ہوازن کو یہ بات درپیش ہوگی۔

---

[1] درید بن الصمہ، جشم بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان سے تعلق اس کی کنیت ابو قرہ تھی اور ہوازن، سلیم بن منصور کا بھائی ہے۔ اور درید، جشم کے ایک قبیلے غزیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کی ماں ریحانہ بنت معدیکرب تھی۔ جو عمرو بن معدیکرب کی بہن تھی اس لحاظ سے عمرو اس کا ماموں تھا، ابن قتیبہ کی کتاب الشعراء والشعراء جلد ۲ صفحہ ۵۳ پر درید کے حالات اسی طرح بیان ہوئے ہیں اور درید جاہلیت کے مشہور بہادروں اور صاحب الرائے لوگوں میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۷ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۹) ایک تھا اور درید کے مشہور اور جید اشعار میں سے اس کے یہ شعر بھی ہیں۔

"میں نے ریت کے موڑ پر انہیں مشورہ دیا کہ کل صبح چاشت کے وقت صحیح بات کا پتہ چلا۔ اور جب انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں بھی انہیں میں سے تھا۔ اور میں ان کی گمراہی کو دیکھ رہا تھا۔ اور میں بھی کوئی راہ نہیں پا رہا تھا۔ اور میں غزیہ کا ایک فرد ہوں، اگر وہ گمراہ ہو جائے تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں گا۔ اور اگر غزیہ صحیح راہ اختیار کرے تو میں بھی صحیح راہ اختیار کروں گا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دے کر کہا، سواروں نے ایک سوار کو ہلاک کر دیا ہے۔ میں نے کہا کیا وہ ہلاک ہونے والا عبداللہ ہے، پس میں اس کے پاس آیا تو تیر اسے یوں نوچ رہے تھے جیسے کوچیں تنے ہوئے تانے میں پڑتی ہیں۔ اور میں نے سواروں کو اس سے ہٹایا حتیٰ کہ وہ منتشر ہو گئے اور مجھ پر سیاہ رنگ کا خون غالب آ گیا۔ اس نے ایسے آدمی کی طرح جنگ کی جو اپنی جان سے اپنے بھائی کی ہمدردی کرتا ہے۔ اور اسے معلوم ہے کہ آدمی ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ پس اگر عبداللہ اپنی جگہ چھوڑ گیا ہے تو وہ ٹھہرنے والا اور لڑنے والے ہاتھوں والا نہ تھا، نہ بد کمینے والا تھا۔ اور اس کی نصف پنڈلی ننگی رہتی تھی۔ وہ پھرتیلا اور مضبوط ارادے والا تھا۔ اور مصائب پر صبر کرنے والا اور ٹیلوں پر چڑھ جانے والا تھا۔ اور مصائب کی شکایت کرنے والا نہیں تھا۔ اور کل کی باتوں کے جو انجام ہونے والے تھے انہیں یاد رکھنے والا تھا۔ وہ جب تک عشق بازی کرتا رہا، کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بڑھاپا اس پر چھا گیا تو اس نے بیہودہ کام سے کہا، دور ہو جاؤ اور اس نے میرے دل کو خوش کیا ہے اور میں نے اسے نہیں کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے۔ اور جو کچھ میرے قبضے میں تھا۔ اس کے بارے میں، میں نے بخل سے کام نہیں لیا۔"

اور درید کے بھائی عبدالرحمٰن بن الصمہ نے عبس اور فزارہ کے لوگوں پر غارت گری کی۔ اور درید بھی اسکے ساتھ تھا۔ حالانکہ قبل ازیں درید نے اسے بتلایا تھا کہ وہ ایسا نہ کرے گا مگر اس نے اس کی مخالفت کی پس ان لوگوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور بنی جشم میں جنگ کی گرم بازاری ہو گئی اور عبداللہ بن الصمہ قتل ہو گیا اور درید بھی زخمی ہو گیا۔ پھر درید نے اپنے بھائی عبداللہ کے بعد اپنے قبیلے کی زمامت سنبھالی اور عبس اور ذبیان پر غارتگری کی۔ اور ان کے ایک سو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ جن میں ان کے بھائی کا قاتل بھی شامل تھا، جس کا نام ذواب بن اسماء بن زید تھا۔ درید ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں قتل ہوا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ـــ درید بن الصمۃ کو بڑھاپے نے اپاہج کر دیا تھا لیکن وہ حنین میں شامل ہوا اسے اونٹ کے کجاوے میں بٹھا کر لایا گیا کیونکہ وہ کبر سنی کے باعث جنگ کے لئے چلنے کی سکت نہیں رکھتا تھا اور شکست نے ہوازن کو منتشر کر دیا تو وہاں کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو عمر رسیدہ درید بن الصمۃ کی پرواہ کرتا پس اسے اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ اور اونٹ اُسے دکجاوے سمیت) جدھر منہ آتا تھا لئے جاتا تھا اور بنی سلیم کے ایک نوجوان ربیعہ بن رفیع بن اھبان بن ثعلبہ بن یربوع نے اسے دیکھا تو اُس نے اس کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور وہ اسے عورت خیال کرتا تھا، اس لئے کہ وہ کجاوے میں تھا، پس نوجوان نے اسے بٹھایا تو کیا دیکھتا ہے وہ ایک سو ساٹھ سالہ پیر فرتوت ہے اور نوجوان ربیعہ کو معلوم نہ تھا کہ یہ مشہور شہسوار درید بن الصمۃ ہے۔ سلمی نوجوان نے کہا، مجھے اس کے سوا کسی ایسے آدمی کی ضرورت نہیں، جو اس جیسا دین رکھتا ہو۔ درید نے اُسے کہا "تو کون ہے ؟

نوجوان نے کہا، میں ربیعہ بن رفیع سلمی ہوں۔ پھر اُس نے اسے تلوار ماری، مگر سلمی نوجوان کی تلوار نے اس پر کچھ اثر نہ کیا، درید نے کہا "تیری ماں نے تجھے بہت بُرے ہتھیار سے مسلح کیا ہے، کجاوے کے پیچھے سے میری تلوار لے اور اس سے وار کر، اور ہڈیوں سے دُور رہ اور دماغ پر نرمی کر، اور میں اسی طرح جوانوں پر تلوار کا وار کیا کرتا تھا، پھر جب تو اپنی ماں کے پاس جائے تو اسے بتا کہ تو نے درید بن الصمۃ کو قتل کر دیا ہے، اور کتنے ہی ہیں جن میں، میں نے تمہاری عورتوں کو بچایا تھا کہتے ہیں کہ جب ربیعہ نے درید پر وار کیا تو اس کے دونوں رانوں کے اندر ونی حصے جو گھوڑوں پر سواری کی وجہ سے کاغذات کی طرح ہو گئے تھے موت کے لئے نمودار ہو گئے۔ پس جب ربیعہ نے اپنی ماں کے پاس واپس جا کر اُسے درید کے قتل کے متعلق بتایا تو اس نے کہا قسم بخدا، اس نے تیری تین ماؤں کو ایک ہی دن میں تین بار آزاد کیا تھا اور تیرے باپ کی پیشانی کے بالوں کو کاٹا تھا[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۴، ۹۱۵، سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۵-۹۶

(یعنی ایک معرکے میں اُسے قید کرنے کے بعد آزاد کر دیا تھا) نوجوان نے کہا مجھے تو یہ بات معلوم نہ تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نوجوان کی ماں نے اُسے کہا کہ جب اُس نے تجھے ہم پر اپنے احسان کے متعلق بتایا تو تُو اس کے قتل کرنے سے کیوں نہ دور رہا۔ اس نے جواب دیا میں اللہ اور اُس کے رسُول کی رضامندی سے دُور نہیں رہ سکتا [1]

اور عمرۃ بنت درید نے، ربیعہ کے درید کو قتل کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں

• تیری زندگی کی قسم میں بطن سمیرہ [2] میں درید کے بارے میں ناکام و نامراد ہونے سے خائف نہیں اس کی جانب سے اللہ بنی سلیم کو جزا دے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس کے بدلے میں انہیں اچھی طرح ذلیل کرے اور جب ہم جنگ کے وقت ان کی طرف بڑھیں تو وہ ہمیں ان کے بہترین لوگوں کے خون سے سیراب کرے۔

اور جاہلیت میں درید نے بنو سلیم کی عورتوں اور اُن کے ماں باپ کو آزاد کر کے اُن پر جو احسانات کئے تھے انہیں بنی سلیم کو یاد دلاتے ہوئے کہتی ہے [1]

اور کتنی ہی عظیم مصیبتیں ہیں جنھیں تُو نے اُن سے دور کیا۔ اور اُن کے دل ہنسلیوں تک پہنچ چکے تھے۔ اور اُن کی کتنی ہی شریف نادیوں کو تُو نے قید سے چھڑایا۔ اور بنی سلیم کے کتنے ہی لوگوں نے تیرے نام سے تجھے آواز دی اور تو نے اُنھیں جواب دیا۔ اور انہوں نے ہمیں اس کی جزا میں رسوائی اور وہ غم دیا ہے جس سے میری پنڈلیوں کا گودا پگھل گیا ہے اور تیرے گھوڑوں کے نشانات ذوالفقر کے بن سے لے کر نیاق کے ویرانے تک مٹ چکے ہیں۔

ہوازن کے سالارِ عام کا انجام

ہوازن کے سالارِ عام مالک بن عوف نصری کو جب یقین ہو گیا کہ بالآخر اس نے جنگ ہار دی ہے تو وہ

---

[1] سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صلہ ۲۳۶ ۔ الشعراء والشعراء جلد ۱۲ از ابن قتیبہ

[2] حُنین کے قریب ایک وادی کا نام ہے جہاں درید قتل ہوا تھا۔

شکست کھا کر سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جو اس کے بڑے بڑے قائدین اور اس کے خاندانی اور جنگی بورڈ کے ارکان پر مشتمل تھا، میدان سے پیچھے ہٹ گیا۔ اور جس شخص نے مالک اور اس کے ساتھیوں کی سواری کے ساتھ تعاقب کرنے کی ذمہ داری لی تھی وہ حضرت زبیر بن العوام تھے مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ سالارِ اعظم مالک نے جب دیکھا کہ حضرت زبیر نے اس کے تعاقب کی ذمہ داری لی ہے (حضرت زبیر شجاع ترین شہسواروں میں شمار ہوتے تھے) تو وہ اپنے گھوڑے سے اتر کر گھاٹیوں کے درختوں کے درمیان روپوش ہو گیا تاکہ وہ حضرت زبیر کے ہاتھوں قید نہ ہو کیونکہ مالک جانتا تھا کہ حضرت زبیر اس کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہیں دیں گے۔

اور تاریخ اسیر کی کتابوں میں بیان ہوا ہے کہ مالک بن عوف (شکست کے بعد) ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہوا۔ اور اس کے ساتھ اس کے سوار اصحاب بھی تھے اور اس نے انھیں حکم دیا کہ وہ کمزوروں اور بچوں میں سے جو بچ سکتے ہیں، ان کے گزرنے تک اپنی جگہ پر ٹھہریں۔ اس نے کہا۔

ٹھہر جاؤ تاکہ تمہارے کمزور لوگ گزر جائیں۔ اور تمہارے دوسرے آدمی آملیں۔

اور جب کمزور لوگ گزر گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی نجات گاہ میں پہنچ گئے تو اس نے اپنے اصحاب سے کہا (انفارمیشن حاصل کرنے کے لئے) دیکھو تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم لوگوں کو گھوڑوں پر سوار دیکھ رہے ہیں جو اپنے نیزوں کو اپنے گھوڑوں کے کانوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا۔ (اور وہ فوجی ماہر تھا اور قبائل کی عادات کے متعلق وسیع معلومات رکھتا تھا) وہ تمہارے بھائی بنو سلیم ہیں اور ان کے بارے میں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

پھر اس نے کہا دیکھو، تم کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا، ہم ان لوگوں کو دیکھ رہے ہیں، جو جنگ میں پچھلے حصے میں ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے نیزے اپنے گھوڑوں کی سرینوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یہ خزرجی ہیں، اور ان کے بارے میں

تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنے بھائیوں کے راستے پر چل رہے ہیں پھر اس نے کہا دیکھو، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم ایسے لوگوں کو دیکھ رہے ہیں گویا وہ گھوڑوں پر بت ہیں۔ اس نے کہا یہ کعب بن لوی ہیں جو تم سے جنگ کرنے والے ہیں۔ پھر اس نے کہا دیکھو، تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہم دو آدمیوں کے درمیان ایک آدمی کو دیکھ رہے ہیں، جو زرد رنگ کی پگڑی کا علم بنائے ہوئے ہے اور اپنے پاؤں کو زور سے زمین پر مارتا ہے۔ اور اپنے نیزے کو اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ہے۔ اس نے کہا یہ ابن صفیہ ہے، زبیر بن العوام ہے اور تم بخدا وہ ضرور تمہیں تمہاری جگہ سے ہٹا دے گا۔

اور عملاً حضرت زبیرؓ نے مالک اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ اور قریب تھا کہ انہیں گھیر لیتا۔ پس جب سواروں نے مالک کو آلیا۔ تو وہ اپنے گھوڑے سے قید ہونے کے خوف سے اتر پڑا، پھر درختوں کی پناہ لینے لگا، تاکہ حضرت زبیرؓ کے ساتھیوں میں کوئی شخص اسے دیکھ نہ پائے۔ پھر وہ لیۃ م دنخلہ کے بالائی حصے کا ایک پہاڑ) میں چلنے لگا۔ پس اس نے بھاگنے سے انہیں عاجز کر دیا۔ اور ہوازن کا بادشاہ اور سالار مسلسل دوڑتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ وادی لیہ میں پہنچ گیا۔ اور وہاں ایک محل میں قلعہ بند ہو گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصرلیہ میں مالک بن عوف کے قلعہ بند ہونے کی اطلاع ملی[۵] تو آپ نے اس کی تلاش یا اسے دھتکارنے کا حکم نہیں دیا۔ اس لئے کہ آپ اس بات کے خواہش مند تھے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کرے۔ اور عملاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے مذکورہ بادشاہ کی طرف ایک خاص وفد بھیجا۔ جو اسے یہ اطلاع دے کہ اگر وہ اسلام میں داخل ہو جائے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے معاف کر دینگے۔ اور اس کے اہل و اموال کو بھی واپس لوٹا دیں گے، پس

---

۵ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۵، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴، صفحہ ۹۶، البدایہ والنھایہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۷

مالک نے اسلام قبول کرلیا۔ اور وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اور شرک پر قائم رہنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے میں بہترین مددگار بن گیا جیسا کہ عنقریب اس کتاب اپنے مقام پر اس کی تفصیل بیان ہوگی ۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا عورتوں اور بچّوں کے قتل سے روکنا

ایک معرکہ میں ایک مقتولہ عورت پائی گئی اور سالار خالد بن ولید کی طرف یہ بات منسوب کی گئی کہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ پس جب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے شرکہ مقتولہ عورت کو دیکھا تو فرمایا یہ تو جنگ نہیں کرسکتی تھی۔ پھر رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ حضرت خالد کو مل کر کہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بچے عورت اور شیخ فانی یا مزدور کے قتل کرنے سے روکا ہے[1]

اسی طرح رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی ایک مقتولہ عورت کو دیکھا تو آپ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو فوج میں سے ایک آدمی نے کہا، یا رسول اللہ اسے میں نے قتل کیا ہے، میں نے اسے اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اور اس نے مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے اسے قتل کردیا۔ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دفن کرنے کا حکم دیا تو اُسے دفن کردیا گیا۔

ہوازن کی متفادماتی پاکٹوں کا صفایا

باوجودیکہ حُنین میں ہوازن شکست کھا چکے تھے۔ پھر بھی اُن کے بعض آدمیوں نے وادئ اوطاس میں پڑاؤ کرلیا تاکہ وہ دوبارہ اپنی تنظیم قائم کرکے از سرِ نو مسلمانوں کے مقابلے میں ڈٹ جائیں اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو شکست خوردہ لوگوں کو تلاش کرنے اور اُن کے تعاقب کرنے کا

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص۳۳۶ مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹۱۲، مسند احمد نسائی

خود بھی شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

اور اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے شکست کھائی تو طائف آگئے اور اُن میں سے کچھ فوج نے اوطاس میں پڑاؤ کر لیا اور کچھ نخلہ[۱] کی جانب چلی گئی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کرنے کیلئے اُن کی طرف آدمی بھیجا۔ اور اس کے لئے جھنڈا باندھا۔ اور اس فوج میں اس کے ساتھ سلمہؓ بن اکوع کو بھی بھیجا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب ہوازن کو شکست ہوئی تو انہوں نے اوطاس[۲] میں ایک عظیم پڑاؤ کیا، اور ان میں سے جنھوں نے الگ ہونا تھا، وہ الگ ہو گئے اور جنھوں نے قتل اور قید ہونا تھا وہ قتل اور قید ہو گئے، پس ہم اُن کے لشکر کی طرف آئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ محفوظ ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ابن اسحٰق بیان کرتا ہے کہ اُن مشرکین ہوازن میں دس بھائی تھے جن میں سے ہر ایک نے ابو عامر اشعری سے مقابلہ کیا۔ اور انہوں نے ان میں سے نو کو قتل کر دیا پھر آخر میں خود بھی شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

اور سیرۃ ابن ہشام اور واقدی میں بیان ہوا ہے کہ ابو عامر اشعری (سریہ کے سالار) نے ہوازن کی فوج میں دس بھائیوں سے ملاقات کی اور اُن سب نے مبارزت طلبی کی، پس پہلے نے مقابلے میں نکل کر کہا، کون مقابلہ کرے گا۔؟ تو حضرت ابو عامر اشعری اس کے مقابلے میں نکلے۔ (اور وہ دُعا کر رہے تھے) اے اللہ اس پر گواہ بن، پس ابو عامر نے اسے قتل کر دیا پھر دوسرا مقابلے میں نکلا اور اس نے ابو عامر اشعری پر حملہ کر دیا (اور وہ اسے دعوتِ اسلام دے رہے تھے اور دُعا کر رہے تھے کہ اے اللہ اس پر گواہ بن) پس ابو عامر نے اُسے قتل کر دیا، پھر دسویں بھائیوں میں سے ایک اور مقابلے کیلئے نکلا تو ابو عامر نے اُسے بھی قتل کر دیا۔ پھر وہ ایک ایک کر کے ابو عامر پر حملہ کرنے لگے، اور ابو عامر بھی حملہ کرنے لگے، اور

---

[۱] وادی نخلہ ایک مشہور وادی ہے جسے 'الیمانیہ' کہتے ہیں اور اس میں بہت سی ندیاں آکر گرتی ہیں۔
[۲] سلمہ بن اکوع کے حالات ہماری کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھئے [۳] مراصد الاطلاع میں ہے کہ 'اوطاس' دیارِ ہوازن کی ایک وادی ہے۔

ابو عامر بھی حملہ کرنے لگے اور آپ دعا کر رہے تھے "اے اللہ! اس پر گواہ رہ۔ یہاں تک کہ آپ نے نو کو قتل کر دیا۔ اور دسواں باقی رہ گیا" پس اس نے ابو عامر پر حملہ کیا۔ اور آپ اسے دعوتِ اسلام دے رہے تھے اور دعا کر رہے تھے اے اللہ اس پر گواہ بن۔ تو مشرک جوان نے کہا" اے اللہ مجھ پر گواہ نہ بننا۔ پس ابو عامرؓ اس سے رک گئے تو وہ بچ گیا۔ اور بعد میں مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے دیکھتے تو فرماتے" یہ ابو عامر کا بچا لا ہوا ہے۔ اور جنگ کے دوران بنی جشم کے ایک آدمی نے ابو عامر کو ایک تیر مارا جو آپ کے گھٹنے میں پیوست ہو گیا تو حضرت موسیٰ اشعری نے ان کے پاس جا کر کہا" اے چچا تجھے کس نے تیر مارا ہے؟ تو ابو عامر نے تیر انداز کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ میرا قاتل ہے جسے تو دیکھ رہا ہے اور اسی نے مجھے تیر مارا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کی طرف توجہ کی اور سامنے ہو کر اسے جا ملا۔ پس جب اس نے مجھے دیکھا تو مجھے پشت دے کر چلا گیا۔ اور میں نے اس کا پیچھا کیا اور میں اسے کہنے لگا۔ کیا تجھے شرم نہیں آتی کیا تو عرب نہیں، کیا تو ٹھہرے گا نہیں۔ تو وہ لوٹا اور میں اور وہ ملے اور ہم نے تلوار کے دو دو ہاتھ کئے اور میں نے اسے تلوار ماری۔ پھر میں ابو عامر کی طرف پلٹا۔ میں نے کہا" اللہ نے تیرے ساتھی کو مار دیا ہے اس نے کہا" اس تیر کو کھینچو" میں نے اسے کھینچا تو اس سے پانی بہہ پڑا۔ تو اس نے کہا" اے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر میرا سلام کہو، نیز آپ سے یہ بھی عرض کرو کہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں اور ابو عامر نے لوگوں پر مجھے جانشین بنایا، اور تھوڑی دیر بعد فوت ہو گیا، پس میں واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیا۔ اور آپ ایک بدی بنی ہوئی چارپائی پر جس پر بچھونا پڑا تھا لیٹے ہوئے تھے۔ اور چارپائی کی دھاریوں نے آپ کی پشت اور دونوں پہلوؤں پر نشان ڈال دیئے تھے، پس میں نے آپ کو اپنے اور ابو عامر کے متعلق اطلاع دی، اور یہ بھی بتایا کہ

اس نے کہا تھا کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنا کہ آپ میرے لئے بخشش طلب کریں۔ حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر اپنے دونوں ہاتھ بلند کرکے دُعا کی اے اللہ عبید ابی عامر کو بخش دے۔ اور میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کو دیکھا۔ پھر آپ نے فرمایا" اے اللہ قیامت کے روز اپنی بہت سی مخلوق یا بہت سے بندوں پر اُسے فوقیت دے، حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں میں نے کہا میرے لئے بھی بخشش طلب فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ عبداللہ بن قیس کے گناہ بخش دے۔ اور قیامت کے روز اُسے اچھی جگہ داخل فرما۔[۱]

جیشِ اسلام میں خودکشی کرنیوالا شخص

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حُنین میں ایک آدمی نے شدید جنگ کی ہے یہاں تک کہ اُسے سخت زخم آئے ہیں، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کے بارے میں ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا، وہ دوزخی ہے تو مسلمان اس بات سے پریشان ہو گئے اور ان کے دلوں کو اس قدر صدمہ ہوا جسے اللہ ہی جانتا ہے، پس جب زخموں نے اُسے تنگ کیا تو اس نے اپنے ترکش سے تیر لیا اور اس سے خودکشی کرلی۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ منادی کردیں کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ فاجر آدمی سے بھی دین کی مدد کروا دیتا ہے[۲]

عظیم غنائم

معرکہ حنین میں ہوازن کی شکست کے بعد جیش اسلامی کے ہاتھوں میں غنائم اور قیدیوں کی بہت بڑی مقدار آئی اور ایسی صورت میں آئی کہ اس سے پہلے جیش اسلامی کے ہاتھوں میں اتنا غنیمت نہیں آئی تھی۔ یہ غنائم

---

[۱] البدایہ والنھایہ جلد ۴ صفحہ ۳۳۹ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۰۰-۹۹ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۹ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۶-۹۱۵
[۲] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۷

اور قیدیوں کی تقریبی تفصیل ہے۔

اونٹ	۲۴،۰۰۰
بکریاں	۴۰،۰۰۰
قیدی	۶،۰۰۰

طائف سے واپسی تک غنائم کا اسٹور کرنا

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف تک ہوازن کے تعاقب کا فیصلہ کیا تو غنائم اور قیدیوں کو الجعرانہ میں روک دینے کا حکم دیا۔ اور غنائم اور قیدیوں کے اہتمام اور نگرانی کا معاملہ مشہور خزاعی لیڈر بدیل بن ورقا کے سپرد کر دیا۔ پس قیدی اور غنائم الجعرانہ میں حفاظت کے ساتھ رکے رہے۔ یہاں تک کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کے محاصرہ سے واپس آگئے۔ اور آپ نے الجعرانہ میں تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا، جیسا کہ اس کتاب میں عنقریب اپنے مقام پر اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ

محاصرۂ طائف

طائف کے محاصرہ کو حربی کارروائی کے نقطۂ نگاہ سے معرکۂ حنین کا امتداد خیال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ ثقیف (اہل طائف) ہوازن کے اہم اور زیادہ وزنی قبائل میں سے ہیں بلکہ حنین سے فیصلہ کن معرکے میں انہیں ہوازنی فوج کی ریڑھ کی ہڈی تصور کیا جاسکتا ہے۔ اور عسکری واقعات کے تسلسل نے — معرکۂ حنین کے بعد — بتایا ہے کہ حنین میں مالک بن عوف کی قیادت میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والی بڑی خطرناک فوج ثقیف کی تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فتح پانے کے بعد، قبائل ہوازن میں سے جن قبائل نے اس معرکہ میں آپکے خلاف شمولیت کی تھی ان میں سے ثقیف کا کوئی ایسا قبیلہ باقی نہ رہا تھا جس کے متعلق آپ کوئی اہتمام کرتے آپنے اپنی تمام فوج کو ان کے تعاقب میں لگا دیا۔ اور اس تعاقب کی خود کمان کی۔

یہاں تک کہ آپ طائف پہنچ گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ثقیف اپنے قلعوں میں بند ہو گئے ہیں۔ پس آپ نے سترہ دن تک ان کا محاصرہ کئے رکھا، لیکن طائف میں اپنے قلعوں میں قوت پکڑ جانے کے باعث آپ نے بغیر ان سے کوئی تکلیف اٹھائے انھیں چھوڑ دیا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ان کی رہنمائی کی اور انہوں نے مدینہ آ کر خوشی خوشی اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔

قبائل ہوازن کا انجام

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ہوازنی قبائل کی قوت (ثقیف کے سوا) خصوصاً ان کے بادشاہ اور نوجوان سردار مالک بن عوف نصری کے قبول اسلام کے بعد نیست و نابود ہو گئی۔ اور وہ اسلام کی جانب سے جنگ کرنے والا سالار بن گیا۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف سے ثقیف کا جو تعاقب کیا۔ اور ان کے قلعوں میں ان کا جو محاصرہ کیا۔ اس کے نتائج پر گفتگو کرنے سے قبل ضروری ہے کہ ہم قارئین کرام کو قبائل ثقیف کی تاریخ اور جاہلیت اور اسلام میں ان کے مرکز کی اہمیت کی ایک جھلک دکھائیں۔

ثقیف کی تاریخ

مؤرخین اور اصحاب الانساب بیان کرتے ہیں کہ ثقیف ہوازن کا ایک بطن ہیں اور ہوازن، منصور بن عکرمہ بن خصفہ، ابن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کا بیٹا ہے۔

اور ثقیف، ہوازن کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اس سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں، جنھیں تین بڑے قبائل اکٹھا کرتے ہیں جو سب کے سب بحرین ہوازن کے قبائل ہیں اور وہ یہ ہیں۔

اوّل:- بنو سعد بن بکر

دوم:- بنو معاویہ بن بکر، یہ وہ ہیں جن سے مالک بن عوف نصری تھا۔

سوم :۔ بنو منبہ بن بکر۔ اس آخری قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اور ثقیف کا نام قسی ابن منبہ ابن بکر بن ہوازن تھے اور اسی قسی سے متعدد قبائل متفرع ہوئے ہیں جنہوں نے بعد میں اپنے باپ ثقیف کے نام سے شہرت پائی اور ان قبائل میں اہم قبائل بنو حطیم بن ثقیف اور بن عوف ابن ثقیف ہیں ۔ اور بنی عوف کی منازل وادی لیہ میں ہیں ۔ اور وہاں کے قلعے بھی ہیں اور یہ سب قبائل دو قبیلوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ احلاف اور بنو مالک ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو ان دونوں ناموں کے تحت (مشرک ہونے کی حالت میں) معرکہ حنین میں شامل ہوئے تھے ۔

اور ان کا اصلی وطن، طائف اور اس کے مضافات ہیں اور ثقیف جاہلیت میں ایک حربی قوت تھے جن کا خاصا وزن تھا اور جاہلیت میں جن مشہور معرکوں میں انہوں نے شرکت کی ہے۔ ان سب میں انہوں نے اپنے مخالفوں پر فتح پائی ہے اور جاہلیت میں ثقیف کی حربی تاریخ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ خثعم (یہ ایک یمنی قوم ہے) نے طائف میں ثقیف سے جنگ کی۔ اور ثقیف ان کے مقابلہ میں نکلے اور ان کا سردار غیلان بن سلمہ تھا۔ پس اس نے ان سے شدید جنگ کی اور اس میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد انہیں شکست دی اور ان میں سے متعدد لوگوں کو قیدی بنا لیا۔ پھر ان پر احسان کر دیا۔

اور جن جنگوں میں انہوں نے فتح حاصل کی، ان میں ایک وادی وج کی جنگ ہے۔ جو طائف کی ایک مشہور وادی ہے اور شاید یہ ان جنگوں میں سے سب سے بڑی جنگ ہے جن میں ثقیف نے جاہلیت میں فتح حاصل کی تھی، یہ معرکہ ان کے اور بنی عامر کے درمیان ہوا تھا، جو ہوازن میں سے تھے اور معجم قبائل العرب میں بیان ہوا ہے کہ ۔

ان بنی عامر نے اپنے احلاف میں سے بہت سی فوج جمع کی پھر طائف میں

ثقیف کے پاس چلے گئے اور بنو نصر بن معاویہ ثقیف کے حلیف تھے، پس جب ثقیف کو بنی عامر کے چلنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے بنی نصر سے مدد طلب کی۔ اور انہوں نے انہیں مدد دی اور ثقیف بنی عامر کے مقابلے میں نکلے اور غیلان بن سلمہ بن متعب ثقیف کا سالار تھا، پس انہوں نے ان سے ملاقات کی اور ثقیف نے اُن کے ساتھ شدید جنگ کی اور بنو عامر اور ان کے ساتھی شکست کھا گئے اور ثقیف کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے ان میں خوب قتلام کیا۔

اور ان کے شہر کو طائف کا نام دینے کے بارے میں البکری نے معجم ما استعجم میں بیان کیا ہے کہ بنی ثقیف کو اس جگہ جسے آج کل طائف کہتے ہیں، کی فضیلت کا علم ہوا اور یہ جگہ ہوازن کے بنی عامر بن ربیعہ کی تھی تو انہوں نے بنی عامر سے کہا، یہ پھلوں اور کھیتوں والی جگہ ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ تم نے اس پر چراگاہوں کو فضیلت دی ہے جنھوں نے اس کی آبادی اور اعمال کو نقصان پہنچایا ہے اور ہم تمھاری نسبت اس کے عمل کو بہتر جانتے ہیں پس تم کھیتی اور ستھن جمع کرلو اور اپنے اس علاقے کو ہمیں دے دو ہم اسے پھاڑ کر کھیتی بنا لیں گے (انگور، پھل اور درخت) اور اسے اچھی طرح بند کریں گے اور اسے کنوؤں کیلئے کھودیں گے۔ اور اسے آبادی اور باغات سے بھر دیں گے۔ ہماری فراغت اور توجہ اس کی طرف ہوگی اور تم اس سے غافل ہو گے اور تمھاری پسند دوسری ہوگی۔

پس جب پھل پک جائیں گے تو ہم تم سے آدھے پھل تقسیم کرلیں گے۔ علاقے میں حق کی وجہ سے تمھارا نصف حصہ ہوگا۔ اور ہم اس میں کام کرنے کی وجہ سے نصف حصہ لیں گے پس تم کھیتی اور ستھن کے درمیان ہو گے۔ اور عرب میں اس جیسی چیزیں کسی کے لئے اکٹھی نہیں ہوئیں، پس بنو عامر نے طائف کو اس کی آبادی کے لئے ثقیف کے سپرد کر دیا۔ اور جب کٹائی کے دن آتے تو بنو عامر آ کر ماپ کر نصف پھل لے لیتے اور دوسرا نصف ثقیف لے لیتے اور بنو عامر اور ثقیف طائف کو تباہی سے بچاتے اور وہ ایک زمانہ تک

اسی حالت میں رہے۔ یہاں تک کہ ثقیف بکثرت ہو گئے اور انہوں نے طائف کو محفوظ کر دیا۔ اور اس کی ایک فصیل بنائی جو اس کے اردگرد چکر لگاتی تھی اس لئے انکا نام طائف رکھا گیا، اور جب وہ اپنے قلعوں کی کثرت کے باعث طاقتور ہو گئے تو بنی عامر سے محفوظ ہو گئے۔ اور وہ ان تک نہ پہنچ سکے اور نہ ہی ان پر قابو پا سکے اور نہ ہی عرب اس جیسے گھر میں اترے۔

ظہورِ اسلام کے وقت ثقیف کی حالت

ثقیف بڑی شدت سے کفر و ضلال کے ساتھ وابستہ تھے یہاں تک کہ ۸ھ میں شرک سے تمسک کرتے ہوئے اپنے قلعہ میں بند ہو گئے اور صرف سنہ ۹ھ میں ہی داخل اسلام ہوئے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شدتِ کفر کی وجہ سے ان پر بددعا کرنے کی بجائے اُن کے لئے دعا کی اور ان سب نے آکر اسلام قبول کرلیا۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس لوٹے اور قلعہ طائف پر قابو نہ پایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہؐ، ثقیف کے لئے بددعا فرمائیے تو آپ نے فرمایا "اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور لے آ۔

پس ثقیف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے طفیل اسلام کے ساتھ مدینہ آیا۔

ثقیف کا دفاع کیلئے منجنیقیں لانا

قریش کے صلح حدیبیہ کو توڑنے کے بعد، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے مکہ پر قبضہ کرنے اور اسے بت پرستی کے ہوتے سے آزاد کرانے کے لئے مارچ کیا تو ثقیف نے خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، پس انہوں نے اپنے بھائیوں کو جو ہوازنی قبائل میں سے تھے اطلاع دی، پھر انہوں نے اپنے سردار عروہ بن مسعود اور دوسرے لوگوں کو جرش کی طرف بھیجا جو اُردن میں

ہے تاکہ وہ وہاں بھاری اسلحے کے بنانے اور چلانے کی ٹریننگ حاصل کریں، جو منجیقوں، پتھر پھینکنے کے آلات اور ٹینکوں وغیرہ کی صورت میں تھا جو صرف قلعہ پر حملہ کرنے یا اُن کے دفاع کے لئے استعمال کیا ہوتا۔

اور جرش[1] اس عہد میں ایک عربی شہر تھا، جو رومی حکومت کے جوئے تلے واقع تھا، اور اس کے باشندے بھاری اسلحہ کے بنانے میں مشہور تھے، اس لئے ثقیف نے اپنے سردار عروہ بن مسعود کو ایک وفد کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسلحہ کے بنانے کی سکھلائی کریں اور جب مسلمان طائف کا محاصرہ کریں تو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اس کے استعمال کرنے کی ٹریننگ حاصل کریں۔ پس ثقیف نے پتھر اور آگ پھینکنے والے آلات یعنی منجنیق اور بڑے بڑے تیروں وغیرہ سے ان پر آگ کے گولے پھینکے۔

محاصرۂ طائف سے قبل حربی کارروائیاں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے طائف میں ثقیف کے محاصرہ کے لئے مارچ کرنے سے قبل طفیل بن عمرو الدوسی[2] کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس

---

[1] جرش، شام کا ایک شہر ہے، جس کے آثار آج کل اردن کی ہاشمی مملکت میں واقع ہیں۔ اسی طرح نجران کی جانب بھی ایک جگہ کو جرش کہتے ہیں۔

[2] طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص الدوسی۔ دوس ازد کا ایک بطن ہے جس کا لقب ذوالنون تھا۔ اور وہ اپنی قوم میں ایک مطاع اور ممتاز شاعر تھا۔ اور اسلام کے سابقون الاولین میں سے تھا۔ اس نے ہجرت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے اسلام کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے (اسے اسد الغابہ، اصابہ اور استیعاب میں تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمایئے) اسلام قبول کرنے کے بعد طفیل نے اپنی قوم کی طرف واپس جاکر انہیں دعوت اسلام دی تو وہ مسلمان ہوگئے۔ اور سوانح کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ طفیل نے کہا، یا رسول اللہ میں اپنی قوم میں مطاع ہوں اور میں ان کی طرف واپس جاکر انہیں دعوت اسلام

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۳ پر)

جا کر اُن کے بت (ذوالکفین)[۱] کو تباہ کر دے جو عمرو بن حممہ کا بت تھا اسی طرح آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم دوس سے، ثقیف کے ساتھ جنگ میں، جیش نبوی کی اعانت کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۲ سے آگے) والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ مجھے کوئی نشانی دے جو ان کے مقابلے میں میری دعوت کی مددگار ہو تو آپ نے فرمایا "اے اللہ اسے کوئی نشانی عطا فرما۔"

طفیل بیان کرتا ہے کہ میں اپنی قوم کے پاس گیا اور جب میں قبیلے کی قریبی گھاٹی میں پہنچا تو چراغ کی مانند میری دونوں آنکھوں کے درمیان نور پیدا ہو گیا تو میں نے کہا "اے اللہ! میرے چہرے کے سوا کسی اور جگہ پیدا ہو جائے۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ سمجھیں گے کہ چونکہ میں نے ان کے دین کو چھوڑ دیا ہے اس لئے میرے ساتھ ایسا ہوا ہے" تو وہ میرے کوڑے کے سر پر تبدیل ہو گیا۔ اور قبیلے والے اس نور کو میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح دیکھنے لگے۔ اور میں گھاٹی سے اُتر کر ان کی طرف جا رہا تھا۔ پس جب میں اُترا تو میرا باپ میرے پاس آیا۔ اور وہ بہت بوڑھا تھا۔ میں نے کہا "اے باپ مجھ سے دُور ہو جائیے۔ نہ میرا آپ کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ آپ کا میرے ساتھ کوئی تعلق۔ اُس نے کہا "اے بیٹے کیوں؟ میں نے کہا۔ میں مسلمان ہو چکا ہوں؟ اس نے کہا "اے بیٹے تیرا دین میرا دین ہے اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر میری بیوی میرے پاس آئی۔ اسے بھی میں نے یہی بات کہی تو وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اور کہنے لگی "کیا تو میرے بچے میں ذوالشریٰ (اُن کا بت) سے ڈرتا ہے میں نے کہا نہیں میں اس کا ضامن ہوں۔ پھر میں نے دوس کو دعوت دی تو انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سُستی کی۔ پس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ آیا۔ اور میں نے عرض کیا۔ یا رسُول اللہ دوس پر لہو غالب آچکا ہے ان کے لئے بددُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا "اے اللہ دوس کو ہدایت دے۔ اپنی قوم کی طرف واپس جا کر انہیں دعوت دو اور ان کے ساتھ نرمی کرو۔ پس میں واپس آگیا اور اپنی قوم کے علاقے میں رہ کر مسلسل انہیں دعوت اسلام دیتا رہا یہاں تک کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت طفیل یمامہ میں شہید ہوئے۔ اور ان کے بیٹے عمرو بن الطفیل زخمی ہوئے پھر صحت مند ہو گئے اور یرموک کے سال حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت میں شہید ہوئے۔

[۱] ذوالکفین، دوس کا بت تھا (دیکھئے کتاب الاصنام از کلبی)

فتح حاصل کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طفیل بن عمرو کو حکم دیا کہ وہ طائف میں اپنی قوم کے ساتھ مجھے ملے اور طفیل بن عمرو اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے اور اپنی قوم میں مطاع تھے۔ پس طفیل بن عمرو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا۔ اور بت کو توڑنے کے لئے چلنے سے قبل طفیل نے کہا "یا رسول اللہ" مجھے کوئی وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا۔

سلام کو رواج دو۔ اور کھانے کو خرچ کرو اور اللہ سے شرم کرو جیسے اچھی حالت والا آدمی اپنے اہل سے شرم کرتا ہے۔ جب تو برائی کرے تو نیکی کر۔

پس حضرت طفیل جلدی سے اپنی قوم کی طرف گئے اور ذوالکفین کو تباہ کر دیا۔ اور اس کے پیٹ میں آگ بھر کر کہنے لگے ۔

"اے ذوالکفین میں تیرے پرستاروں میں سے نہیں ہوں، ہماری پیدائش تیری پیدائش سے پہلے کی ہے۔ میں نے تیرے دل میں آگ بھر دی ہے۔

اور حضرت طفیل کی قوم نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ اور ان کی کمان میں ان کی قوم کے چار سو آدمی جمع ہو گئے اور آپ انھیں طائف میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔

اور ازد نے اپنے ساتھ طائف جانے کے لئے بھاری ہتھیار، ٹینک اور منجنیقیں اٹھائے اور جب انھوں نے طائف کی طرف مارچ کرنے کا ارادہ کیا تو بعض نے کہا۔ اے گروہ ازد تمھارا جھنڈا کون اٹھائے گا؟"

طفیل بن عمرو نے کہا "جو اسے جاہلیت میں اٹھاتا تھا۔ انھوں نے کہا تو نے درست کہا ہے۔ اور وہ نعمان بن زرافہ اللہبی تھا اور ازد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف پہنچنے سے چار دن بعد طائف پہنچے۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کی طرف مارچ

معرکۂ حنین کے خاتمہ کے بعد حنین میں مسلمانوں کو ہوازن پر زبردست فتح حاصل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم اور قیدیوں کو الجعرانہ (مکہ کے قریب) بھیج دیا۔ اس کے بعد آپ بنفسِ نفیس ہوازن کی عظیم افواج کے تعاقب میں لگ گئے اور بنو ثقیف کی وہ افواج جنہوں نے اپنے قلعے میں پناہ لے لی تھی اور طائف میں اس کے ساتھ ملازم ہو گئے تھے۔!

طائف کی طرف جانے والی فوج کے ہراول کے سالار حضرت خالد

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے تعاقب کیلئے مارچ کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرت خالد بن ولید کو ہراول فوج کا سالار مقرر کیا۔ اور جب جیش نبوی مکہ سے حُنین کی طرف نکلا تھا، اس وقت سے حضرت خالدؓ سواروں کے سالار تھے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں کے ماہر راہنماؤں سے بھی کام لیا تاکہ وہ طائف جاتے ہوئے راستے میں فوج کے آگے آگے چلیں۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تعاقب کی کارروائی کو سرانجام دیتے ہوئے یہاں تک طائف پہنچ گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کو وادی نخلہ کے راستے طائف لے گئے جو آج کل الیمانیہ کے نام سے مشہور ہے جیساکہ آپ لیہ کی مشہور وادی میں چلے تھے واقدی بیان کرتا ہے کہ

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنین سے حضرت خالد بن ولید کو اپنے ہراول دستے پر سالار مقرر کیا۔ اور آپ انہیں راہنماؤں کے ذریعے طائف لے گئے۔

پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف پہنچ گئے۔ اور ثقیف نے اپنے قلعہ کی طرف مرمت کر لی تھی اور اوطاس سے شکست کھا کر اس میں داخل ہو گئے تھے۔

اور اس کا دروازہ بند کر لیا تھا۔ اور وہ ان کے شہر کا قلعہ تھے جس کے دو دروازے تھے۔ اور اُنھوں نے جنگ کیلئے تیاری کی اور اپنے قلعے میں وہ چیزیں لے گئے جو محاصرہ کی صورت میں ایک سال کے لئے کافی تھیں۔

ابن اسحاق بیان کرتا ہے کہ ۔ جب ثقیف کی شکست خوردہ جماعت طائف آئی تو انہوں نے اپنے شہر کے دروازے بند کر لئے، اور جنگ کیلئے تیاری کرنے لگے۔ اور عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ، حنین اور محاصرہ طائف میں شامل نہ ہوئے، یہ دونوں جرش میں ٹینکوں، منجنیقوں اور محاصرہ میں قلعہ کے نزدیک پہنچنے والے آلات کے بنانے کی سکھلائی کر رہے تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے فارغ ہو کر طائف کی طرف روانہ اور نخلہ یمانیہ پھر قرن، پھر الملیح، پھر لیہ کے حرۃ الرغاء کے راستے چلے گئے۔ اور وہاں آپ نے ایک مسجد بنا کر اس میں نماز ادا کی۔ پھر آپ نے حرۃ الرغاء میں نزول و اجلال فرما کر ایک خون کا قصاص لیا۔ اور یہ پہلا خون تھا، جس کا اسلام میں قصاص لیا گیا۔ یہ بنی لیث کا ایک آدمی تھا، جس نے ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، پس آپ نے اس کے بدلے میں اُسے قتل کیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیہ میں مالک بن عوف (رسالار ہوازن) کے قلعے سے متعلق حکم دیا۔ اور اُسے گرا دیا گیا۔ پھر آپ الضیقہ کے راستے چلے، پس جب آپ چلے تو آپ نے اس کا نام پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ اس کا نام الضیقہ ہے آپ نے فرمایا بلکہ یہ الیسریٰ ہے پھر آپ وہاں سے نخب آئے۔ اور سدرہ میں اُترے، جسے الصادرہ کہا جاتا تھا، یہ ثقیف کے ایک آدمی کی جائداد کے قریب تھا، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پیغام بھیجا کہ یا تو تُو نکل جا۔ ورنہ ہم تیرے باغ کو ویران کر دیں گے۔ اس نے نکلنے سے انکار کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ کے برباد کرنے کا حکم دے دیا[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۳، ۹۲۴، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۵

محاصرۂ طائف کا آغاز جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ثقیف قلعہ بند ہوگئے ہیں تو اس کے بعد آپ نے اپنی فوج کے ساتھ طائف کی طرف مسلسل مدوج جاری رکھا اور وہ سخت جانباز اپنے معبود (لات) کی طرف جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے، شدید میلان رکھتے تھے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے قلعوں میں داخل ہونے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایک کھلی جگہ پر جو جنگ حکمت عملی کے لحاظ سے موزوں نہ تھی۔ اور ثقیف کے قلعوں سے قریب تھی وہاں پڑاؤ کرلیا اور ثقیف تیراندازی اور برجوں کی چوٹی سے برچھا بازی کے بڑے ماہر تھے، جونہی اسلامی فوج اپنے پہلے پڑاؤ میں اپنے بوجھ اتارنے لگی تو اسے ان تیروں کی شدید بوچھاڑوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جو اسلامی فوج پر ٹڈیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور مسلمانوں کے بہت سے آدمی (اس بوچھاڑ کے نتیجے میں) زخمی ہوگئے۔ اس بات نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پڑاؤ تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ اور آپ نے اس جگہ پڑاؤ کیا۔ جہاں آپ کی فوج دشمنوں کے تیروں سے مامون تھی اور یہ تبدیلی مشہور تجربہ کار انصاری جانباز جناب بن منذر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اپنے پڑاؤ کو تبدیل کرلیا تھا، پس آپ نے جنگی حکمت عملی کے علاقے میں پڑاؤ کرلیا اور بدر کے عظیم معرکہ کو سرانجام دیا۔ اور اس میں آپ کو فتح حاصل ہوئی تھی۔

بالکل اسی طرح حضرت حباب بن منذر نے خیبر میں یہود کے محاصرہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ سے بدلنے کا مشورہ دیا تھا جس میں آپ نے یہود کے محاصرہ کے لئے پڑاؤ کیا ہوا تھا، اور اس میں آپ کے اصحاب۔ یہودیوں کے ان تیروں سے زخمی ہوگئے تھے، جن سے انہوں نے قلعوں کے برجوں سے بہت سی مخلوق کو بیکار کر دیا تھا۔ اور طائف کے محاصرہ میں بھی حباب نے یہی کہا۔ جب اس نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی جگہ پڑاؤ کر رہے ہیں، جو عسکری ماہر جناب بن منذر

سے نقطۂ نگاہ سے غیر مناسب تھی، اس لئے کہ وہ پڑاؤ ثقیف کے قلعوں کے محاصرہ کے لئے ہونا تھا۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اترے۔ حضرت خباب بن منذر آگئے اور آپ نے کہا یا رسول اللہ، ہم قلعہ کے قریب آگئے ہیں۔ پس اگر یہ کام امر الٰہی سے ہوا ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر یہ رائے سے ہوا ہے تو ان کے قلعہ سے پیچھے ہٹ جانا چاہئیے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔[1]

لیکن بالآخر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خباب بن منذر کی رائے پر عمل کیا، انہوں نے آپ سے استدعا کی (ایک فوجی ماہر کی طرح) کہ آپ ایک اچھی جگہ کو انتخاب کریں تاکہ فوج اس میں دشمن کے تیروں سے مامون رہے" اور یہ بات اس واقعے کے بعد ہوئی۔ جبکہ اسلام کے متعدد سپاہی ثقیف کے تیروں کی بوچھاڑ سے زخمی ہو چکے تھے۔

ہم ان کبار صحابہ میں سے جو طائف کے محاصرہ میں شامل تھے، ایک صحابی عمرو بن امیۃ الضمری[2] کی زبانی آپ کو سناتے ہیں کہ محاصرہ کا آغاز کیسے ہوا؟ اور حضرت خباب بن منذر کے مشورہ سے کس طرح پڑاؤ کی جگہ کو تبدیل کیا گیا، حضرت عمرو بیان کرتے ہیں کہ

کچھ دیر ان کے تیر ہماری طرف آتے رہے۔ اور ہم پر وہ مصیبت نازل ہوئی جسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ گویا وہ بہت زیادہ ٹڈیاں ہیں اور ہم ان سے بچتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ مسلمانوں کو زخم آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب بن منذر کو بلایا۔ اور فرمایا کہ ایک بلند جگہ تلاش کرو جو دشمن سے کچھ پیچھے ہو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۵

[2] ان کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ احد" میں دیکھئے۔

حضرت خباب چلتے چلتے بستی سے باہر طائف کی مسجد کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اور آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو وہاں منتقل ہونے کا حکم دے دیا۔

حضرت عمرو بن امیہ الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ابوالمحجن کو دیکھ رہا تھا جو قلعہ کے اوپر سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیزوں کی طرح لمبے اور چوڑے تیر مار رہے تھے اور ان کا کوئی تیر خطا نہ جاتا تھا۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی مسجد کے پاس خیمہ دار ہوئے تو وہ جاہلیت کی قبیح اور خرافاتی باتیں کر رہے تھے، ان باتوں کو ثقیف نے اپنے قلعے کے دفاع کے لئے اختیار کیا تھا۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ ثقیف نے ایک ساحرہ عورت کو باہر نکالا۔ اور وہ اپنے ان اعضاء کے ساتھ جنہیں شرم کی وجہ سے چھپایا جاتا ہے، فوج کے سامنے آئی ــ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ــ ان کے قلعے سے اس خرافات کو دور کرنے کیلئے اُترے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ٹیلے کی طرف منتقل ہوئے جسے حضرت خباب بن منذر نے انتخاب کیا تھا اور مسلمانوں نے قلعہ پر حملہ کیا تو یزید بن ربیعہ بن اسود[1] اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر لوگوں کے آگے آئے انہوں نے ثقیف سے امان طلب کی۔ وہ ان سے گفتگو کرنا چاہتے تھے۔ پس انہوں نے انہیں امان دے کر ان کے ساتھ بات

---

[1] یزید بن زمعہ بن اسود بن المطلب بن اسد عبدالعزی القرشی الاسدی ــ ان کی والدہ قریبۃ بنت ابی امیہ مخزومیہ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہ کی بہن تھیں۔ یزید قدیم مسلمان تھے اور مہاجرین حبشہ میں شامل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ اور آپ سے حدیث بھی روایت کی ہے، جاہلیت میں لوگ ان سے مشورہ لیتے تھے بلکہ وہ اس طرح کہ قریش کسی امر کا ان کے سامنے پیش کئے بغیر قطعی فیصلہ نہ کرتے تھے، پس اگر یہ راضی ہوتے تو خاموشی اختیار کرتے اور اگر آپ راضی نہ ہوتے تو وہ آپ کے معاون ہوتے یہاں تک کہ آپ اپنے اشہر افزدہ (؟) میں اپنے مقام پر واپس آجاتے۔

کی۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ اُن کے قلعے کے نزدیک آئے تو انہوں نے اُنہیں تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ اور محاصرہ طائف میں یہ مسلمانوں کے پہلے شہید تھے۔

یزید بن زمعہ کے قاتل کا قتل

اور جس شقی نے شہید یزید بن زمعہ کے ساتھ غداری کی تھی (اور وہ هذیل بن ابی الصلت تھا) جو مشہور شاعر اور فلاسفر (امیہ بن ابی الصلت) کا بھائی تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے مصیبت میں الجھا دیا، پس یہ هذیل مناسب موقع پر اپنی ایک ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قلعے سے نکلا۔ اور اس کا خیال تھا کہ کوئی مسلمان اسے نہیں دیکھ رہا۔ لیکن شہید یزید بن زمعہ کا بھائی یعقوب بن زمعہ[1] اس کی گھات میں تھا اور قلعے کے دروازے کے پاس ہی گھات لگائے ہوئے تھا اور جونہی هذیل بن ابی الصلت باہر نکلا تو زمعہ نے اُسے پکڑ کر قید کر لیا۔ پھر وہ اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس پر اختیار دے دیا تو اس نے اسے قتل کر دیا۔

قلعۂ طائف میں مسلمانوں کے داخل ہونے کی کوشش

مسلمانوں نے قلعہ طائف میں داخل ہونے اور اسے فتح کرنے کیلئے سخت کوشش کی۔ لیکن ثقیف کی مقاومت بڑی سخت تھی۔

---

[1] یعقوب بن زمعہ بن اسود، ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر نے انہیں صحابہ میں شامل کیا ہے۔ اور عبدالرزاق سے عمرو بن شعیب عن عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی گئی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ شعب ابی وہب سے ایک گدھا نکلا۔ جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ لیا۔ اور تکبیر نہ کہی۔ اور بنی اسد کے بھائی یعقوب بن زمعہ نے جا کر اُسے واپس کر دیا۔

اور ثقیفوں پر اثر ڈالنے، اور انھیں کمزور کرنے کی کوشش میں، تاکہ انہیں سپردگی پر مجبور کیا جائے، جیش نبوی نے منجنیق کو استعمال کیا۔ اور اس کے ذریعہ ممکن حد تک اہل طائف کے قلعوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے گولے پھینکے، تاکہ قلعوں میں جیش اسلامی کے داخل ہونے کیلئے فصیلوں کے شگافوں سے راستہ کھل جائے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ منجنیق کے ہتھیار نے طائف کے قلعوں پر خاطر خواہ اثر نہ کیا اور ثقفی اور ان کے ہوازنی ساتھی اپنے قلعوں میں ڈٹے رہے اور وہ مشہور نشانہ باز تیر انداز تھے اور فوج کے کچھ دستوں نے قلعہ میں عام فوج کے داخل ہونے کیلئے راستہ بنانے، اور جنگ کی مشقوں کو کم کرنے کیلئے ایک بہادرانہ کوشش کی۔ اور یہ بہادرانہ کوشش یہ تھی کہ فوج کے کچھ جوان (جنہیں فدائی کہا جا سکتا ہے) قلعے کی طرف ڈٹنیکوں کے پیچھے چھپتے چھپاتے بڑھے، یہاں تک کہ اس کی فصیلوں تک پہنچ گئے اور انھوں نے ڈٹنیکوں کی حفاظت میں فصیلوں میں سوراخ کر کے راستہ بنانے کی کوشش کی۔ تاکہ اسلامی فوج قلعے میں داخل ہو جائے اور وہاں انہوں نے جنگ کی حد مقرر کی۔ کیونکہ مسلمانوں کو اس بات کا یقین تھا کہ جب وہ قلعے میں داخل ہو گئے اور انھیں ان کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنی پڑی تو وہ مشرکین پر غالب آ جائیں گے۔

طائف کے قلعوں کے ارد گرد گوکھرو بکھیرنا

اور دوسری جانب (ثقیفوں کی پیش قدمی روکنے کے لئے) اسلامی فوج کی کمان نے طائف کے قلعوں کے ارد گرد گوکھرو بکھیر دیئے، اور مسلمانوں نے دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کیلئے گوکھرو بکھیر دیئے۔ اور مسلمانوں نے دشمن کی پیش قدمی کو روکنے کیلئے گوکھرو کو بطور ایک وسیلہ کے استعمال کیا۔ تاکہ جب وہ ان فدائیوں پر جو ٹنکیوں کی حفاظت اور ثقیف کے بڑے قلعے میں سوراخ کرنے کیلئے گئے ہیں حملہ کرنے کی کوشش کریں تو وہ انھیں روک سکیں

قلعہ ثقیف پر فدائیوں کے حملہ کی ناکامی

مگر مسلمان فدائیوں نے قلعہ کی دیوار میں راستہ بنانے کی جو کوشش کی وہ ناکام ہو گئی، ثقیفیوں کو اس کوشش کا پتہ چل گیا۔ (اور وہ بھاری دفاعی اسلحہ سے مسلح تھے جن میں آگ پھینکنے والے آلات وغیرہ بھی تھے) پس انھوں نے ان فدائیوں کے ٹینکوں پر، جو قلعے کی فصیلوں تک پہنچ گئے تھے۔ آگ پھینکنے والے آلات مسلط کر دیئے۔ اور انھوں نے ان ٹینکوں کو بھسم کر دیا، جن کی فدائی آڑ لیا کرتے تھے۔ پس یہ فدائی بھاگ اٹھے اور ثقیفیوں نے انھیں اپنے تیروں اور برچھوں سے کرز دکر دیا اور ان سے بعض کو زخمی اور بعض کو قتل کر دیا، اس موقع پر فدائی، اسلامی پڑاؤ کی طرف واپس ہونے پر مجبور ہو گئے۔

اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ ______ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق نصب کی۔ اور اپنے اصحاب سے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسیؓ [1] نے آپ سے

---

[1] سلمان فارسی کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ اور سلمان کے نام سے مشہور تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ حضرت سلمان سے ان کے نسب کے بارے میں معلوم کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں سلمان بن اسلام ہوں وہ اصل میں فارس رام ہرمز کے باشندے تھے۔ اسلام سے قبل آپ کا نام مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بہودان بن فیروز بن سہرک تھا۔ اور آپ ملک کی اولاد میں سے تھے۔ اور بلادِ فارس میں مجوسی تھے اور آتش کدے کے خادم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام کی ہدایت سے سرفراز فرمایا اور بلادِ فارس سے دین کی تلاش میں مدینے آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ ان کے قبول اسلام کا قصہ بڑا دلچسپ اور طویل ہے (اسے اسد الغابہ، اصابہ، استیعاب اور حلیہ ابی نعیم میں دیکھئے) حضرت سلمان عظیم صحابہ میں سے تھے۔ اور ان میں اول درجے کے زاہدوں میں سے تھے۔ آپ ہی کے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رسلمان منا اهل البیت) اور احزاب کے حملے کے وقت مدینہ کو بچانے کیلئے آپ ہی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ دیکھئے ہماری کتاب غزوات احزاب کا حاشیہ۔ یم)

عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ منجنیق کو ان کے قلعے پر نصب کریں، ہم فارس کے علاقے میں منجنیقوں کو قلعوں پر نصب کرتے ہیں، اور دشمن بھی ہمارے خلاف انھیں قلعوں پر نصب کرتا ہے۔ اور ہم منجنیق کے ذریعے دشمن کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور وہ ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں، قیام لمبا ہوگیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے اپنے ہاتھ سے منجنیق بنائی اور اسے قلعۂ طائف پر نصب کیا اور یہ اس منجنیق اور ٹینک کے علاوہ تھی جنھیں طفیل بن عمرو الدوسی پہلے لے گئے تھے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعے کے ارد گرد کو گھیر دیا اور مسلمان ٹینک کے نیچے داخل ہوگئے۔ اور وہ بیل کے چمڑے کا تھا۔ اور اس دن کو الدخشہ کہتے ہیں، دریافت کیا گیا کہ الدخشہ کیا ہے؟ کہنے لگے جو مسلمانوں میں سے مقتول ہوئے تھے ___ وہ ٹینکوں کے نیچے داخل ہوگئے۔ پھر قلعے کی فصیل کو کھودنے کے لئے انھیں فصیل کے پاس لے گئے۔ پس ثقیف نے ان پر آگ سے گرم کئے ہوئے لوہے کے ٹکڑے پھینکے جنھوں نے ٹینکوں کو جلا دیا اور مسلمان ان کے نیچے سے باہر نکل گئے اور ان میں سے جنھوں نے تکلیف اٹھانی تھی تکلیف اٹھائی، پھر ثقیف نے ان پر تیر اندازی کی۔ اور ان میں سے کچھ آدمی مارے گئے [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۳) آپ کو بیت المال سے پانچ ہزار روپے ملا کرتا تھا آپ اسے وصول کر کے محتاجوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، اور اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے، اور عراق کا امیر ہوتے ہوئے بھی کھجور کے پتوں سے ٹوکریاں وغیرہ بناتے تھے، اور انھیں بیچ کر ان کی قیمت سے کھانا کھاتے تھے۔ حضرت عثمان کی خلافت کے آخر ۳۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی اسد الغابہ میں اہل علم سے روایت ہے کہ حضرت سلمان ساڑھے تین سو سال زندہ رہے اور ابو نعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان فارسی معمر لوگوں میں سے تھے

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۳ صفحہ ۱۲۶، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۷ - ۹۲۸)

ثقیف کے بعض جانبازوں کا قلعہ سے باہر نکلنا اور اسلام قبول کرنا

طائف کے محاصرہ کے دوران ثقیف (ان کے موالی میں سے) چودہ پندرہ آدمی قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے پڑاؤ میں شامل ہوکر اسلام لے آئے اور یہ واقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کے اعلان کے بعد ہوا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر مسلمانوں کے پڑاؤ میں آجائے گا، وہ آزاد ہوگا، واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ جو غلام، قلعہ سے اتر آئے گا وہ آزاد ہوگا، تو قلعہ سے چودہ پندرہ غلام باہر نکل آئے۔

ابو بکرہ[1]، المنبعث[2] ان کا نام المضطجع تھا۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام المنبعث رکھا۔ آپ عثمان بن عمار بن معتب کے غلام تھے، اسی طرح ارزق بن عقبہ بن ارزق بھی آئے اور یہ بنی مالک کے کلاہ ثقفی کے غلام تھے، پھر بنی امیہ کے حلیف ہوگئے، پس انھوں نے باہم ایک دوسرے سے شادیاں

---

[1] ابو بکرہ کا نام نفیع بن الحارث بن کلاہ ہے اور وہ حارث بن کلاہ کے غلام تھے، ابو بکرہ نے قلعہ طائف کے محاصرے کے دوران اسلام قبول کیا۔ اور آپ مشہور صحابہ میں سے تھے، حضرت ابو بکرہ بہت عبادت گزار تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رواۃ الحدیث میں شامل ہیں، آپ ہی نے یہ حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں جنگ کریں اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے۔ اور حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ جن صحابہ نے بصرہ میں سکونت اختیار کی ہے ان میں عمران بن حصین اور ابو بکرہ سے افضل کوئی نہیں حضرت ابو بکرہ کی وفات ۵۱ھ، اور بعض کہتے ہیں کہ ۵۲ھ میں ہوئی۔ آپنے وصیت کی تھی کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو برزہ اسلمی پڑھائیں۔

[2] ان کا نام المضطجع تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام منبعث رکھا۔ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور بہت اچھے مسلمان ہوئے۔

کیں اور وردان بھی تھے جو عبداللہ بن ربیعہ ثقفی کے غلام تھے اور وہ فرات بن زید بن وردان کا دادا تھا۔ اور بجنس النبال تھے جو لیسار بن مالک کے غلام تھے ان کا آقا بعد میں مسلمان ہو گیا تو حضرت نبی کریم نے ان کی ولاء اسے لوٹا دی ــ یہ طائف کے غلام تھے، ..... اور ابراہیم بن جابر، خرشہ ثقفی کے غلام تھے۔ اور لیسار، عثمان بن عبداللہ کے غلام تھے۔ انہوں نے اولاد نہیں چھوڑی، ابوبکرہ نفیع بن مسروح، حارث بن کلاہ کے غلام تھے۔ اور ابوبکرہ کنیت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ قلعہ سے ایک چرکھڑی میں اترے تھے ... اور نافع ابوالسائب .. غیلان بن سلمہ کے غلام تھے، بعد میں غیلان نے بھی اسلام قبول کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ولاء اسے واپس کر دی۔ ... اور مرزوق، عثمان کے غلام تھے، ان کی اولاد کوئی نہیں تھی۔

ان سب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا۔ اور ان میں سے ہر ایک آدمی کو، مسلمانوں کے ایک آدمی سے ملا دیا گیا۔ وہ اس کی ضروریات کو پورا کرتا، اور اس کی ذمہ داری لیتا۔ اور ابوبکرہ کو حضرت عمرو بن سعید بن العاص، اور ازرق کو حضرت خالد بن سعید اور وردان کو حضرت ابان بن سعید، اور بحنس النبال کو، حضرت عثمان بن عفان اور لیسار بن مالک کو حضرت سعد بن عبادہ، اور ابراہیم بن جابر کو حضرت اسید بن الحضیر کے ساتھ ملا دیا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔ پس جب ثقیف نے اسلام قبول کیا۔ تو ان کے اشراف نے اُن کے آزاد کردہ غلاموں کے بارے میں بات چیت کی جن میں حارث بن کلاہ بھی شامل تھا کہ انہیں غلامی میں واپس کر دو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ تمہارے لیے ان تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں۔ اس بات سے اہل طائف کو بڑی تکلیف پہنچی۔ اور وہ اپنے غلاموں پر ناراض ہوئے[1]۔ مگر اب وہ بات کہاں رہی تھی۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صـ ۱۲۷، ۱۲۸، مغازی الواقدی صـ ۹۳۱، ۹۳۲ و البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ صـ ۳۴۷

یہ آزاد، اب اسلام کے فرزند تھے، اور اس کی پناہ میں تھے اور اس نے ان کی نہایت اچھی طرح پرورش کی۔ اور اس نے ان میں سے اُن کے اور ان کے مالکوں کے حقوق برابر کرنے کے بعد ایسے آدمی بنائے جو نیکی کے راستوں کے چراغ اور ہدایت کی مشعل تھے۔ اور انہی میں سے تاریخ اسلام کے مشہور زاہد اور مشہور محدث ابوبکرہ صحابی بھی تھے۔

طائف میں غطفان کے سردار کی بُری کارروائیاں

مورخین بیان کرتے ہیں کہ احمق مطاع (یہ غطفان کے سردار عینیہ بن حصن فزاری کا لقب تھا) بھی جیش نبوی میں شامل تھا، جس نے محاصرۂ طائف کی ذمے داری لی تھی اور عینیہ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ میں بھی شامل ہوا تھا۔ لیکن واقعات نے ثابت کر دیا کہ (جیسا کہ مورخین نے بیان کیا ہے) کہ یہ بدوی سردار (محاصرہ طائف تک) ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر ایمان ابھی ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اور یہ ایسے ہوا کہ جب اُسے یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کا پلّہ بھاری ہے اور یہ کہ عربوں میں سے جو لوگ شرک پر قائم رہیں گے، ان کے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی اُمید نہیں تو اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور صرف اس طمع کی بنا پر مسلمانوں میں شامل ہو گیا کہ یہ قیدیوں اور غنائم سے اپنا حصّہ وصول کرے گا۔

اور ہم نے جو بات بیان کی ہے اس کی تائید اس امر ہوتی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ کی زندگی کے آخری دنوں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت کے آغاز میں عربوں نے ارتداد اختیار کیا تو یہ احمق مطاع عینیہ بن حصن اس تباہ کن فتنے کے لیڈروں میں سے ایک تھا۔ اور اسی عینیہ بن حصن فزاری نے طلحہ بن خویلد کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف بزاخہ کے فیصلہ کن معرکوں میں حصّہ لیا۔۔۔ اور غطفانی سردار کو رسول کریم[۱]

---

۱ عینیہ بن حصن کے حالات ہماری کتاب "غزوۂ خندق" میں دیکھیے۔

نے اپنے جنگی بورڈ کے ارکان میں شامل کیا۔ کیونکہ یہ ایک مطاع سردار تھا، اور نجد میں دس ہزار نیزے اس کے پیچھے تھے۔ فتح مکہ کے روز، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو عینیہ آپ کے دائیں جانب، اور بنو تمیم کا سردار اقرع بن حابس آپ کی بائیں جانب تھا۔ اور اس عیینہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنین کی غنائم سے ایک سو اونٹ عطا کیا تھا۔ اس نے محاصرہ طائف کے دوران اسلام اور اسکی اس فوج کے خلاف جو طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ جاسوس کا کردار ادا کرکے ایک بڑی کارروائی کی اور ثابت کر دیا کہ اس کا ظاہر مسلمانوں کے ساتھ اور اس کا باطن مشرکوں کے ساتھ ہے۔

اور کتب سیر و مغازی میں بیان ہوا ہے کہ جب عیینہ بن حصن نے طائف کے محاصرہ کو بے فائدہ طور پر لمبا کر دیا۔ اور اُس نے (اسلامی فوج میں ایک محارب فوج کی طرح) معلوم کرلیا کہ یہ فوج طائف کے قلعوں کی زبردست مضبوطی کے باعث ان میں داخل نہیں ہو سکتی تو اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقیف کے ساتھ مذاکرات کرنے کی اجازت طلب کی۔ اور بظاہر اس نے یہ تاثر دیا کہ مسلمانوں سے مذاکرات کرے گا۔ اُس نے کہا ''یا رسول اللہ، مجھے اجازت دیجئے کہ میں جاکر ان سے گفتگو کروں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اجازت دے دی۔ پس وہ اُن کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ ''کیا میں امن کے ساتھ تمہارے قریب آجاؤں؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں! اور ابوالمحجن نے اسے پہچان کر کہا، قریب آجا تو وہ قریب ہوگیا۔ پھر اُس نے ثقیف سے ان کے قلعے میں جانے کی اجازت طلب کی۔ تو انہوں نے اسے اجازت دیدی۔

پس جب وہ قلعے میں ان کے ساتھ مل بیٹھا تو بجائے اس کے کہ انہیں دعوت اسلام دے اور اسے اختیار کرنے کا مشورہ دیتا تو اس نے انہیں مسلمانوں کی مقاومت جاری رکھنے پر اُبھارا اور ان کے سامنے مسلمانوں کی حقیقت حال کو واضح کیا کہ وہ ان کا محاصرہ جاری رکھنے کی سکت نہیں رکھتے، نیز اس نے ثقیف کی اس سخت مقاومت

پر خوشی کا اظہار کیا۔ جو اس نے جیشِ اسلامی کے مقابلہ میں ظاہر کی تھی اور جس نے جیشِ اسلامی کی فتح کی جنگ کو مختصر کرنے سے عاجز کر دیا تھا۔

عینیہ نے ثقیف سے کہا۔ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، قسم بخدا میں نے جو کچھ تم سے دیکھا ہے اس نے مجھے خوش کر دیا ہے، اور خدا کی قسم، کاش عرب میں تمہارے سوا کوئی اور بھی ہوتا۔ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تم جیسے آدمیوں سے کبھی جنگ نہیں کی۔ اب وہ اُکتا گئے ہیں اپنے قلعے میں ڈٹے رہو۔ تمہارا قلعہ مضبوط ہے اور تمہارے ہتھیار بہت ہیں اور تمہارا پانی ٹھہرنے والا ہے۔ اور تمہیں اس کے قطع ہونے کا خوف نہیں... پھر وہ باہر چلا گیا۔ پس جب وہ نکلا تو ثقیف نے ابوالحسن سے کہا۔ "ہم نے اس کی آمد کو ناپسند کیا ہے۔ اور ہمیں خدشہ ہے کہ اگر اس نے ہماری یا ہمارے قلعے کی کسی کمزوری کو دیکھ پایا ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آگاہ کر دے گا۔ ابوالحسن نے کہا، میں اسے جانتا ہوں اگرچہ یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے مگر اس سے زیادہ ان پر کوئی سخت گیر نہیں[1]۔

اور جب عینیہ بن حصن مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف آیا تو اس نے انہیں بھڑکانے اور ان کے متعلق دروغ بیانی کرنے کی کوشش کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ انہیں اس وہم میں ڈال دے گا کہ اس نے ثقیف کو اپنی جانوں کے بارے میں امان حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے، اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قلعوں میں داخل ہوئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عینیہ کو رسوا کیا ہے اور واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عینیہ کی اندرونی حالت سے مطلع کر دیا ہے اور اس نے ابھی جھوٹ بولا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عینیہ سے دریافت کیا، تو نے انہیں کیا کہا

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۹۳۲، ۹۳۳ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صلا ۲۰۰ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۴۹

تھا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے انھیں کہا کہ اسلام میں داخل ہو جاؤ اور قسم بخدا جب تک تم قلعوں سے نہ اترو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے صحن میں ڈٹے رہیں گے۔ پس تم اپنی جانوں کے متعلق امان حاصل کرو اور وہ تم سے پہلے بھی قینقاع، قریظہ اور خیبر والوں کے صحن میں اتر چکے ہیں جو زرہوں، سامان اور قلعوں والے تھے۔ پس انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کئے رکھا۔ اور جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا ہے۔ تو نے انھیں فلاں فلاں بات کہی ہے تو وہ شرمندہ ہو گیا۔ اور انکار نہ کر سکا اور کہنے لگا میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے رسول کریم صلی اللہ سے مطالبہ کیا کہ عیینہ کے بارے میں قتل کا حکم نافذ کیا جائے، کیونکہ اس نے عظیم غداری کا ارتکاب کیا ہے، حضرت عمرؓ نے کہا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے، میں اسے آگے لا کر قتل کر دوں۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے مطالبے کا جواب نہ دیا۔ اور فرمایا "لوگ آپس میں باتیں نہ کریں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں"

اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس روز عیینہ کے فعل پر اس سے سخت کلامی کی اور اسے کہا "اے عیینہ تیرا برا ہو تو صرف باطل میں گھوڑے دوڑاتا ہے، تو بنی نضیر، قریظہ اور خیبر کے روز کتنے امور ہم پر چڑھا لایا تھا اور تو اپنی تلوار کے ساتھ ہم سے جنگ کرتا تھا پھر تو مسلمان ہو گیا جیسا کہ تیرا خیال ہے اور تو ہمارے دشمن کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتا ہے۔ اس نے کہا "اے ابوبکرؓ میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں میں دوبارہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔[1] اور اس غطفانی سردار کی بری کارروائیاں عیینہ بن حصن کے اس واقعہ کا اثبات کرتی ہیں کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد کا اعلان کیا اور اسلام سے جنگ کرنے کیلئے سب سے پہلے مرتد اور متمرد حبشی کی اس خواہش کی راہ اور وہ اپنی قوم فزارہ اور بنی اسد کی کمان کر رہا تھا کہ وہ مدینہ پر قبضہ کر لیگا اور اس میں سے اسلامی حکومت کا خاتمہ کر دیگا۔ اور یہ واقعہ اسلامی فوج کی اکثریت کے غیاب کے دوران میں ہوا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۳۳، البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۳۸

کیونکہ وہ لوگ حضرت اسامہ بن زید کلبی کی کمان میں شام سے برسرپیکار تھے لیکن خلیفہ اوّل نے مزینہ کے جانباز قبیلہ کی مدد سے اس حملے کو روک دیا اور عیینہ بن حصن کو ان مرتدین سمیت جنکی وہ کمان کر رہا تھا دھکیل دیا۔ اور جب حضرت خالد بن ولید کی کمان میں مسلمانوں اور طلیحہ بن خویلد اسدی کے درمیان بزاخہ کا خونی معرکہ ہوا تو عیینہ غطفان کی مرتد فوجوں کا سالار عام اور بزاخہ میں تمام مرتد فوجوں کی کمان طلیحہ کا نائب تھا۔

اور جب عیینہ قیدی ہو گیا اور اسے مدینہ لایا گیا تو مدینہ کے بچے اسے اپنے پیچھے گھسیٹنے لگے اور اسے یہ کہہ کر عار دلانے لگے کہ یہ اسلام سے مرتد ہے اور وہ انہیں کہتا، خدا کی قسم اسلام نے میرے دل کو نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ میں اس سے نکل گیا۔ اور مورخین نے عیینہ بن حصن کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اس کے بارے ارتداد کے لیڈروں کی طرح قتل کا حکم جاری ہوا، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اسلام لایا اور توبہ کی اور جب خلیفہ صدیقؓ نے اسے معاف کر دیا تو وہ بہت اچھا مسلمان بن گیا۔

واللہ اعلم بالصواب

حضرت خالد بن ولید کا مبارز طلب کرنا

مورخین نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے محاصرہ طائف کے دوران مسلح سواروں کے سالار حضرت خالد بن ولید نے میدان میں نکل کر ثقیف کے جوانوں کو چیلنج کیا۔ اور ان سے مبارزت طلب کی لیکن وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور ان میں سے کوئی ایک آدمی بھی قلعہ سے باہر نہ نکلا کہ حضرت خالد نے للکارا، کون مقابلہ کرے گا۔ مگر ثقیف کا کوئی آدمی آپ کے مقابلہ میں نہ آیا۔ اور وہ اپنے قلعے کی فصیلوں اور برجوں کے پیچھے چھپے رہے اور آپ نے مبارزت طلب کرتے للکارا۔ مگر کوئی شخص آپ کے مقابلہ میں نہ آیا۔

پھر آخر کار ثقیف کا سردار اور لیڈر عبد یا لیل کھڑا ہوا۔ اور اس نے حضرت خالد کو آواز دی اور بتایا کہ ثقیف کا کوئی آدمی ہرگز آپ کے مقابلے میں نہیں نکلے گا

اور وہ اپنے قلعہ میں محفوظ رہنے کو ہی بہتر خیال کرتے ہیں۔ اس نے کہا۔
ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے مقابلے میں نہیں اُترے گا بلکہ ہم اپنے قلعہ میں قیام کریں گے۔ اور اس میں اتنا کھانا موجود ہے جو سالوں تک ہماری کفالت کرے گا۔ اگر آپ اس کھانے کے ختم ہونے تک ٹھہر سکتے ہیں تو ہم سب اپنی تلواروں کے ساتھ تمہارے مقابلے میں نکلیں گے یہاں تک کہ ہمارا آخری آدمی تک مر جائے گا[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باغات کو تلف کرنے کا حکم دینا اور پھر اس سے رُکنا

مسلمانوں نے طائف کی فصیلوں میں داخل ہونے اور اس کے قلعوں کو فتح کرنے کے لئے بشیار کوششیں کیں اور مختلف وسائل کو اپنایا تاکہ جنگی مشقیں کم ہو جائیں اور بڑے بڑے پتھر اور آگ پھینکنے والے آلات سے ان پر گولہ باری کی اسی طرح ان میں سے فدائیوں کا ایک دستہ ٹینکوں کی حفاظت میں فصیلوں میں سوراخ کرنے اور راستے کھولنے کے لئے بڑھایا تاکہ ان سے اسلامی فوج داخل ہو جائے مگر انھیں کامیابی نہ ہوئی اور طائف کے قلعے، مسلمانوں کے سامنے چٹان کی طرح کھڑے رہے، ان میں سے کوئی آدمی قلعہ سے کہیں باہر نہیں نکلتا تھا۔ بلکہ وہ محاصرہ پورا کرنے والے مسلمانوں پر تیر اندازی کرنے اور آگ پھینکنے کو ہی کافی سمجھتے تھے تاکہ مسلمان جب بھاری اسلحہ کو فصیلوں پر حملہ کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ اُسے جلا دیں جیساکہ انہوں نے ان ٹینکوں پر آگ پھینکی تھی جن سے مسلمان فدائیوں نے قلعے کی فصیلوں پر حملہ کرنے کے لئے کام کیا تھا۔ پس انھوں نے انھیں جلا دیا۔ اور بعض فدائیوں کو بھی زخمی کر دیا۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قلعہ طائف

---

[1] سیرت حلبیہ

کا فتح کرنا دشوار ہوگیا تو آپ نے ان کو پریشان کرنے اور انھیں قلعوں سے نکلنے پر مجبور کرنے کے لیے ان کی مزروعات کے طلب کرنے سے رک گئے۔ اور بعض کا بیان ہے کہ آپ نے ثقیف کی بعض مزروعات کو تلف کر دیا اور پھر اتلاف کو روکنے کا حکم دے دیا۔

اور ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں بیان کیا ہے کہ — جب محاصرہ لمبا ہو گیا اور آپؐ کے متعدد اصحاب قتل ہو گئے تو آپؐ نے ثقیف کے انگوروں کو کاٹنے کا حکم دے دیا تو لوگ انھیں کاٹنے لگے۔[1]

اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کی مزروعات کو کاٹنے کا حکم دے دیا۔ تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے سفیان بن عبداللہ ثقفی کو آواز دی، خدا کی قسم، ہم تیرے عیال کے کھانے کو ضرور قطع کریں گے۔ تو سفیان نے کہا، تب بھی تم پانی اور مٹی کو تو نہیں لے جاؤ گے، پس جب سفیان نے دیکھا تو پکارا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمارے اموال کو کیوں کاٹتے ہیں؟ آپ ہم پر غالب آگئے تو آپ انھیں لے لیں گے اور یا آپ انھیں اللہ یا رشتہ داری[2] کے تعلق کے لیے چھوڑ دیں۔ جیسا بھی آپ خیال کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں انہیں اللہ اور رشتہ داری کی خاطر چھوڑ رہا ہوں۔

اسی طرح جیش اسلامی میں سے دو آدمیوں (ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ

---

[1] سیرت حلبیہ

[2]۔ المواہب اللدنیہ میں بیان ہوا ہے کہ وہ رشتہ داری جو اُن کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ وہ یہ تھی کہ آپ کی والدہ حضرت آمنہ کی ماں برہ بنت عبدالعزیٰ بن قصی تھی۔ اور اس برہ کی ماں ام حبیب بنت اسد تھی۔ اور اس کی ماں برہ بنت عوف تھی اور اس کی ماں، قلابہ بنت الحارث تھی اور قلابہ کی ماں، بنت یربوع، ثقیف میں سے تھی۔

بن شعبہ ثقفی) نے ثقیف کی جانب بڑھ کر کہا امان دو تاکہ ہم گفتگو کریں، پس ان دونوں کو، ثقیف نے امان دی تو وہ دونوں، قلعہ کے قریب ہوئے پھر انھوں نے قریش کی عورتوں کو آوازیں دیں جو قلعے میں تھیں اور وہ قیدی بننے سے ڈرتی تھیں اور ان میں ابوسُفیان بن حرب کی بیٹی بھی تھی جو عروہ بن مسعود کی بیوی تھی اور اس سے اسکے ہاں ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام داؤد بن عروہ تھا۔ اور سوید بن ثعلبہ کی بیٹی الفرامتہ بھی تھی۔ جو قارب بن اسود[1] کی بیوی تھی، جس سے اُس کا بیٹا عبدالرحمٰن بن قارب تھا اور ایک اور عورت بھی تھی، انھوں نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔

پس جب انھوں نے ان دونوں کی بات نہ مانی تو اسود بن مسعود نے ان دونوں سے کہا "اے ابوسفیان اور مغیرہ، کیا ہم تمھیں اس بات سے بہتر بات نہ بتائیں جو تم لائے ہو، بنی الاسود کا مال جہاں ہے تم جانتے ہی ہو۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکے اور طائف کے درمیان العقیق نامی وادی میں اُترے ہوئے تھے۔ اور طائف میں اس سے زیادہ آباد، اور ضرورت پوری کرنے والا مال اور کوئی نہ تھا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قارب بن مسعود بن معتب مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف ثقفی اور یہ ثقیف کے سردار عروہ بن مسعود کا بھائی تھا اور قارب ثقیف کے سرکردہ لوگوں میں سے تھا۔ اور جس روز احلاف نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی تو احلاف کا جھنڈا اس کے پاس تھا، اسد الغابہ میں ہے کہ احلاف ثقیف کا ایک قبیلہ ہے کیونکہ ثقیف کے دو حصے ہیں، ایک بنو مالک اور دوسرے احلاف ہیں۔ یہ قارب ثقیف کے دانشمند لوگوں میں سے تھا۔ اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی۔ اور ثقیف کے وفد بھیجنے سے قبل مسلمان ہوگیا۔ اور ثقیف نے عروہ بن مسعود کو اس وقت قتل کر دیا تھا جب اس نے انھیں دعوتِ اسلام دی تھی، پس قارب اور ابوملیح بن عروہ نے ناراض ہو کر ثقیف کو چھوڑ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا جس سے تم چاہو دوستی کر لو۔ تو ان دونوں نے جواب دیا۔ ہم اللہ اور اس کے رسول سے دوستی کرتے ہیں اور ثقیف کے بُت لات کے توڑنے میں قارب بن اسود بھی شریک تھا۔

اسے قطع کر دیا ہے۔ اور وہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ پس آپ دونوں، ان سے بات کریں کہ وہ اس مال کو اپنے لئے لے لیں اور یا اسے اللہ اور رشتہ داری کی خاطر چھوڑ دیں۔ کیونکہ ہمارے اور ان کے درمیان تعلقات قرابت پائے جاتے ہیں جو کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ پس ان دونوں نے رسول کریم صلی اللہ وسلم سے بات چیت کی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو چھوڑ دیا۔[۱]

طائف سے محاصرہ اٹھانا

طائف کے قلعوں میں داخل ہونے اور انھیں فتح کرنے کیلئے جیش اسلامی نے بہت کوششیں کیں، لیکن وہ قلعے بہت مضبوط اور محفوظ تھے اور ثقفی بھی مقابلہ کی ٹھان بیٹھے تھے۔ اور سختی سے ان کا دفاع کر رہے تھے۔ اور وہ غذائی مواد جمع کر کے جو سالوں تک انھیں کافی تھا، طویل محاصرے کیلئے تیار ہو چکے تھے اور کنوؤں و چشموں کا پانی بھی ان کے پاس وافر تھا۔ اور مسلمان چٹیل میدان میں کھلے پڑے تھے اور ثقفیوں کے تیروں کا نشانہ بن رہے تھے پھر ثقفی اپنے شہروں میں تھے اور اپنے قلعوں میں قلعہ بند تھے، اور ان کے اہل و عیال بھی ان کے پاس تھے اور اسلامی فوج نے طائف کی مضبوط، بلند اور محفوظ فصیلوں میں داخل ہونے کے لئے جو جدید پُر مشقت کوششیں کیں، انہوں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ اور ماہر تیر انداز اور جنگجو چھوٹے اور بڑے تیر پھینک کر اور آگ پھینکنے والے بھاری اسلحہ کو استعمال کر کے ان کی حفاظت کر رہے تھے۔

طائف کی فتح کے لئے مسلمانوں نے مسلسل پندرہ روز کوششیں کیں[۲] اور مؤرخین کا بیان ہے کہ محاصرہ بیس روز سے بھی زیادہ دن تک رہا[۳]۔ اور مسلمانوں نے (طائف کی فتح کی کوشش میں) اپنے بارہ آدمی شہید کروائے[۴] جبکہ اس کے مقابل مشرکین

---

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۲، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۲۸، ۹۲۹ [۲] مغازی الواقدی صفحہ ۹۳۶

[۳] طبری جلد ۳ صفحہ ۸۳۔ [۴] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۲۵۱

ثقیف کے صرف دو آدمی مارے گئے۔ ان دونوں کو مسلمانوں نے محاصرہ کے دوران قتل کیا تھا اور مسلمانوں کے تمام شہداء ثقیف کے تیروں سے مارے گئے۔ جنہیں وہ برجوں اور فصیلوں سے ان پر پھینکتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ جاری رکھنے یا توڑنے کے بارے میں ماہرین سے مشورہ

جب محاصرہ طائف پر پندرہ یا بیس دن گزر گئے، اور اسلامی فوج کے مفاد میں کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج میں موجود اپنے بڑے بڑے مشیروں اور ماہرین کے ساتھ اس معاملے کے متعلق غور و خوض کیا کہ کیا طائف کا محاصرہ جاری رکھنا مفید رہے گا یا اُسے توڑنا مفید رہے گا۔

اور مشوروں کے اختتام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے قائل ہو گئے کہ محاصرے کو جاری رکھنا، جیش اسلامی کے مفاد میں نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے طائف کا محاصرہ توڑنے اور ثقیف کو اپنی حالت پر چھوڑ کر مکہ واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تاآنکہ اللہ تعالیٰ خود انھیں مسلمانوں کے قبضہ میں لے آئے اور وہ اپنے آپ کو الگ تھلگ محسوس کریں۔ اور ان عرب عناصر میں گھرا ہوا پانے کے بعد جو سب کے سب اسلام داخل ہو چکے ہیں، اسلام میں داخل ہو جائیں۔

اور بعض آثار میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثقیف کے بارے میں آپ کو اجازت نہیں دی۔ (یعنی اسلحی قوت سے ان پر حملہ کرنے کی)

اور ایک حدیث میں ہے کہ خولہ بنت حکیم بن امیہ سلمیہ نے (جو حضرت عثمان کی بیوی تھیں) کہا، یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دے ۔۔۔ تو مجھے بادیہ بنت غیلان

بن مسعود بن سلمہ یا فارعہ بنت عقیل کے زیورات عنایت فرمائیں۔ اور یہ ثقیف کی طرح زیور والی عورتیں سمجھتیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا "اے خویلہ مجھے ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی۔"

اور خویلہ نے اس بات کا ذکر حضرت عمر بن الخطاب سے کیا، تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ آپ نے خویلہ سے کیا بات کہی ہے میرا خیال ہے آپ نے وہ بات اسے کہی ہے آپ نے فرمایا وہ بات کہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا "کیا آپ کو ان کے بارے میں اجازت نہیں ملی۔؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

حضرت عمر نے کہا، کیا میں کوچ کا اعلان نہ کردوں۔؟

آپ نے فرمایا "ہاں" اور حضرت عمرؓ نے کوچ کا اعلان کر دیا[1]

اسی طرح اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا، جس نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ آپ ثقیف کے محاصرہ سے جو بات حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ آپ کو حاصل نہ ہوگی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا، میں نے دیکھا کہ مجھے ایک مکھن کا بھرا ہوا پیالہ دیا گیا ہے اور اسے مرغ نے چونچ ماری ہے، اور جو کچھ اس میں تھا اسے گرا دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ جو کچھ ان سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسے حاصل نہیں کر سکیں گے"، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے[2]

اور اصحاب مغازی نے بیان کیا ہے کہ جب مسلمانوں کے لئے طائف کو فتح کرنا دشوار ہو گیا تو اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے محاصرہ کے بارے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صہ ۱۲۷، مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۹۳۵ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صہ ۳۵۰ السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صہ ۲۱۲

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۹۳۶ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صہ ۱۳۷ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صہ ۳۵۰

میں آپ کی کیا رائے ہے، نوفل نے عرض کیا "یا رسول اللہ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر آپ اس کی نگرانی کرتے رہیں گے تو اُسے پکڑ لیں گے، اور اگر آپ نے اُسے چھوڑ دیا تو وہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گی[1]

حضرت عمر بن الخطاب اور ابو المحجن کے درمیان نوک جھونک

مورخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اور ابو المحجن ثقفی کے درمیان (ان دنوں وہ مشرک تھا) مقابلہ بازی ہوگئی۔

ابو المحجن نے طائف کی فصیل پر چڑھ کر مسلمانوں کو آواز دی۔ اے غلامان محمدؐ خدا کی قسم ہمارے سوا تمہارے کسی اچھے لڑنے والے سے پالا نہیں پڑا ہے۔ جب تک تم قیام کروگے بُری حالت میں رہوگے۔ پھر تم جو کچھ چاہتے ہو اس کو حاصل کئے بغیر واپس چلے جاؤ گے ہم قسی ہیں ہمارا باپ قسا[2]۔ اور قسم بخدا، جب تک ہم زندہ ہیں ہم اطاعت نہیں کریں گے۔ اور ہم نے طائف کو مضبوط بنایا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب نے اُسے آواز دی۔ اے ابن حبیب، خدا کی قسم، ہم تمھارے ذرائع معاش کو منقطع کردیں گے۔ یہاں تک کہ تو اپنے بھٹ سے باہر آجائے گا۔ اور تو بھٹ کے اندر ایک لومڑ ہے جو جلدی باہر آسکے گا۔

ابو المحجن نے کہا، "اے ابن خطاب، اگر تم نے انگوروں کی بیلیں کاٹیں تو پانی اور مٹی میں وہ خاصیت موجود ہے جو دوبارہ انھیں پیدا کردے گی۔ حضرت عمر رض نے کہا "تو پانی اور مٹی کی طرف جانے کی سکت نہیں پائے گا۔ ہم تیرے بھٹ کے دروازے

---

[1] نوفل بن معاویہ کے حالات ہماری کتاب "فتح مکہ" میں دیکھئے [2] قسی، ثقیف کا لقب ہے لسان العرب میں ہے کہ وہ بکری کے ایک دودھ پیتے بچے کے پاس سے گذرا، جو بڑا تیز دوڑنے والا تھا تو اس نے اسے مار دیا تو "کہا گیا۔

قسا قلبہ یعنی اس کا دل سخت ہوگیا، پس اس کا نام قسی ہوگیا۔

پر تیرے مرنے تک ڈٹے رہیں گے'' تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا ''اے عمرؓ یہ بات نہ کہو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ نے یہ بات کہی ہے' انہوں نے جواب دیا ''ہاں! تو حضرت عمرؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا' یا رسول اللہ آپ کو طائف فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی! آپ نے فرمایا نہیں [1]

طائف کا محاصرہ توڑنے پر حیشِ نبوی کی برافروختگی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ محاصرہ طائف جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں جو دقیق بات چیت اور مشورے کئے' اس کے بلکہ محاصرۂ طائف کے جاری نہ رکھنے کے بارے میں وحی آنے کے بعد' آپ نے محاصرہ توڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور ثقیف کو اپنے قلعوں میں اس اُمید پہ چھوڑتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خوشی' اور مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دے گا۔ فوج کو مکّہ کی طرف کُوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قدیر ثانی حضرت عمر بن الخطاب کو حکم دیا کہ وہ فوج کو بتا دیں کہ آپ طائف کے محاصرے کو توڑنے کا فیصلہ کیا ہے نیز لوگوں میں کوچ کا اعلان کردیں اور حضرت عمر نے فرمانِ نبوی کے مطابق عمل کیا۔

اور جب حیشِ نبوی کے عوام نے یہ بات سُنی اور ثقیف کو اپنے قلعوں میں چھوڑنے اور کوچ کرنے کے احکام ملنے تو حیش میں برافروختگی کے کچھ آثار پائے گئے۔ اور فوج کی بعض یونٹوں نے صریح معارضہ کیا۔ اور ان یونٹوں سے بعض عناصر نے واضح طور پر غصّے کا اظہار کیا اور کہنے لگے ہم ثقیف کو چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔ حالانکہ یہاں افواج سے مقابلے میں بہت کمزور ہیں جنھیں ہم نے شکست دی اور ذلیل کیا ہے اور فوج کے کچھ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۳۵

عناصر واپسی پر اعتراض کرتے ہوئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے پاس گئے اور ان دونوں کے ساتھ واضح طور پر معارضہ کیا۔ اور ان عناصر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں وزیروں سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ سے ثقیف کے محاصرہ کے بارے میں گفتگو کریں، یہاں تک کہ ثقیف ذلیل ہو کر اطاعت کرلیں۔

اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے معارضہ کے عناصر کو واپس جانے اور محاصرہ توڑنے پر رضامند کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان عناصر نے اصرار کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثقیف سے جنگ جاری رکھیں۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معارضہ سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ آپ نے اس معارضہ کو سنا اور آپ نے (واپسی کے حکم کے بعد) ثقیف پر دوبارہ حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اور جیش اسلامی اور ثقیف کے درمیان از سرنو جنگ چھڑ گئی، اور ثقیف (جیسا کہ معلوم ہی ہے) اپنے قلعوں میں قلعہ بند تھے اور مسلمان کھلے میدان میں تھے۔ پس ثقیف نے فصیلوں سے ان پر تیر اندازی کی۔ اور جیش اسلامی کو بغیر اس کے وہ طائف میں گھسنے کی کوئی پیشقدمی کرے۔ بہت سے زخم آئے۔ اور اس موقع پر معارضہ کرنیوالوں نے تسلیم کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے قلعوں سے محاصرہ توڑنے کا جو حکم دیا تھا، وہی درست تھا۔

واقدی، واپسی کی پاس شدہ تجویز اور فوج میں معارضہ کے ظہور، پھر معارضہ سے رجوع، اور واپسی اور محاصرہ توڑنے کی تجویز کی تعمیل پر گفتگو کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا — کیا آپ کو ثقیف کے بارے میں اجازت نہیں ملی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ کیا — میں لوگوں میں کوچ کا اعلان نہ کردوں؟ آپ نے فرمایا، کردو،

پس حضرت عمر نے کوچ کا اعلان کردیا۔ اور مسلمان باتیں کرنے لگے اور ایک دوسرے

کے پاس جاکر کہنے لگے ہم طائف کو فتح کئے بغیر واپس جائیں گے جب تک اللہ ہمیں فتح نہ دے ہم یہیں ڈٹے رہیں گے اور قسم بخدا ہم نے مکہ اور ہوازن کی جن فوجوں سے جنگ کی ہے۔ یہ اُن سے بہت کمزور اور قلیل ہیں، پس اللہ تعالیٰ نے ان فوجوں کو منتشر کر دیا۔ اور یہ لوگ تو بہت کے لوٹے ہیں اگر ہم نے ان کا محاصرہ کیا تو یہ اپنے قلعہ میں ہی مر جائیں گے۔

پس ان کے درمیان بہت اختلاف ہوا۔ اور بہت باتیں ہوئیں۔ اور انہوں نے حضرت ابوبکر کے پاس جاکر ان سے گفتگو کی، حضرت ابوبکر نے فرمایا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ پر آسمان سے امر الٰہی نازل ہوتا ہے، تو انہوں نے حضرت عمر سے بات کی، مگر انہوں نے ان کی باتوں کو قبول نہ کیا۔ اور فرمایا ہم نے حدیبیہ دیکھا ہے، اور مجھے ایسا شک پیدا ہوا جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور میں نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں کیں، کاش میں ایسا نہ کرتا[1]۔ اور آپ نے جو کچھ کیا اس میں ہمارے لئے اللہ کی طرف سے بھلائی تھی، اور صلح حدیبیہ میں بغیر تلوار کے جو فتح حاصل ہوئی، اس سے بڑھ کر لوگوں کے لئے اور کوئی فتح فائدہ مند نہیں ہوئی۔ اس سے اہل اسلام میں اتنے آدمی داخل ہوئے جتنے آدمی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے روز سے لیکر معاہدہ لکھنے تک داخل ہوئے تھے، پس اپنی رائے کو متہم کرو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے اس میں بھلائی ہے، اور میں کبھی بھی آپ سے اس بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ اور اللہ کا حکم ہی اصل حکم ہے اور وہ جو چاہتا ہے اپنے نبی کی طرف وحی کرتا ہے۔

اور واقدی ایک دوسری جگہ پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے، ثقیف کے ساتھ دوبارہ جنگ کرنے کے بارے میں اپنی فوج کے معارضہ کرنے والے عناصر کی

---

[1] صلح حدیبیہ کے بارے میں حضرت ابن خطاب کے پرجوش معارضہ کی تفاصیل ہماری پانچویں کتاب "صلح حدیبیہ" میں دیکھیے

بات قبول کرنے سے انکار کرنے اور ثقیفوں کے تیروں سے بیشمار زخم کھانے کے بعد معاوضہ کرنے والے عناصر کے محاصرہ توڑنے کے فیصلے کو ماننے کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتا ہے

مجھے کثیر بن زید نے ولید بن رباح سے اس نے حضرت ابوہریرہ سے بتایا وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اُن کے محاصرہ پر پندرہ دن گزر گئے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہ الدیلی سے مشورہ لیا۔ اور فرمایا

"اے نوفل! تمہاری کیا رائے ہے۔ نوفل نے کہا "یا رسول اللہ" لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر آپ نگرانی کرتے رہے تو اُسے پکڑ لیں گے اور اگر آپ نے اُسے چھوڑ دیا تو وہ آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کے فتح کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو لوگوں میں کوچ کے اعلان کرنے کا حکم دیا تو لوگ شور وغل کرنے لگے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "صبح کو جنگ پر چلو" پس وہ صبح کو جنگ پہ گئے تو مسلمانوں کو بہت زخم آئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ نے چاہا تو ہم واپس جانے والے ہیں تو لوگ اس بات سے خوش ہوگئے اور فرماں برداری اختیار کرلی۔ اور کوچ کرنے لگے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔[1]

عیینہ بن حصن کا ثقیف پر فخر کرنا اور حضرت عمرو بن العاص کا اُسے ڈانٹنا

اور جب مسلمان طائف کا محاصرہ توڑنے اور کوچ کرنے لگے تو سعد بن عبید بن اسید بن عمرو بن حلاج ثقفی نے آواز دے کر کہا "آگاہ رہو قبیلہ ثقیف ڈٹا ہوا ہے تو عیینہ بن حصن نے (ثقیف کی مقاومت پر تعجب کرتے ہوئے) کہا، بیشک خدا کی قسم وہ بزرگ اور کریم لوگ ہیں۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۳۷

تو حضرت عمرو بن العاص نے اسے کہا۔ اللہ تیرا ستیاناس کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچنے والی مشرک قوم کی تعریف کرتا ہے اور تو اس کی مدد کرنے آیا ہے عیینہ نے کہا، خدا کی قسم میں آپ لوگوں کے ساتھ، ثقیف سے لڑنے نہیں آیا۔ بلکہ میں نے چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو فتح کریں اور میں ثقیف کی ایک لڑکی حاصل کروں اور اس سے وطی کروں شاید وہ میرے لئے کسی جوان کو جنم دے، کیونکہ ثقیف برکت والی قوم ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عقلمند اور سمجھدار قوم ہے،

حضرت عمرو نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام کو عیینہ کی بات کی اطلاع دی تو آپ مسکرا دیئے اور عیینہ بن حصن کی اس ناپسندیدہ بات کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی۔ بلکہ عیینہ جو کچھ کہا تھا، اس کے جواب میں صرف اتنا فرمایا کہ یہ احمق مطاع ہے[1]

اسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف سے کچھ حاصل کئے بغیر محاصرہ توڑ دیا اور وہ اپنے شرک پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کے اردگرد پڑوسی علاقوں میں رہنے والے تمام قبائل مسلمان ہو گئے۔ پس انہوں نے اپنے آپ کو محاصرہ سے ملتی جلتی حالت میں پایا۔ وہ زندگی بسر کر رہے تھے، مگر ان کے اردگرد ماحول دشمنانہ تھا۔ جو ہر جانب سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھا، پس وہ اسلام میں داخل ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک وفد نے مدینہ جا کر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔

ثقیف کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرہ توڑا، اور اسے چھوڑنے لگے تو آپ کے بعض اصحاب نے خواہش کی کہ آپ ثقیف کیلئے بددعا کریں۔ مگر آپ نے اس کے برعکس ان کی ہدایت کیلئے اللہ سے دعا کی۔

---

[1] مغازی الواقدی ص۹۳۲، سیرۃ ابن ہشام جلد۴ ص۱۲۷

ترمذی نے عبداللہ بن عثمان بن خیثم کی حدیث سے جو ابوالزبیر اور جابر سے مروی ہے بیان کیا ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہؓ نے کہا، یارسول اللہ، ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا ہے ان کے خلاف اللہ سے بددعا کیجئے، تو آپ نے فرمایا اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے[۵] اور بعض کے نزدیک آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں لا[۶] اور اللہ انھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول کرتے ہوئے مدینہ میں مسلمان اور اطاعت گذار بنا۔

اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ چھوڑنے اور فوج کے ساتھ کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا، کہو لاالٰہ الااللہ وحدہ، صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ،

اور جب انہوں نے کوچ کیا۔ اور چلے تو فرمایا آ ہون ان شاء اللہ، عابدون، لربنا حامدون[۷]

اور ابن کثیر کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ نے کوچ کرتے وقت ثقیف کے بارے میں فرمایا

"اے اللہ انھیں ہدایت دے اور ہمیں ان کے خرچ میں کفایت کر[۸]"

محاصرۂ طائف کے شہداء طائف کے محاصرے کے دوران، مشرکوں کے صرف دو آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کے بارہ جوانوں نے شہادت پائی جو سب کے سب ثقیف کے تیروں سے قتل ہوئے، ان میں نو مہاجرین ورتین انصار شامل تھے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سعید بن سعید بن امیہ ——————— اموی

---

[۵] البدایہ والنھایہ جلد۴ صفحہ ۳۵۳ [۶] مغازی الواقدی جلد۳ صفحہ ۹۳۷ [۷] مغازی الواقدی جلد۳ صفحہ ۹۳۷ [۸] البدایہ والنھایہ

۲۔ حضرت حبیب بن عبد مناف الکنانی — حلیف ہونے کے لحاظ سے اموی

۳۔ حضرت یزید بن زمعہ بن الاسعود — اسدی

۴۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — انہیں تیر لگا تھا، اسکے زخم سے مدینہ میں فوت ہوئے — تیمی

۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن المغیرہ — مخزومی

۶۔ حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ العنزی — حلیف ہونیکے لحاظ سے عدوی

۷۔ حضرت السائب بن الحارث بن قیس — سہمی

۸۔ حضرت عبداللہ بن الحارث — سہمی

۹۔ حضرت جلیحہ بن عبداللہ — سعدی لیثی

۱۰۔ حضرت ثابت بن الجذع — انصاری

۱۱۔ حضرت حارث بن سہل — انصاری

۱۲۔ حضرت المنذر بن عبداللہ — انصاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ واپسی کیلئے کونسا راستہ اختیار کیا؟

طائف کا محاصرہ توڑنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ واپس آگئے جہاں حُنین کے وہ قیدی اور غنائم تھیں جو مسلمانوں کو حنین کے روز ہاتھ لگی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپسی پر وہی راستہ اختیار کیا جس راستے آپ طائف گئے تھے پس آپ دحنا[1]، قرآن المنازل[2] اور پھر نخلہ کے راستے چلے جسے آجکل وادی الیمانیہ کہتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اور راستے میں آپ نے ایسی کارروائیاں

---

[1] طائف کا ایک موضع ہے [2] قرآن المنازل کی ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس سے نجد کے حاجی احرام باندھتے ہیں۔

ہوں، جو برتاؤ، عدل و انصاف اور تواضع کے شرف کے بارے میں شاندار عملی اسباق پر مشتمل تھیں، ہر مسلمان قائد اور لیڈر کو جو کسی پارٹی یا قوم کا ذمہ دار ہے چاہیئے کہ وہ انہیں اپنا نصب العین بنائے تاکہ وہ اس کے لئے چراغ راہ ہوں اور وہ محکومانہ معاملات میں اس سے نور حاصل کرے۔ تاکہ وہ ان کے ہاں اعتماد، احترام، محبت اور قدر دانی کا مستحق ہو۔

ہم قبل ازیں معلوم کر چکے ہیں کہ کس طرح فوج کی اکثر یونٹوں نے کبیدگی کا اظہار کیا۔ اور وہ طائف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاصرہ توڑنے سے راضی نہ تھیں، بلکہ انھوں نے جنگ جاری رکھنے کا مطالبہ کیا۔ اور اس کے برعکس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فوج کے سالار اعلیٰ تھے اپنے منادی کو ثقیف سے کوچ کرنے کا اعلان کرنے کا حکم دے دیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً میدان سے واپسی پر اصرار نہیں کیا، بلکہ آپ نے فوج کے برافروختہ اور واپسی سے ناراض عناصر کو، راضی کرنے کے لئے ان پر اپنے ارادے کو ٹھونسا نہیں، اور نہ ہی گفتگو کے بغیر واپسی کا حکم دیا ہے۔ اور جب حملہ ناکام ہو گیا اور ثقیف کے تیروں سے فوج کو بہت زخم آئے تو برافروختہ عناصر نے تسلیم کر لیا کہ محاصرہ جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے ساتھ واپس آگئے۔ اور فوج کے تمام عناصر نے بھی واپسی کی خوبی کو تسلیم کر لیا، اور یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عسکری سبق ہے جس میں غور و فکر کرنے میں ان لوگوں کا بہت فائدہ ہے جو کسی سطح پر قیادت کے مراکز میں کام کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ

حضرت ابورہم غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ (طائف سے واپسی پر) اپنی اونٹنی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تھے اور ان کے پاؤں میں دو موٹے جوتے تھے اچانک ان کی اونٹنی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور ان کے جوتے کا کنارا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی پر لگا۔ اور اس نے آپ کو تکلیف دی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تو نے مجھے تکلیف دی ہے اپنا پاؤں پیچھے کرا اور آپ نے اسکے پاؤں پر کوڑا مارا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے اپنے معاملے کے بس و پیش نے آلیا اور مجھے خوف ہوا کہ میں نے جو گناہِ عظیم کیا ہے اس بارے میں قرآن میں میرے متعلق حکم نازل ہوگا پس جب ہم نے الجعرانہ میں سکونت کی تو میں اونٹ چرانے گیا۔ اس دن خوف کے باعث میرا برا حال تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئیگی اور آپ مجھے طلب فرمائیں گے۔ اور جب میں شام میں سواریوں کو واپس لایا تو میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا ہے پس میں آپ کے پاس آیا۔ اور میں منتظر تھا آپ نے فرمایا، "تو نے اپنے پاؤں سے مجھے تکلیف دی ہے اور میں نے تجھے کوڑا مارا ہے میری ضرب کے عوض یہ بکریاں لے" ابو رہم بیان کرتا ہے کہ آپ کا مجھ سے راضی ہونا مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

اور ابو عبداللہ ابی حدرد اسلمی بیان کرتے ہیں کہ میں طائف سے واپسی پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے اور میری ناقہ، آپکی ناقہ سے ٹکرانے لگی اور میری ناقہ بڑی طاقت ور اور تیز تھی، میں اسے ایک طرف رکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ میری نہ مانتی تھی پس وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ سے ٹکرا گئی اور آپکے پاؤں کو چوٹ آگئی آپنے فرمایا، تو نے مجھے تکلیف دی ہے۔ اور آپنے رکاب سے اپنا پاؤں نکالا گویا وہ درخت خرما کا گوند ہے آپ نے میرے پاؤں کو کھونٹی سے ہٹایا اور آپ کچھ دیر خاموش ٹھہرے رہے اور تم سمجھا میں اس وقت اترا جب مجھے یقین ہو گیا کہ میرے بارے میں عذاب کا حکم نازل ہوگا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ جب ہم اترے تو میں نے اپنے دوستوں سے کہا۔ میں تمہاری سواریوں کو چرایا کرتا تھا، لیکن آج میرے چرانے کا دن نہیں ہے اور جب میں شام

کو ان کے پاس سواریاں لایا۔ تو میں نے کہا۔
"کوئی میری تلاش میں آیا تھا؟"
انہوں نے جواب دیا۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری تلاش میں آئے تھے۔"
میں نے اپنے دل میں کہا، خدا کی قسم یہ بڑی بات ہے، میں نے کہا۔
"کون آیا تھا۔؟"
انہوں نے جواب دیا "ایک انصاری آیا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ یہ بات مجھے ناپسند تھی اس لئے کہ انصار ہم پر سختی کرتے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ پھر اس کے بعد ایک قریش کا ایک آدمی میری تلاش میں آیا تو میں خوف زدہ ہو کر گیا۔
یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چلا گیا۔ اور آپ میرے سامنے مسکرانے لگے۔ پھر فرمانے لگے۔ "شام کو تجھے میں نے اپنی کمرچی سے تکلیف پہنچائی تھی۔
پھر فرمانے لگے۔ "یہ بکریوں کا ریوڑ۔ پس میں نے وہ ریوڑ لے لیا۔
اور وہ اسّی والی سو بکریاں تھیں۔
اسی طرح ابوزرعہ الجہنی[1] بیان کرتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرن المنازل سے اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہونا چاہا تو میں آپ کے لئے سہولت

---

[1] اسد الغابہ میں ہے کہ یہ ابوزرعہ القشیری الرمالی تھے۔ اسے ابن طوغان نے وحدان الصحابہ میں بیان کیا ہے اور یحییٰ بن الاصبح بن مہران نے جو ختم قبیلے سے تھا بیان کرتا ہے کہ مجھے حمام بن عبدالرحمٰن نے ابوزرعہ الخزاعی سے بتایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے سفید کپڑے کا ایک گز لمبا چوڑا جھنڈا بنایا۔ اسے ابوموسیٰ نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہ ابوزرعہ فتح کے روز جہینہ کا ایک جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ (دیکھئے ہماری کتاب فتح مکہ ص۱۶۱)

کرنے کے لئے اس کے آگے کھڑا ہوگیا۔ اور مہار میرے ہاتھ میں لپٹی ہوئی تھی ... پس آپ سجائے پر سوار ہوگئے اور میں نے آپ کو مہار پکڑا دی۔ اور میں آپ کے پیچھے پھر گیا۔ اور آپ ناقہ کے پچھلے حصے پر اپنا کوڑا مارنے لگے۔ اور وہ سب کوڑے مجھے لگنے لگے۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا "آپ کو کوڑا لگتا ہے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہاں! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" راوی بیان کرتا ہے جب آپ الجعرانہ میں اُترے تو آپ نے غنائم کے ایک طرف بکریوں کا ایک ریوڑ دیکھا اور آپ نے غنائم کے مالک سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے آپ کو کچھ بتایا جو مجھے یاد نہیں رہا پھر آپ نے آواز دی "ابو زرعہ کہاں ہے" میں یہاں ہوں" فرمایا "کل جو آپ کو کوڑے سے تکلیف پہنچی تھی، اس کے عوض یہ بکریاں لے لے۔ راوی بیان کرتا ہے میں نے انہیں شمار کیا تو وہ ایک سو بیس بکریاں تھیں، پس میں نے ان سے مال کمایا

سُراقہ بن جعشم کا اثر انگیز واقعہ

سراقہ بن جعشم مدلجی ایک ممتاز شہسوار تھا۔ اور جب قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ یا زندہ حالت میں لائے گا۔ اسے سو اونٹ انعام دیا جائے گا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ ان کے قبضے سے نکل کر مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور اس ظالمانہ اعلان پر سراقہ (مدینہ کی طرف جاتے ہوتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو معلوم کرنے کے بعد) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے کے ارادے سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ہتھیار لئے۔ مگر ناکام ہوا۔ اور اس نے جو ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر قدرت نہ دی تو اس نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو قریش کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اُسے امان لکھ دیں تاکہ وہ اسے ضرورت کے موقع پر دکھا سکے۔ آپ نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا تو آپ نے اُسے اونٹ کے شانے پر

پروانۂ امان لکھ دیا، پس سراقہ نے امان کی اس دستاویز کو جو اونٹ کے شانے پر تحریر تھی، سنبھال کر رکھا۔ سال گذرتے گئے، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند ہوگئی۔ یہاں تک کہ معرکۂ حنین میں جو سب سے بڑا حربی معرکہ تھا، آپ کی فتوحات نے آپ کو جانثن پر غلبے کا تاج پہنا دیا۔

اور سراقہ کے امان کی دستاویز کے اظہار کا زمانہ بھی آگیا۔ تاکہ فوج کی گزند سے محفوظ رہے۔ پس سراقہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دستاویز کو اس وقت نکالا، جب آپ طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ نے اس کے مطابق اس سے سلوک کیا۔ اب سراقہ بن مالک صحابی اس دلچسپ داستان کو خود ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سراقہ بیان کرتے ہیں۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے الجعرانہ کی طرف آرہے تھے، تو میں آپ سے ملا اور میں نے آپ کو اچھی طرح سمجھ لیا اور لوگ آپکے آگے فوج کی ٹکڑیوں کی صورت میں ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے، پس میں انصار کے سوار کی ایک ٹولی میں شامل ہو گیا۔ اور وہ مجھے نیزے مار کر کہنے لگے "پرے ہٹ جا تو کون ہے۔؟" اور انہوں نے مجھے نہ پہچانا، اور میں جب قریب ہو گیا اور میں نے معلوم کر لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری آواز سن رہے ہیں تو میں نے حضرت ابو بکر کی تحریر کردہ دستاویز پکڑی اور اپنی دو انگلیوں کے درمیان رکھ لی۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ بلند کر کے آواز دی۔ میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں۔ اور یہ میری دستاویز ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آج وفا کا دن ہے اسے قریب کرو" پس مجھے آپکے قریب کر دیا گیا اور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی کو دیکھ رہا تھا جو درخت خرما کے گودے کی طرح تھی، پس جب میں آپکے پاس آیا تو میں نے سلام کیا اور صدقہ آپکے پاس لے گیا اور میں نے آپ سے صرف یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ، اگر گمشدہ اونٹ

میرے جھنوں پر آئیں جنھیں میں نے اپنے اونٹوں کیلئے بھرا ہے، اگر میں انہیں پانی پلا دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں ہر گرم جگر والے جانور کے بارے میں اجر ملے گا۔"

فقہی مسئلہ محاصرۂ طائف سے واپسی کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلم کا ایک آدمی ملا جس کے پاس بکریاں بھی تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر سوار تھے، اس نے کہا "یارسول اللہ، یہ ہدیہ ہے جسے میں نے آپکی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ نے فرمایا "تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا "میں اسلم کا ایک آدمی ہوں" آپ نے فرمایا "میں مشرک کے ہدیہ کو قبول نہیں کرتا۔ اس نے عرض کیا "یارسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، میں بریدہ بن الحصیب کے پاس بھی جنہوں نے اپنے مال کا صدقہ دے کر گیا تھا" راوی بیان کرتا ہے کہ بریدہ آئے اور انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ اس آدمی نے درست کہا ہے" یہ میری قوم کا سردار ہے۔ جو صفاح میں رہتا ہے۔ آپنے فرمایا تو نخلہ سے کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ "آج کل وہ صفاح سے زیادہ سرسبز ہے۔ پھر کہنے لگا" جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ ہم سوار ہیں پس ہم الجعرانہ گئے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے بالمقابل دوڑتا ہوا نکلا اور وہ کہہ رہا تھا "یارسول اللہ میں اپنے ساتھ بکریوں کو الجعرانہ لے جاؤں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" بلکہ ہمیں الجعرانہ میں ملنا ہم تجھے اور بکریاں دیں گے انشاء اللہ

پھر اسلمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کے بارے میں کوئی بات دریافت کی، جو اسے پریشان کئے ہوئے تھی اس نے کہا۔

"یارسول اللہ مجھے اونٹوں کے بارے میں نماز کا وقت آجاتا ہے کیا میں اس میں

نماز پڑھ لیا کروں؟

فرمایا "ہاں"۔

اس نے کہا "یا رسول اللہ، بسا اوقات پانی ہم سے دُور ہوتا ہے اور آدمی کے پاس اس کی بیوی بھی ہوتی ہے۔ کیا وہ بھی اس سے قُربت کر سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور وہ تیمّم کر لیا کرے"، اس نے کہا یا رسول اللہ، ہم میں حائضہ بھی ہوتی ہیں فرمایا وہ بھی تیمّم کریں۔

راوی بیان کرتا ہے پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ پہنچ گئے۔ اور آپ نے اُسے سو بکریاں عطا کیں[1]۔

کیا ثقیف نے جیش رسولؐ کی واپسی کے بعد اس کی ٹولیوں کی اطاعت کی

طائف کا محاصرہ ختم ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اس کے کہ آپ کی فوج طائف کو فتح کرے وہاں سے واپس آ گئے۔ مورخین اور اہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے —

مگر اس کے علاوہ کچھ روایات بیان کی جاتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد اسلامی فوج کی کچھ ٹولیوں نے از سر نو طائف کا محاصرہ کر لیا۔ اور ان ٹولیوں نے جو (جیش نبویؐ کی واپسی کے بعد ارادی شکل میں آئی تھیں) ثقیف کا محاصرہ تنگ کر دیا۔ یہاں تک کہ ثقیف نے ان ٹولیوں کی اطاعت اختیار کر لی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیا اور کارروائی صخرؓ ابو العیلہ احمسی[2] کی کمان میں ہوئی جو اپنی قوم احمس[3] کے ساتھ طائف کے ساتھ آیا تھا، اور یہ لوگ گھڑ سوار تھے۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۲ [2] صخر بن العیلہ بن عبداللہ بن ربیعہ بن عمرو بن علی بن اسلم بن احمس البجلی الکوفی شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے اور عثمان بن ابی حازم نے اس سے اپنے باپ دادے صخر بن العیلہ سے روایت کی ہے۔

[3] معجم قبائل عرب میں ہے کہ احمس، انمار بن اراش کا ایک بطن ہے جو قحطانیوں میں سے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو صخر بن العیلہ کی قوم میں اور اسی طرح احمس، ضبیعہ بن ربیعہ بن نزار کا ایک بطن ہے جو عدنانیوں میں سے ہیں۔

ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ ہم سے حضرت عمر بن الخطاب، ابو حفص، الفریابی، ابان عمر، یعنی ابن عبداللہ بن ابی حازم نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادے صخر۔ یعنی ابو العیلہ احمسی سے بیان کیا ہے کہ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے گھڑ سواروں کے ساتھ گیا، اور اسے معلوم ہوا کہ آپ فتح کئے بغیر واپس چلے گئے ہیں۔

پس صخر نے عہد کیا کہ وہ طائف کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا۔ جب تک وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہ مان لیں اور اس نے انہیں اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان نہیں لیا اور صخر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا۔

اما بعد، یا رسول اللہ، ثقیف نے آپ کا حکم مان لیا ہے، اور میں اپنے سواروں کے ساتھ انہیں لا رہا ہوں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے جمع ہونے کیلئے منادی کرنے کا حکم دے دیا۔ اور احمس کیلئے دس دعائیں کیں (اے اللہ احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت دے)

جب وہ لوگ آگئے تو مغیرہ بن شعبہ ثقفی نے گفتگو کی۔ اور کہا یا رسول اللہ صخر نے میری پھوپھی کو پکڑ لیا ہے، حالانکہ وہ اس دین میں داخل ہو چکی ہے جس میں مسلمان داخل ہو چکے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا، جب لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے اخوان اور اموال محفوظ کر لیتے ہیں، مغیرہ کو اس کی پھوپھی واپس کر دو۔ تو اس نے اسے اس کی پھوپھی واپس کر دی، اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی سلیم کے پانی کے متعلق پوچھا جو اسلام سے بھاگ کر اس پانی کو چھوڑ گئے تھے اس نے کہا، یا رسول اللہ مجھے اور میری قوم کو اس پانی پر آباد کیجئے۔"

آپ نے فرمایا " بہت اچھا" پس آپ نے اسے آباد کیا۔ اور سلمی مسلمان

ہو گئے تو انہوں نے صخر کے پاس آکر کہا کہ وہ اُن کا پانی انہیں دیدے تو اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ہم صخر کے پاس آئے ہیں کہ وہ ہمارا پانی ہمیں دیدے مگر وہ ہماری بات نہیں مانتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے صخر، جب لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے خون اور اموال محفوظ کر لیتے ہیں۔ ان کا پانی انھیں دیدیجئے، اس نے کہا اے اللہ کے نبیؐ بہت اچھا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس لڑکی کے پانی لینے کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ حیا سے سرخ ہو رہا تھا، ابو داؤد اس حدیث کی روایت میں متفرد ہے ۱؎

امام ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں ثقیف اور صخر ابو العیلہ کے واقعہ پر تعاقب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حکمت الٰہی اس بات کی متقاضی تھی کہ فتح کو اس سال مؤخر کر دیا جائے تاکہ وہ قتل سے نیست ونابود نہ ہو جائیں، اس لئے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب آپؐ طائف کی طرف گئے تو آپ نے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی نیز یہ دعوت بھی دی کہ وہ آپ کو پناہ دیں۔ تاکہ آپ اپنے رب کے پیغام کو پہنچا سکیں اور یہ واقعہ آپ کے چچا ابو طالب کی وفات کے بعد کا ہے۔

پس انہوں نے آپ کی بات کو رد کیا۔ اور آپ کی تکذیب کی۔ اور آپ غمگین ہو کر واپس آگئے۔ اور قرن ثعالب (قرن منازل) کے پاس آپ کو ہوش آیا، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدلی میں جبریل ہے اور پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دے کر کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رب کہتا ہے اور اس نے آپ کی قوم کی اس بات کو اور جو انہوں نے آپ کو جواب دیا ہے، اُسے سُن لیا ہے، اگر آپ پسند کریں تو میں دونوں پہاڑوں کو ان پر اُلٹ دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ انھیں مہلت دو شاید

۱؎ البدایہ والنہایۃ جلد ۴ ۔ ص ۳۵۱ ، ۳۵۲

انشاء اللہ ان کی اصلاب سے ایسے لوگ پیدا کرے جو خدائے واحد کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔

پس آپ کے قول ۔ بلکہ انہیں مہلت دو ۔ کہ مناسب حال یہ ہے کہ ان کا قلعہ فتح نہ ہو تاکہ وہ سب قتل نہ ہو جائیں۔ نیز فتح کو مؤخر کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے بعد آئندہ سال (۹ھ) رمضان میں مسلمان ہو کر آئیں اور یہ وہ سال ہے جس میں ثقیف کے سادات مدینہ آئے اور انہوں نے اپنے اور ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنی صحیح میں امام ابوداؤد نے جو اسلوب کلام اختیار کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صخر ابو العیلہ اور اس کی قوم، جو بجیلہ سے تعلق رکھتی تھی، کے ان کے صحن میں اترنے کے بعد آئے تھے اور اس نے ان کا محاصرہ اس وقت چھوڑا جب انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان لیا تھا، پس وہ انہیں مدینہ لایا اور وہ مسلمان ہو گئے، اور انہوں نے اپنے خون اور اموال محفوظ کر لئے اور وہ اسلام کی فوج بن گئے۔ واللہ اعلم

غنائم اور قیدی الجعرانہ میں

مسلمانوں نے، جنگِ حُنین میں فتح پانے کے بعد عظیم غنائم حاصل کیں جن میں صرف مواشیوں میں سے (جو اس دور میں عربوں کی گراں ترین مملوکہ چیز تھی) ۲۵ ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور بہت سی چاندی تھی، اسی طرح چھ ہزار عورتیں اور بچے بھی قید ہو کر اسلامی فوج کے قبضہ میں آئے۔

اور یہ قیدی، اسلامی فوج کے غلام بن گئے ۔ جیسا کہ اسلام کا جنگی قانون ہے جس پر اس دین نے، مقابلہ کی حربی کارروائی کے طور پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں پایا کیونکہ جنگی غلام ایک عالمی مسئلہ ہے جس سے تمام محارب آج تک معاملہ کرتے آرہے ہیں[1]۔ یہ سب قیدی، ہوازنی تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی ماموں

[1] غلامی کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب غزوہ بنی قریظہ میں دیکھئے۔

ہیں۔ آپ نے ان سب کو رہا کر دیا جیسا کہ ذیل میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد طائف کے شکست خوردہ ہوازن کے اہم بازو یعنی ثقیف کے تعاقب کا فیصلہ کیا۔ آپ نے ثقیفوں کے تعاقب سے واپس آنے تک الجعرانہ میں غنائم اور قیدیوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنائم کی حفاظت کا حکم بدیل بن ورقا کو دیا۔ (جو خزاعہ کے ان لیڈروں میں سے ایک تھا۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روایتی تھے) اور باڑوں میں بند عورتوں اور بچوں کا حکم بسر بن سفیان خزاعی کو دیا۔

الجعرانہ میں قیدیوں کی رہائش گاہوں کی تعمیر

ہوازن کی شکست کے بعد قیدی اسلامی فوج کی گردن میں ایک امانت تھے اور اسلامی تعلیمات رحمت وشفقت کی تعلیمات ہیں خصوصاً اسیر ومسکین کے واسطے (ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیراً[1])

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کی جائیں جن میں وہ الجعرانہ میں دھوپ سے سایہ حاصل کرسکیں۔ یہاں تک کہ آپ طائف سے واپس آکر ان کے بارے میں قطعی فیصلہ کرینگے۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کے مالی اور اسباب زندگی کے معاملات کے نگران بسر بن سفیان کو حکم دیا کہ وہ تمام قیدیوں کو کپڑے خرید کر پہنائیں، پس سفیان نے کپڑے خرید کر ان سب کو پہنا دیئے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ حنین سے ہوازن کے چھ ہزار آدمی قید ہوتے تھے۔ اور چوبیس ہزار اونٹ تھے اور بکریوں کی تعداد معلوم نہیں کردہ کتنی تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ وہ چالیس ہزار تھیں۔

---

[1] غلامی کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب "غزوہ بنی قریظہ" میں دیکھیے۔

پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے بسر بن سفیان خزاعی کو حکم دیا کہ وہ جاکر قیدیوں کے کپڑے خریدے اور انھیں ہجر[2] کی چادریں زیب تن کرائے اور ان میں سے کوئی آدمی بے لباس نہ رہے، پس بسر نے لباس خریدے اور سب قیدیوں کو پہنا دیئے[3]

اعراب کا قیدیوں اور غنائم کی تقسیم کے متعلق اصرار

ہوازن کے قیدی عورتیں اور بچے تقریباً چھ ہزار تھے اور ہوازن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے اور حضرت حلیمہ سعدیہ ہوازنیہ آپ کی رضاعی ماں تھیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امید پر کہ ہوازن رحم طلب کرتے ہوئے اور اپنے بچوں کی رہائی کا مطالبہ کرتے ہوئے آئیں گے اور آپ انہیں فوج کے درمیان تقسیم کرنے سے قبل ہی آزاد کر دیں گے۔ غنائم اور قیدیوں کی تقسیم کو تقریباً ایک ماہ تک مؤخر کر دیا[4] لیکن ایک ماہ تک ہوازن میں سے کسی آدمی نے (جبکہ قیدی محفوظ تھے) کوئی مطالبہ پیش نہیں کیا۔ حالانکہ رحم کی اپیل پیش کرنے کے لئے یہ مدت کافی تھی۔

اور قیدی اور غنائم (اسلام کے جنگی قانون کے مطابق) فوج کی ملکیت تھے (خمس کے بعد جس کے متعلق قرآن نے واضح کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کے تحت ہوگا تاکہ آپ اسے مفاد عامہ کے مطابق خرچ کر سکیں) پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معرکہ کی غنائم کو جن میں قیدی بھی شامل تھے، تقسیم کرنے پر مجبور ہو گئے اور غنائم اور قیدیوں کی تقسیم کے بعد ہوازن کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کی آزادی

---

[1] الانسان آیت ۸ [2] ہجر بحرین کا ایک شہر ہے جس سے چادریں درآمد کی جاتی ہیں
[3] مغازی الواقدی [4] دیکھیے مغازی الواقدی جلد صفحہ ۹۵ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۴
ابن کامل جلد ۲ صفحہ ۲۶۲، سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۸۹-۹۰
سیرۃ ابن ہشام جلد ۴۔ صفحہ ۱۳۴-۱۳۵

کا مطالبہ کرتے ہوئے آیا۔ لیکن معرکۂ حنین میں شرکت کرنے والی مسلح افواج کے افراد میں تقسیم کرنے کے بعد آیا۔ پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا۔ اور قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حالانکہ وہ سب جنگی قیدی تھے جیسا کہ عنقریب تفصیل بیان ہوگی۔ اور جن بیشمار اعراب نے معرکۂ حُنین میں شرکت کی تھی انہوں نے طائف سے آپکی واپسی کے بعد اصرار کیا کہ آپ غنائم اور سامان کے تقسیم کرنے میں جلدی کریں۔ حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو تنگ کر دیا اور آپکے اردگرد ایک دائرہ سا بنا لیا یہاں تک کہ بھیڑ کی کثرت سے آپکے کندھے سے چادر گر گئی۔

اصحاب مغازی و سیر بیان کرتے ہیں کہ اعراب راستے ہی میں بار بار آپ سے پوچھنے لگے اور کہنے لگے "ہماری غنیمت ہم میں تقسیم کر دیجئے" یہاں تک کہ وہ آپ کو مجبور کر کے ایک ببول کے درخت کے پاس لے گئے جس سے آپ کی چادر الجھ گئی تو آپ نے فرمایا "مجھے میری چادر واپس دے دو اے لوگو! مجھے میری چادر دو! اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر اس درخت کے کانٹوں کی تعداد کے برابر بھی تمہارے لئے اُونٹ ہوتے تو بھی میں انہیں تم میں تقسیم کر دیتا۔ اور پھر تم مجھے بخیل، بزدل اور کذاب نہ پاتے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے پہلو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ اُون پکڑی اور اسے اپنی دونوں انگلیوں کے درمیان رکھا، اور پھر اُسے بلند کر کے کہا۔

"اے لوگو! مجھے خدا کی قسم ہے، مجھے نہ تمھاری غنیمت سے کوئی تعلق ہے، اور نہ اس اون سے" اور بعض کے نزدیک آپ نے یہ فرمایا کہ (خدا کی قسم اللہ نے جو غنیمت تمھارے لئے حلال کی ہے نہ وہ اِس اُون جتنی چیز میرے لئے جائز ہے، ہاں، میں خمس کا حقدار ہوں ——— اور خمس بھی تمہیں واپس کر دیا

جاتا ہے نہ ہیں سوئی بھی واپس کر دو بلاشبہ خیانت، قیامت کے روز عار اور ذلت کا باعث ہوگی۔

امانت — اور مسلمان سپاہی کا بلند کردار

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے سپاہیوں کو انتباہ کرتے ہوئے اعلان کیا کہ کوئی سپاہی غنائم سے کوئی چیز نہ لے (تقسیم سے قبل خواہ کس قدر قلیل ہو) اس نے کہا "جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ خیانت نہ کرے۔ اور لوگوں نے اپنی غنائم کو ایک جگہ رکھ دیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عامل مقرر کر دیا۔

اور حضرت عقیل بن ابیطالب (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کے اعلان کرنے سے قبل) اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان کی تلوار خون سے لتھڑی ہوئی تھی، بیوی نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مشرکین سے جنگ کی ہے، آپ نے غنائم سے کچھ حاصل کیا ہے۔ حضرت عقیل نے کہا "یہ ایک سوئی ہے جس سے تو اپنے کپڑے سیتی ہے اور آپ نے یہ سوئی اپنی بیوی کو دیدی جو فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ تھی، پھر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کے اعلان کو سنا کہ جس نے غنیمت سے کوئی چیز حاصل کی ہے اسے واپس کر دے تو حضرت عقیل واپس آکر بیوی سے کہنے لگے، خدا کی قسم مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تیری سوئی بھی جائے گی، پھر آپ نے اس سے سوئی لیکر اسے غنائم میں پھینک دیا[1]

---

[1] اللہ آپ پر رحم فرمائے دیکھئے کہ امانت اور امانت کا محرک کیسا ہوتا ہے ایک سپاہی جس نے اپنی زندگی کو موت کے لئے پیش کیا ہے وہ مسلمان کے مال میں سے جس میں وہ خود بھی ان کے ساتھ شریک ہے اپنے لئے ایک سوئی بھی حلال نہیں سمجھتا، خدا کی قسم بلند کارناموں کی بنیاد رکھتی اور حق کے جھنڈوں کو بلند کرتی اور باطل کے جھنڈوں کو کیچڑ میں الٹا دیتی ہے اور یہ وہ ایمان اور ٹھوس بنیادی اسلامی تربیت ہے جو دلوں کو آباد کرتی ہے۔

اور ایک آدمی عبداللہ بن زید مازنی[1] نے جنگ کے دوران، مشرکین کی ایک کمان لے لی اور اس سے تیراندازی کی۔ اور جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کی آواز کو سنا تو اسے غنائم میں واپس کر دیا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے بعد، کہ جس شخص نے غنیمت سے کوئی چیز لی ہے اسے واپس کر دے، ایک سوت کا ایک گولا آپ کے پاس لایا اور کہنے لگا۔ "یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیجئے" جو کچھ مجھے اور بنی عبدالمطلب کو ملے گا وہ تیرا ہوا تو اس آدمی نے اسے غنیمت میں واپس کر دیا" اور ایک اور آدمی رسی لے کر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ رسی مجھے اس جگہ سے ملی ہے جہاں دشمن نے شکست کھائی ہے میں اسے اپنے کجاوے پہ باندھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا غنیمت سے جو میرا حصہ ہوگا وہ تیرا ہوا۔ اور تو مسلمانوں کے حصے کا کیا کرے گا۔؟

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے عرق گیر میں سیاہ و سفید مہروں کا ایک ہار پایا جو خیانت سے حاصل کیا گیا تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور اس پر اس طرح تکبیریں کہیں جیسے میت پر تکبیریں کہی جاتی ہیں[2]

---

[1] عبداللہ بن زید بن عاصم بن کعب بن عمرو النجاری الخزرجی الانصاری، یہ احد میں اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور انہوں نے ہی (ابن اثیر کے بیان کے مطابق) وحشی حبشی کے ساتھ شامل ہو کر مسیلمہ کذاب کو قتل کیا تھا۔ اور مسیلمہ نے ان کے بھائی حبیب بن زید کو قتل کیا تھا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے اور عبداللہ بن زید، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے رواۃ میں شامل ہیں۔ اور عبداللہ بن زید، یزید بن معاویہ کے زمانہ میں ۶۳ھ میں حرہ کے روز قتل ہوئے۔

[2] صحیح بخاری جلد ۵، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۴، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۱۵-۹۲۴
سیرۃ ابن ہشام جلد ۴۔ صفحہ ۱۳۴-۱۳۵

فوج میں حنین کے غنائم کی تقسیم

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب الجعرانہ میں ٹھہر گئے (جہاں غنائم اور قیدی مقید تھے) تو اس کے بعد آپ نے انصار کے ایک سردار حضرت زید بن ثابت کو غنائم کے شمار کرنے اور پھر انہیں اسلامی شریعت کی ہدایت کے مطابق ہر سپاہی کو دینے کا حکم فرمایا۔ پس حضرت زید نے غنائم کو شمار کیا۔ اور پھر انہیں سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر آدمی کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں حصہ میں ملیں۔ یہ پیادے کا حصہ تھا۔ اور سواروں میں سے ہر ایک کو بارہ اونٹ اور ایک سو بکریاں حصہ میں ملیں۔ یہ شریعت اسلامیہ میں محاربین میں تقسیم کے قوانین میں اس لئے کہ پیادہ سپاہی کا ایک حصہ ہوتا ہے اور سوار کے تین حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ اُسے سپاہی کا ملتا ہے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے اسلام پیادوں اور سواروں کے درمیان بڑا فرق کرتا ہے اور سوار جنگ میں غیر سوار سپاہی کی نسبت دشمن پر بہت اثر ڈالتا ہے، پس گھڑ سوار جانباز بہت سی وجوہ کے لحاظ سے اس ٹینک ڈرائیور کی طرح ہوتا ہے جو اس کی ملکیت ہو۔ اور بلاشبہ وہ اسے پیادے کی نسبت جو گھوڑے کا مالک نہ ہو دشمن کو بہت زیادہ قتل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور جس شخص کے پاس ایک سے زیادہ گھوڑے ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت میں اس کا حصہ نہیں لگایا۔ یعنی آپ نے صرف اسی گھوڑے کا حصہ لگایا ہے جس پر اس نے جنگ کی ہے [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤلفۃ القلوب کو بیشمار عطیات دینا

اسلامی قانون، جو قرآن کریم میں جنگ کی ان غنائم کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ جنہیں اسلامی فوج حاصل کرتی ہے فیصلہ کرتا ہے کہ خمس کو غنائم سے الگ رکھا جائے۔ تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] دیکھئے مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۹

سکے ہاتھ اور آپ کے خاص تصرف میں ہو تاکہ آپ اسلام کے مفاد کے مطابق جیسے آپ رسول اسلام ہونے کی حیثیت سے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں اس میں تصرف کر سکیں اور یہ قانون اللہ تعالیٰ کے اس قول میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ ـــ

واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل[1]

اسلام کی فاتح فوج نے حنین میں دشمن کے اموال سے جو کچھ غنیمت میں حاصل کیا اس پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غنائم میں چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار کے قریب بکریاں اور چاندی کی بہت بڑی مقدار تھی۔ اس بنا پر ان غنائم کا خمس سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے الگ کر لیا گیا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم کے خمس میں اسلام کے مفاد کے مطابق تصرف کیا۔ آپ نے اس خمس کے بہت بڑے حصے کو حدیث الاسلام عرب زعما کے قلوب مائل کرنے کے لئے خرچ کیا۔ تاکہ ان کے ذریعہ دین کو طاقت حاصل ہو اور دین ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے اور جن لوگوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس عطا کیا۔ ان میں سے اکثر وہ تھے جو معرکۂ حنین سے قبل مکہ میں تقریباً پندرہ دن قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اور کچھ وہ لوگ تھے جو اہل مکہ میں سے نہیں تھے

ان مولفۃ القلوب کے نام جنہیں غنائم میں سے حصہ دیا گیا

یہ ان مولفۃ القلوب کے اسماء کی فہرست ہے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت اور اونٹوں اور چاندی کی مقدار سے ان کے مراتب کے مطابق حصہ دیا۔

نام	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیوں کی تعداد
۱۔ ابوسفیان بن حرب	۱۰۰	۴۰

---

[1] انفال آیت ۴۱

نام	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیوں کی تعداد
۲. معاویہ بن ابوسفیان	۱۰۰	۴۰
۳. یزید بن ابوسفیان	۱۰۰	۴۰
۴. حکیم بن حزام	۱۰۰	
۵. النضیر بن الحارث بن کلدہ[۱]	۱۰۰	
۶. اسید بن حارثہ الزھری	۱۰۰	
۷. العلاء بن حارثہ	۵۰	
۸. مخرمہ بن نوفل	۵۰	
۹. الحارث بن ہشام	۱۰۰	
۱۰. سعید بن یربوع[۲]	۵۰	
۱۱. صفوان بن امیہ	۱۰۰	
۱۲. قیس بن عدی	۱۰۰	
۱۳. عثمان بن وہب	۵۰	
۱۴. سہیل بن عمرو	۱۰۰	

[۱] اسد الغابہ میں اس کا نام النضر بیان کیا گیا ہے جو تصحیف ہے۔ ابن الحارث بن کلدہ العبدری، النضر بن الحارث کا بھائی تھا جو معرکۂ بدر کے بعد قتل ہوا تھا اور النضیر مولفۃ القلوب میں سے تھا۔

[۲] سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم قرشی مخزومی، فتح کے سال مسلمان ہوا۔ اسکا نام رطرا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سعید رکھا۔ مدینہ میں سکونت اختیار کی اور آنکھیں جاتی رہیں حضرت عمر بن الخطاب آنکھوں کے بارے میں اس سے تعزیت کرنے آئے اور اسے کہا رسول اللہ کی مسجد اور جماعت نہ چھوڑنا، اس نے کہا میرا کوئی راہنما نہیں، تو آپ نے قیدیوں سے ایک رہنما ان کے پاس بھیج دیا۔ سعید نے مدینہ میں ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

نام	اونٹوں کی تعداد	چاندی کے اوقیوں کی تعداد
۱۵۔ حویطب بن عبدالعزیٰ	۱۰۰	
۱۶۔ ہشام بن عمرو	۵۰	
۱۷۔ اقرع بن حابس تمیمی	۱۰۰	
۱۸۔ عیینہ بن حصن الفزازی	۱۰۰	
۱۹۔ مالک بن عوف النصری	۱۰۰	
۲۰۔ عباس بن مرداس	۱۰۰	
۲۱۔ علقمہ بن علاثہ ثقفی[1]		

غنیمت کا پہلا سوالی۔ ابوسفیان

مورخین بیان کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب پہلا آدمی تھا جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اسے غنائم میں سے عطیہ دیا جائے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ کے آگے چاندی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، یارسول اللہؐ آپ قریش سے زیادہ مالدار ہو گئے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ ابوسفیان نے کہا یارسول اللہ اس مال سے مجھے کچھ عطا فرمایئے آپ نے فرمایا اے ابال ابوسفیان

[1] علقمہ بن علاثہ بن عوف بن احوص بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ یہ ربیعہ بن عامر کے اشراف میں سے تھا اور مولفۃ القلوب میں شامل تھا اور اپنی قوم میں دانشمند اور گفتگو کرنے والا سردار تھا۔ اسی نے عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب سے فخریہ مقابلہ کیا تھا (حالانکہ دونوں کلابی تھے) محاصرۂ طائف سے واپسی کے بعد علقمہ مرتد ہو کر شام چلا گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو اس نے جلدی سے واپس آکر بنی کلاب بن ربیعہ میں پڑاؤ کر لیا تو حضرت ابوبکر نے اس کی طرف دستہ بھیجا تو بھاگ گیا اور دستے کے جوانوں نے اسکے اہل کو غنیمت میں حاصل کیا اور انھیں مدینہ لے آئے تو انھوں نے علقمہ کے فعل سے بیزاری کا اظہار کیا اور انہوں نے ارتداد کے بارے میں اس سے موافقت نہیں کی تو حضرت ابوبکر نے انھیں چھوڑ دیا۔ اور علقمہ نے توبہ کی تو حضرت ابوبکر نے اسے قبول کیا اور وہ بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اور وہ بہترین صحابہ میں سے تھا۔ حضرت عمر نے اسے شام کا عامل بنایا اور وہ وہیں پر فوت ہوا۔

کیلئے چالیس اوقیے چاندی تولئے اور اسے ایک سو اونٹ دیدیجئے

ابو سفیان نے کہا "میرے بیٹے یزید کو بھی عطا فرمائیے"

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "یزید کے لئے بھی چالیس اوقیے چاندی تول دو۔ اور اسے ایک سو اونٹ بھی دے دو۔

ابو سفیان نے کہا۔ "یا رسول! میرے بیٹے معاویہ کو بھی عطا فرمائیے۔

آپ نے فرمایا "اے بلال اس کے لئے چالیس اوقیے تول دو اور ایک سو اونٹ بھی اسے دیدو۔

ابو سفیان نے کہا۔ "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں" آپ کریم آدمی ہیں۔ میں نے آپ سے جنگیں کی ہیں اور آپ کیا ہی اچھے جنگجو ہیں، پھر میں نے آپ سے صلح کی ہے۔ اور آپ کیا ہی اچھے صلح کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور آپ نے بنی اسد میں بھی عطیات دیئے[1]

درویش حکیم بن حزام

واقدی بیان کرتا ہے کہ حکیم بن حزام کہتے ہیں کہ میں نے حنین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو آپ نے مجھے عطا فرما دیئے پھر میں نے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو وہ بھی آپ نے مجھے دیدیئے۔ پھر میں نے ایک سو اونٹوں کا سوال کیا تو وہ بھی آپ نے مجھے دے دیئے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حکیم بن حزام یہ مال بظاہر اچھا اور شیریں ہے جو شخص اسے دلی سخاوت سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت ہوتی ہے اور جو شخص اسے دلی حرص سے لیتا ہے اس کے لئے اس میں برکت

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۵

نہیں ہوتی۔ اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اور تو جن کی پرورش کرتا ہے ان سے آغاز کر۔
راوی بیان کرتا ہے حکیم بن حزام کہا کرتے تھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میں آپ کے بعد کسی کو کسی چیز کی تکلیف نہیں دوں گا۔ اور حضرت عمر بن الخطاب حکیم بن حزام کو عطیہ لینے کے لئے بلایا کرتے تھے۔ مگر وہ اسکے لینے سے انکار کر دیتے تھے تو حضرت عمر فرمایا کرتے تھے اے لوگو! میں تمہیں حکیم پر گواہ بناتا ہوں کہ میں انہیں انکے عطیے کی طرف بلاتا ہوں اور وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں تو ابن ابی الزناد بیان کرتا ہے کہ حکیم بن حزام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سو اونٹوں کے سوا مزید کچھ نہیں لیا۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عباس بن مرداس کی ناراضگی

اصحاب سیر و مغازی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سلمی (بنی سلیم کے سردار) کو پہلے صرف چار اونٹ عطا کئے تو اس نے اشعار میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب کیا۔ وہ کہتا ہے ؎

"میں نے ہموار زمین میں دشمن پر حملہ کر کے غنیمت کا مال حاصل کیا۔ اور میں نے سپاہیوں کو ابھارا کہ وہ رات کے آخری حصے میں سفر کریں اور جب لوگ سو جاتے ہیں تو میں اس وقت نہیں سوتا، پس میرا اور میرے گھوڑے عبید کا مال غنیمت، عیینہ اور اقرع کے درمیان ہے مجھے چھوٹے چھوٹے چار اونٹ دے دیئے گئے ہیں اور میں جنگ میں اچانک ٹوٹ پڑنے والا آدمی ہوں پس نہ مجھے کچھ دیا گیا ہے اور نہ مجھے روکا گیا ہے اور حصن اور حابس مجمع میں مرداس سے فوقیت نہیں رکھتے اور نہ ہی میں ان دونوں سے کمتر آدمی ہوں اور آج آپ جس کو گرا دیں گے، وہ بلند نہ ہو سکے گا۔"

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۹۴۵

پس جب رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کو عبّاس بن مرداس کے شاعرانہ عتاب کی اطلاع ملی تو آپ برافروختہ نہیں ہوئے اور نہ ہی آپ نے اس کی عتابانہ باتوں پر اس کا محاسبہ کیا، بلکہ جو کچھ آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ آپ نے عبّاس بن مرداس کو چار کی بجائے ایک سو اونٹ دینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے فرمایا میرے بارے میں اس کی زبان بند کردو اور عربوں کے نزدیک بند کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص عباس بن مرداس کے طریق کے مطابق کسی چیز کے حاصل کرنے کا خواہش مند ہو اس کو خاموش کرادینا اور آپ نے اُسے ایک سو اونٹ عطا فرما دیئے [1]

تقسیمِ غنائم کے دوران بعض منافقین کی باتیں

غنائمِ حنین کی تقسیم اور مؤلفۃ القلوب کو تالیف کیلئے اونٹوں کی مخصوص مقدار دینے کے دوران، جیشِ نبوی میں موجود بعض عناصر کے دلوں میں نفاق کے چھپتے ہوئے اژدھے کروٹیں لینے لگے اور انھوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ناپسندیدہ باتیں کیں اور آپ پر اتہام لگایا کہ آپ نے جو کچھ کیا ہے اس میں عدل سے کام نہیں لیا۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی جستجو کی ہے، جب آپ نے یہ بات سُنی تو آپ کو دکھ ہوا۔ مگر آپ نے ان لوگوں کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہ کی جنھوں نے اپنی ان ناپسندیدہ باتوں سے آپ کو دُکھ دیا تھا۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۳۷ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۷ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۱ اور سیرۃ ابن ہشام اور واقدی میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداس سے فرمایا تو نے یہ کہا ہے کہ (میرا اور میرے گھوڑے عبید کا مال غنیمت اقرع اور عیینہ کے درمیان درمیان ہے) حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ عیینہ اور اقرع کے درمیان، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں ایک ہی ہیں آپ خواہ اقرع سے شروع کریں یا عیینہ سے ایک جیسی بات ہے آپ کو یہ نقصان نہیں دیگی۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (وما علمناہ وما ینبغی لہ) اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے شایان ہے

صحاح میں اہلِ حدیث نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں غنائم تقسیم کیں تو ایک آدمی نے (جو انصار میں شمار ہوتا تھا) کہا، آپ نے اس سے اللہ کی رضا مندی طلب نہیں کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی تو تکلیف کے باعث آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔

"حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت نازل ہو، انھیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی ہے۔"

اور ایک دوسری صحیح روایت میں ہے ابو وائل سے بیان ہوا ہے کہ حنین کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ترجیح دی۔ آپ نے اقرع حابس کو ایک سو اونٹ عطا فرمائے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی اونٹ دیئے اور دیگر لوگوں کو بھی دیتے تو ایک آدمی نے کہا اس تقسیم سے خدا تعالیٰ کی رضا مندی مطلوب نہیں تھی، جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منحرف کے قول کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ اذیت دی گئی اور انھوں نے صبر کیا [1]

اور دیگر صحیح روایات میں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہے۔ بیان ہوا ہے کہ بنی تمیم کا ایک آدمی جسے ذوالخویصرہ کہا جاتا تھا تقسیم غنائم کے وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا تھا، اس نے آپ سے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آج جو کچھ کیا ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا، آپ نے کیا دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا، میں نے آپ کو عدل کرتے نہیں دیکھا، راوی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برافروختہ ہو کر فرمایا "تیرا برا ہو اگر میرے پاس عدل نہیں ہے تو کس کے پاس ہے۔؟

---

[1] صحیح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۲

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا۔ کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسے چھوڑ دو' عنقریب اس کے کچھ پیروکار ہوں گے جو دین میں تعمق کریں گے۔ اور اس سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تیر کے پھل پر غور کیا جائے گا تو کوئی چیز موجود نہ ہوگی' وہ خون اور گوبر سے سبقت کرجائے گا۔[۱]

ایک اور طریق سے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

حُنین سے واپسی پر ایک آدمی الجعرانہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم عدل سے کام لیجئے۔ آپ نے فرمایا تو ہلاک ہو' جب میں عدل نہیں کرتا تو عدل کون کریگا۔ اور اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں ناکام و نامراد ہو گیا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا" یارسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے" میں اس منافق کو قتل کردوں۔ آپ نے فرمایا" میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ یہ باتیں کریں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں' یقیناً یہ آدمی اور اس کے ساتھی قرآن کریم پڑھیں گے اور وہ انکے گلوں سے آگے نہیں جائے گا۔ اور یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

اور زہری کی حیثیت سے صحیحین میں ایک دوسری روایت جسے ابوسعید ابوسلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ وسلم الجعرانہ میں غنائم تقسیم کر رہے تھے۔ اور ہم آپکے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک بنو تمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آپکے پاس آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ عدل سے کام لیجئے رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۴۹ ' البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۲

تو ہلاک ہو، اگر میں نے عدل نہیں کیا تو میں ناکام و نامراد ہو گیا۔ پھر کون عدل کرے گا؛ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا "یا رسول اللہ مجھے اس کے قتل کی اجازت دیجئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے چھوڑ دو یقیناً اس کے کچھ ساتھی ہوں گے۔ تمہارا آدمی ان کی نماز کے ساتھ اپنی نماز اور ان کے روزوں کے ساتھ اپنے روزے کو حقیر سمجھے گا۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے آگے نہیں جائے گا۔ وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر، کمان سے نکل جاتا ہے وہ اس کے پھل کی طرف دیکھے گا تو اس میں کوئی چیز موجود نہ ہوگی، پھر وہ اس کے تیر کو دیکھے گا۔ تو اس میں کوئی چیز موجود نہ ہوگی وہ گوبر اور خون سے سبقت کر جائے گا۔ ان کی علامت ایک سیاہ فام آدمی ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان یا گوشت چبائے ہوئے ٹکڑے کی طرح ہوگا۔ وہ لوگوں کے اختلافات کے وقت نمودار ہوں گے۔ ابو سعید بیان کرتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ان سے جنگ کی اور میں آپ کے ساتھ تھا، آپ نے اس آدمی کے متعلق حکم دیا پس اس کی تلاشی ہوئی اور اسے آپ کے پاس لایا گیا یہاں تک کہ میں نے اسے ان صفات کے ساتھ دیکھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھیں، ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ مسلم نے بھی اسے اسی طرح قاسم بن فضل کی حیثیت سے ابو نضرہ سے اور ابو سعید سے بیان کیا ہے[۱]

غنائم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراضگی

بیعت عقبیٰ کبریٰ کے زمانے سے رجو

موجودہ دور کی اصطلاح کے مطابق) ایک فوجی معاہدہ تھا۔ جو انصار (اوس اور خزرج) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا تھا اور اس میں انصار نے رسول کریم کی

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۳، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۸، ۹۴۹ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۲

حفاظت کا عہد کیا تھا کہ وہ اپنی جانوں اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرح آپ کی حفاظت کرینگے .... اور دشمنانِ اسلام کے خلاف ہر معرکہ میں یہ انصار ہمیشہ ہی جیش ہی کی ریڑھ کی ہڈی رہے ہیں اور انہوں نے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی اور انہوں نے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی۔ اور انہوں نے ہی ہجرت کے بعد آپکی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی تھی، حالانکہ انھیں علم تھا کہ اسطرح وہ تمام جزیرہ عرب سے جس کے باشندے ان دنوں مشرک اور توحید کے دشمن تھے، دشمنی کرینگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے ساتھ مکہ سے ہجرت کرنے والوں کے ساتھ انصار نے جو شریفانہ موقف اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں اس کی تعریف کی ہے۔

وَالَّذِیْنَ ۔ ....

....

....

سورۃ کریم[1]

اور انصار (جیسا کہ اللہ نے ان کا نام رکھا ہے) ہر موقف میں اللہ کے رسولؐ کے مددگار تھے۔ اور وہ اپنی کثرت تعداد اور جنگ میں اپنی شدید شجاعت کے باعث اس فوج میں جس کی کمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے مرکز ثقل تھے۔

اور بدر کے عظیم معرکہ میں جس کے بعد مسلمان تاریخ کے وسیع ترین دروازے میں داخل ہوئے۔ تمام اسلامی فوج تین سو اٹھارہ جانبازوں پر مشتمل تھی جن میں صرف انصار کے تقریباً دو سو تیس جانباز تھے۔[2]

---

[1] الحشر آیت ۹ [2] انفال آیت ۴،

اور جس فوج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو فتح کرایا اور جو دس ہزار جانباز پر مشتمل تھی اور جو بیس سے زیادہ قبائل سے تیار ہوئی تھی اس میں صرف انصار کا قبیلہ قریباً نصف فوج کی نمائندگی کرتا تھا کیونکہ اس میں صرف ان کی تعداد چار ہزار جانباز پر مشتمل تھی۔

اور حنین کے فیصلہ کن معرکہ میں جب جنگ کے پہلے مرحلہ میں فوج کو شکست ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو میدان شرف کی طرف واپس آنے کی اپیل کی ـــ تو سب سے پہلے آپ نے انصار سے اپیل کی وہ میدان کی طرف پلٹ آئے اور وہ اس فیصلہ کن معرکہ کا مدار بن گئے۔ جس میں بالآخر مسلمانوں کو ہوازن کے مشرکین پر زبردست فتح حاصل ہوئی ان انصار کرام نے ان بیشمار عطیات پر، جو حنین کی غنائم میں سے، قبائل کے بعض حدیث الاسلام زعماء کو دیئے گئے جن کے اسلام پر (جیسے اہل مکہ) ابھی ایک ماہ سے زیادہ نہیں گذرا تھا، بدگمانی کا اظہار کیا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک اونٹ دیئے گئے۔

اور یہ کام اس ہادی رسول نے جس کے دل میں دنیا کی محبت کی کوئی جگہ نہیں ـ ان کی تالیف قلوب اور انھیں اسلام کی طرف کھینچنے کی خواہش کے جذبے سے کیا، جیسا کہ آپ نے بعد میں انصار کے سامنے جب انہوں نے موضوع کے متعلق جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا، اس کی محرک کی وضاحت کی۔

مورخین اور اصحاب حدیث جیسے بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ اور اعراب کے قبائل کے زعما کو غنائم سے بیشمار عطیات دیئے۔ تو انصار سے جو کچھ صادر ہوا۔ اُسے رسول کریم سے ناراضگی کا نام ہی دیا جاسکتا ہے۔

اور جب اس ناراضگی کی اطلاع گوش نبوی تک پہنچی تو آپ اس سے بہت متاثر ہوئے

یہاں تک کہ واضح طور پر آپ پر غصہ کے آثار نمودار ہو گئے۔ آپ انصار سے بہت محبت رکھتے تھے' اس لئے آپ نے زعما کو بلایا۔ اور جو کچھ انہوں کہا تھا اس کے متعلق اور آپ نے مولفۃ القلوب کو جو بے شمار عطیات دیئے تھے جس کے باعث انھیں ناراضگی ہوئی تھی' اس کے متعلق آپ کے اور ان کے درمیان کھلی گفتگو ہوئی تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار احباب کے سامنے اپنے نقطۂ نظر اور ان اسباب کو واضح کیا۔ جو زعمائے مکہ اور دیگر قبائل کے زعماء کے مولفۃ القلوب کو بے شمار عطیات دیئے تھے' پس انصار نے رسول کریم صلی اللہ کی وضاحت کو تسلیم کر لیا' حتیٰ کہ انھوں نے فعل رسول پر اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ اور وہ آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ رونے کے قریب پہنچ گئے' رواۃ حدیث اور اصحاب مغازی وسیر نے اس ناراضگی کے واقعے کی تفاصیل بیان کی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

حنین کی غنائم میں سے انصار کے پیادہ سپاہیوں کا حصہ چار اونٹوں سے زیادہ نہ تھا' جبکہ عیینہ بن حصن' ابوسفیان بن حرب' صفوان بن امیہ اور اقرع بن حابس جیسے آدمیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک سو اونٹ حاصل کئے۔ اور انھیں اسلام کی مدد میں کوئی سبقت حاصل نہ تھی' رواۃ حدیث اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں انصار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراضگی میں جو بات کہی وہ یہ تھی کہ

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے جنگ کی تو اس وقت ہم آپ کے اصحاب تھے اور جب تقسیم غنائم کا وقت آیا تو آپ کی قوم اور آپ کا خاندان آپ کے ساتھ تھا۔۔۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فعل کس کا ہے اگر یہ اللہ کا فعل ہے تو ہم صبر کرتے ہیں اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تو ہم آپ کی رضامندی چاہتے ہیں"[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۶' ۹۵۷' سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں کو ایک ایک سو اونٹ دے رہے تھے تو دیگر انصار کہنے لگے۔ "اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرے وہ قریش کو غنائم دے رہے ہیں اور ہماری تلواروں سے ان کا خون ٹپک رہا ہے[1]"

اور دوسرے انصار نے کہا۔ خدا کی قسم یہ عجیب بات ہے کہ ہماری تلواروں سے اُن کا خون ٹپک رہا ہے اور غنائم ان میں تقسیم ہو رہی ہیں[2] اور امام بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ انصار نے کہا کہ

جب کوئی سخت مصیبت ہو تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت ہمارے غیروں کو دی جاتی ہے۔[3]

خزرج کے سردار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی ناراضگی کی اطلاع دینا

خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ سادات قریش اور دیگر قبائل کے زعماء کو جو غنائم دی گئی ہیں ان کے باعث انصار کے دلوں میں رنج پایا جاتا ہے۔ حضرت سعد نے کہا "آپ کو جو غنیمت ملی ہے اور آپ نے اس میں جو تصرف کیا ہے اس کی وجہ سے انصار کا یہ قبیلہ اپنے دلوں میں آپ سے ناراض ہے۔ آپ نے غنائم کو اپنی قوم میں تقسیم کر دیا ہے اور آپ نے قبائل عرب کو عظیم عطیات دیئے ہیں اور انصار کے اس قبیلہ کو کچھ نہیں ملا" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے سعد! تیری اس بارے میں کیا پوزیشن ہے" انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ میں بھی اپنی قوم کے ساتھ ہی ہوں[4]"

اور بعض مصادر میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے سعد تیری

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۶ [2] حدیث بخاری [3] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۶ بروایت صحیح حدیث شعبہ [4] سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ [5] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۷ منقول از صحیح بخاری [6] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۳ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۷

اس بارے میں کیا پوزیشن ہے؟ تو سعدؓ نے کہا میں بھی انہی کی طرح کا ایک آدمی ہوں اور ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کس کے حکم سے ہوا ہے؟"

انصار کا غنائم کے بارے میں حضور علیہ السلام سے غصہ ہونا اور آپ کا ان سے مناقشہ کرنا

رواۃ الحدیث اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کی ان باتوں کا علم ہوا جو خمس سے بعض سادات عرب کو بے شمار عطیات دینے پر آپ سے انکی ناراضگی کی تھیں تو آپ بہا فروختہ ہو گئے، یہاں تک کہ ناراضگی کے آثار آپ کے چہرے پر منعکس ہو گئے، اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ انصار کو اکٹھا کر کے میرے پاس لائیں تاکہ آپ اُن سے گفتگو کر کے ان کے سامنے ان اسباب کی وضاحت کریں جو اس فعل کا محرک بنے ہیں جس نے اُنھیں ناراض کر دیا ہے۔ اور انہوں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے، نیز آپؐ نے سعد بن عبادہ کو یہ بھی حکم دیا کہ اس میٹنگ میں انصار کے سوا کوئی دوسرا آدمی شریک نہ ہو۔

حضرت سعد بن عبادہ نے تعمیل امر کی، اور سادات انصار کو ایک بڑے خیمے میں اکٹھا کر دیا اور حضرت سعد نے رسول اللہ علیہ وسلم کو انصار کے اکٹھا ہو جانے کی اطلاع دی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور مہاجرین کے کچھ آدمی بھی آ گئے جنھیں آپ نے واپس کر دیا، کیونکہ آپ خاص طور پر انصار کے ساتھ میٹنگ کرنا چاہتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اجتماع انصار کے پاس آئے تو ناراضگی آپ کے چہرے سے ہویدا تھی۔ پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد ان میں تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا ــــ

ہویدا تھی۔ پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد انہیں تقریر کی جس میں آپ نے فرمایا اے گروہ انصار مجھے تمھاری جانب سے اس ناراضگی کی بات کا علم ہو گیا ہے جو تمھارے دلوں میں موجود ہے کیا میں تمھارے پاس اس وقت نہیں آیا، جب تم گمراہ تھے، تو تمھیں اللہ نے ہدایت دی۔ اور تم فقیر تھے، تو اللہ نے تمھیں غنی کر دیا۔ اور تم دشمن تھے تو اللہ نے تمھارے دلوں میں الفت

پیدا کردی۔ ؟ انھوں نے جواب دیا۔ "ہاں! اللہ اور اس کا رسول ؐ بہت احسان اور بہت فضل کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا "اے گروہِ انصار! کیا تم مجھے جواب نہ دو گے۔

انھوں نے کہا "یارسول! ہم آپ کو کیا جواب دیں؟ اور اللہ کے رسول کیلئے ہی احسان اور فضل ہے۔؟

آپ نے فرمایا "خدا کی قسم، اگر تم چاہتے تو یہ سچی بات بھی کہہ سکتے تھے کہ "آپ ہمارے پاس آئے تو آپ کی تکذیب کی جارہی تھی اور ہم نے آپ کی تصدیق کی اور آپ بے یار و مددگار تھے اور ہم نے آپ کی مدد کی، آپ دھتکارے ہوئے تھے۔ اور ہم نے آپ کو پناہ دی؟ آپ محتاج تھے تو ہم نے آپ کو دیا۔ اور اپنی طرح کا بنادیا"

"اے انصار! تم اپنے دلوں میں کچھ ناراضگی پالتے ہو اور بعض روایات میں ہے کہ تم اپنے دلوں میں دنیا کی ایک آفت پالتے ہو۔ میں نے ان لوگوں سے دوستی کی ہے جو مسلمان ہوئے ہیں اور جو کچھ اسلام نے تمھیں دیا ہے میں نے تمھیں اس کے سپرد کیا ہے۔ اے گروہِ انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک آدمی ہوتا اور اگر ایک راستے پر چلیں تو میں انصار کے راستے پر چلوں گا۔ انصارؓ اندر کا لباس ہیں اور لوگ اوڑھنے والا کپڑا ہیں[1]

اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"قریش نے نیا نیا جاہلیت کو چھوڑا ہے اور وہ ایک مصیبت میں ہیں۔ میں ان کی اصلاح، اور ان سے دوستی کرنا چاہتا ہوں کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ لوگ دنیا کا مال لیکر لوٹیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۱۴۲-۱۴۳، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۵۷، ۹۵۸ البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۵۷-۳۵۸ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۹۳-۹۴ صحیح بخاری جلد ۵۔ ص ۲۰۳ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۴۷-۲۴۸

اپنے گھروں کو واپس جاؤ؟ انہوں نے کہا " ہاں" آپ نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار ایک راستے میں چلیں تو میں انصار کی وادی پر چلوں گا[1]

اور بعض مصادر میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے — اپنے انصار کے ساتھ یہ گفتگو کرنے اور اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرنے کے بعد کہ کس وجہ سے آپ نے غنائم سے خمس سے بعض قریشیوں کو بیشمار عطا دیے خاص کیا تھا۔ انہیں کہا کہ " میں تم کو بحرین کا پروانہ لکھ دیتا ہوں میرے بعد دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر یہ تمہارے لئے مخصوص ہوگا اور وہ آج کل ان تمام علاقوں سے بہتر ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انصار کو فتح دی ہے' انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ' ہمیں آپ کے بعد دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ؟ آپ نے فرمایا تم میرے بعد عنقریب خود پسندی کو دیکھو گے پس صبر کرو یہاں تک کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے ملو' تمہارے وعدے کی جگہ حوض ہے' اور وہ صنعا اور عمان کے درمیان علاقے کی طرح ہے اور اس کے برتن' ستاروں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ اے اللہ انصار پر اور ان کے بیٹوں پر اور ان کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔ پس انصار رو پڑے یہاں تک کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور وہ کہنے لگے " یا رسول اللہ ہم حصے اور تقسیم سے راضی ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور وہ منتشر ہو گئے[2]

اور اصحاب حدیث و مغازی نے بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس میں سے ہر ایک کو ایک ایک سو اونٹ دیئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے آپ سے کہا کہ " یا رسول اللہ! آپ نے عیینہ بن حصن اور

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۸

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۳۵۵ سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۴۲' ۲۴۳ البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۵۸ سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۸

اقرع بن حابس کو ایک ایک سو اونٹ دیتے ہیں اور جعیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے. جعیل بن سراقہ، تمام زمین کے عیینہ اور اقرع جیسے تجربہ کاروں سے بہتر ہے، لیکن میں نے ان دونوں سے دوستی کی ہے، تاکہ یہ اسلام لے آئیں اور میں نے جعیل بن سراقہ کو اس کے اسلام کے سپرد کر دیا ہے[1]

اور بخاری نے عمرو بن تغلب سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو روک دیا۔ اور وہ آپ سے ناراض ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسے لوگوں کو دیتا ہوں جن کی بے صبری اور گھبراہٹ سے میں خوف کھاتا ہوں، اور جن لوگوں کے دلوں میں اللہ نے تونگری اور بھلائی پیدا کی ہے میں انہیں اس کے سپرد کر دیتا ہوں اور ان میں عمرو بن تغلب[2] بھی شامل ہے. عمرو بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] اسد الغابہ میں جمال ہے اور بعض جعیل بن سراقہ غفاری کہتے ہیں اور بعض ضمری کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بنی ثعلبہ کے بنی سواد میں شمار ہوتا ہے۔ جعیل، اہل صفہ اور فقراء مسلمانوں سے تھے اور اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد میں حاضر ہوئے اور بنی قریظہ کے محاصرہ میں ان کی آنکھ جاتی رہی اور جعیل ایک بدصورت آدمی تھا، اور فضیلت اندر سے ہوتی ہے نہ کہ ظاہری منظر سے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعیل کی قوتِ ایمان اور شدتِ یقین کی وجہ سے اُسے بے شمار مال دیا، اور اس کے بدصورت ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔

[2] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۱، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۸، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۹۱، سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۲۳۵ اسے عمرو بن تغلب العبری، عبد القیس سمجھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بکر وائل سے ہے (باقی حاشیہ صفحہ ۲۸۵ پر)

خواہرِ رسولؐ ۔ قیدیوں میں

حنین میں ہوازن پر ہونے والی شکست نے (جو اپنے معرکہ میں تمام اموال، عورتیں اور بچے بھی لے آتے تھے) اور شکست کے حالات نے فیصلہ کیا ہے (جیسا کہ اسلام کا جنگی قانون ہے۔ اور اس وقت دنیا میں جو تسلیم شدہ قوانین حکومت کر رہے ہیں ان کا بھی یہی فیصلہ ہے) کہ ہوازن کے تمام بچے اور عورتیں قید ہوں، اور وہ فاتح جاں بازوں میں تقسیم ہونے والی غنیمت کا حصّہ خیال کئے جائیں۔

اور یہ ایک واضح بات ہے کہ سعد بن بکر بن ہوازن کی تمام مستورات (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی ماموں تھے۔ قیدیوں کے ضمن میں مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھیں۔

اور ان قیدیوں میں الشیماءؓ بنت الحارث بھی تھیں جس کی ماں حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں جو حنین کے روز، ہوازن کے قیدیوں کے ضمن میں جیش اسلامی کے ہاتھوں میں قید ہو گئی اور جن مسلمانوں نے اُسے بُرا بھلا کہا اور چلانے میں اس سے سختی کی وہ کہتی تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷) اور بعض کہتے ہیں کہ العفرین قاسط سے ہے اور بعض کچھ اور بیان کرتے ہیں۔ اسد الغابہ میں ہے کہ اُن کے نسب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ اسد بن ربیعہ کی طرف راجح ہے پس وہ اختلات کے باوجود ربعی ہے عمرو بن تغلب نے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور حسن بصری نے آپ سے روایت کی ہے اور عمرو بن تغلب سے ایک اہم حدیث روایت کی گئی ہے (جیسا کہ اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے) اور وہ یہ کہ علاماتِ قیامت میں سے یہ بھی علامت ہے کہ تاجر زیادہ ہو جائیں گے اور قلم غالب آ جائے گا یعنی کثرت مال کے باعث تاجر بکثرت ہو جائیں گے عرب میں کتابت بہت کم تھی، عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُحد میں شامل ہوئے اور بعد کے معرکوں میں بھی شامل ہوتے رہے۔

ل الشیماء اس کا لقب تھا اور اس کا نام حذافہ بنت حارث سعدیہ تھا۔ جب شیماء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا اور اس کی تکریم کی اور اسے اپنے پاس ٹھہرنے یا اپنے گھر جانے کا اختیار دیدیا تو شیماء مسلمان ہو کر اپنی قوم ہوازن کے دیار کو واپس چلی گئی

خدا کی قسم میں تمہارے آقا کی بہن ہوں۔ مگر وہ اس کی بات کو درست تسلیم نہ کرتے اور انصار کی جب پارٹی نے اسے پکڑا تھا وہ ہوازن پر بڑی سختی کرنے والے تھے، اور جب وہ اُسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو وہ کہنے لگی، میں آپ کی رضاعی بہن ہوں۔

آپ نے فرمایا "اس کی نشانی کیا ہے؟" اس نے جواب دیا: میں وادی السرر میں آپ کو اپنی ران پر اٹھائے ہوئی تھی اور ہم اُن دنوں ان کے چروا ہے تھے اور آپ نے میری پشت پر دانت سے کاٹا تھا، اس کاٹنے کا نشان موجود ہے۔ آپ کے ماں باپ میرے ماں باپ تھے اور میں نے پستان کے معاملے میں آپ سے جھگڑا کیا تھا یا رسول اللہ یاد کیجئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی کو پہچان لیا تو ایک دم کھڑے ہو گئے اور پھر اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور اسے کہا اُس پر بیٹھ جاؤ، اور اسے خوش آمدید کہا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے اُس سے اپنے رضاعی ماں باپ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے آپ کو مرنے کے وقت کی اطلاع دی پس آپ نے اُسے اختیار دے دیا کہ چاہے تو وہ آپ کے پاس رہے اور چاہے تو اپنی قوم کے پاس چلی جائے۔

اگر تو پسند کرے تو ہمارے پاس عزت و احترام کے ساتھ رہ سکتی ہے اور اگر تو اپنی قوم اور رشتہ داروں کے پاس واپس جانا چاہتی ہے تو تو اپنی قوم کے پاس واپس جا سکتی ہے۔ اس نے کہا میں اپنی قوم کے پاس واپس جاؤں گی پھر اس نے اسلام قبول کر لیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اکرام کیا۔ اور اسے اونٹ اور بکریاں عطا فرمائیں اور ایک غلام اور لونڈی بھی عطا فرمائی جن کی اس نے ایک دوسرے سے شادی کر دی۔

اور بعض مصادر میں ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہن شیماء کے لئے چادر بچھائی تو آپ نے فرمایا تو جو مانگے گی تجھے دیا جائے گا اور تیری سفارش

قبولوں کی واپسی۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ الشیماء نے اپنی قوم بنی سعد کے ایک آدمی کے متعلق جس کا نام بجاد تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کی۔ یہ شخص عنداللہ قتل کا مستحق تھا کیونکہ اس نے ایک مسلمان کو قتل کر کے اسے مثلہ کیا تھا۔ نیز اسے قتل کرنے کے بعد اسے آگ سے جلا دیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سواروں کو اس کی تلاش کا حکم دیا اور فرمایا اگر تم بجاد پر قابو پاؤ تو وہ تم سے بھاگ نہ جائے۔ واقدی بیان کرتا ہے کہ بجاد بنی سعد سے تھا اور اس کے پاس ایک مسلمان آیا۔ تو بجاد نے پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور پھر اسے آگ سے جلا دیا۔ اور بجاد بھاگ گیا تھا۔ پس سواروں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اسے شیماء بنت حارث کے سپرد کر دیا۔ اور حبیب الصمد بیان کرتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیماء کو پہچان لیا اور اس کا اکرام کیا۔ اور اس کے بعد شیماء الجعرانہ میں اپنے مقام پر واپس آئی تو ہوازن کی عورتوں نے اس سے بجاد کے بارے میں گفتگو کی تو اس نے اپنے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ کر آپ سے مطالبہ کیا کہ وہ بجاد کو اسے بخش دیں اور اسے معاف فرما دیں تو آپ نے ایسے ہی کیا۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوازن کے قیدیوں کو رہا کرنا

ہم بیان کر چکے ہیں کہ محاصرۂ طائف سے واپسی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجعرانہ میں تقریباً ایک ماہ تک انتظار کیا، اور اس امید پر ہوازن کے قیدیوں کو جیش اسلامی میں تقسیم نہ کیا کہ ہوازن کے سرکردہ آدمی اور ان کے زعماء آپ سے اپنے بچوں اور عورتوں کی آزادی کے بارے میں التماس کرینگے، لیکن انہوں نے سالار رسول صلی اللہ علیہ السلام کی خدمت میں اس قسم کی اپیل کرنے میں سہل انگاری سے کام لیا۔ اور فتح مند اسلامی فوج کے عوام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تقسیم غنائم کے بارے میں اصرار کیا۔ اس لئے کہ ان میں قیدی بھی تھے۔

---

[۱] مغازی الواقدی ۲: ۔۔۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سپاہیوں میں تقسیم کر دیا۔ کیونکہ اسلامی قوانین کے مطابق یہ ان کا حق تھا۔ اہل محارب دشمن کی عورتیں، بچے اور اموال فاتح فوج کی ملکیت ہو جاتے ہیں اور قیدی سے غلام بن جاتے ہیں۔

اور ہم نے اپنی چوتھی کتاب (غزوۂ بنو قریظہ) کے متعلق اسلام کے نظریہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور یہ کہ یہ دین بشریت کو آزاد کرنے کے لئے آیا ہے پس اس نے غلامی کے ان متعارف سوتیلوں کو بند کر دیا ہے۔ جو اس وقت عالم میں موجود ہیں اور صرف حربی غلامی کو مقابلے کی عسکری کارروائی کی طرح باقی رکھا ہے اور جنگ کی غلامی کو اس نے قائم رکھا ہے اس کی آزادی کے متعلق اسلام نے بڑی ترغیب دی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غلاموں کے آزادی کے خواہش مند رہتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی فوج کے پاس قیدیوں کے رشتہ داروں نے سفارش کی تو آپ نے ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

ہوازنی وفد۔ دربار رسولؐ میں

اور جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی، ہوازن نے اپنے کبار کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیلئے بھیجا، تاکہ آپ سے اپیل کرے کہ آپ قیدیوں پر احسان کریں اور انہیں آزاد کر دیں۔ لیکن ہوازن کا وفد اس وقت آیا جب قیدی، فوج کے عوام میں تقسیم ہو چکے تھے اور انھیں ان کے رشتہ داروں کو واپس کرنے اور آزاد کرنے میں کچھ مشکل اور الجھن پائی جاتی تھی، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشکل پر قابو پا لیا اور ایسے اقدامات کئے جو قیدیوں کے ہوازنی رشتہ دار کو واپس کرنے کے کفیل تھے۔

ہوازن کا جو وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، وہ چودہ[14] آدمیوں پر مشتمل تھا، اور ان کا سربراہ ابو محمد زہیر بن صُرد[1] تھا۔ اور وفد میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چچا بھی تھا، جو گفتگو کرنے والوں میں سے ایک تھا اور ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا تھا اور اس کے پیچھے ہوازن تھے، ان کے اسلام کو بھی اپنے ساتھ لایا تھا۔

رسولِ کریم صلی اللہ نے وفد کا بہت اچھی طرح استقبال کیا۔ اور ان کی عزت کی، پھر وفد کے آدمیوں نے اس معاملے کے متعلق گفتگو کی جس کی وجہ سے وہ آئے تھے، تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ آپ نے قیدیوں کی تقسیم کے بارے میں تاخیر کی ہے اور آپ نے انکا بہت انتظار کیا ہے۔ یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوا کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ پس آپ نے انتظار کیا ہے یہاں تک کہ آپ کو خیال ہوا کہ وہ ہرگز نہیں آئیں گے۔ پس آپ نے حصص کے مطابق قیدیوں کو عام فوج میں تقسیم کر دیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ان سے وعدہ کیا کہ اگرچہ قیدی، غنائم کا جزء ہونے کے لحاظ سے سپاہیوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ پھر بھی آپ کے قیدیوں کی آزادی کے لئے کوشش کریں گے۔ اور عملاً رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کے عوام میں اپنی مساعی کو جاری رکھا تاکہ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہوازن کا جو قیدی آیا ہے وہ اسے آزاد کر دے اور جس شخص نے قیدی کے بارے میں اپنے حق سے تمسک کیا، اسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بیت المال سے اس کا معاوضہ دیا۔ یہاں تک آپ نے ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ہوازن کا وفد آیا اور اس وفد میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] زہیر بن صُرد (صاد کی پیش اور رُ کی زبر کے ساتھ) ابو صرد (اور بعض کہتے ہیں ابو جرول) جشمی، سعدی تھا، جو بنی سعد بن بکر سے تھا اور وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں تھا۔ زہیر مذکور نے شام میں سکونت اختیار کی۔ ابنِ اثیر نے یہ بات اسد الغابہ میں بیان کی ہے، پھر اس نے زہیر کی اس تقریر کا بھی ذکر کیا ہے جو اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تھی)

کا ایک رضاعی چچا بھی شامل تھا، اس نے اس روز کہا "یا رسول اللہ! ان باڑوں میں آپ کی وہ پھوپھیاں، خالائیں اور نرسیں بھی ہیں جو آپ کی خبر گیری کرتی رہی ہیں۔ اور آپ ہماری گودوں کے پالے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے اپنے پستانوں سے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ اور میں نے آپ کو شیر خوارگی میں دیکھا ہے۔ اور میں نے آپ سے بہتر کوئی شیر خوار نہیں دیکھا پھر میں نے آپ کو جوانی میں دیکھا ہے اور میں نے آپ سے بہتر کوئی جوان نہیں دیکھا۔ اور آپ میں بھلائی کے خصائل کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ ساتھ ہم آپ کے اہل اور آپ کا خاندان ہیں۔ پس ہم پر احسان کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائیگا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے آپ کیلئے تاخیر کی، یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ تم لوگ نہیں آؤ گے۔ اب قیدی تقسیم ہو چکا اور ان کا حصہ لگ چکا ہے۔

اور واقدی وفد کے مسلمان ہونے اور ان کے پیچھے جو لوگ تھے ان کے مسلمان ہونے اور ان کے مسلمان ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ وہ سب کے سب اسلام کے ساتھ آئے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوازن کے چودہ مسلمان آئے اور ان کی قوم کے جو لوگ ان کے پیچھے تھے ان کے اسلام کو بھی لیکر آئے اور ان کا سربراہ اور اسپیکر ابو صُرد زہیر ابن سرد تھا، اس نے کہا۔ "یا رسول اللہ ہم آپ کے اہل خاندان ہیں اور ہمیں جو مصیبت پہنچی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں، یا رسول اللہ! ان باڑوں میں آپکی وہ پھوپھیاں، خالائیں اور نرسیں بھی ہیں جو آپ کی خبر کرتی رہتی ہیں اور اگر انہوں نے حارث بن ابی شمر اور نعمان بن منذر کو دودھ پلایا ہے ہوتا اور وہ دونوں ہمارے پاس اسطرح آتے جیسے آپ آئے ہیں تو ہم اُن سے فضل و رحمت کی امید رکھتے ہیں اور آپ بہترین پروردہ ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو صرد نے اس روز کہا کہ ان باڑوں میں فقط آپکی بہنیں، پھوپھیاں اور پھوپھیوں اور خالاؤں کی بیٹیاں ہیں۔ یا رسول اللہ میرے باپ آپ پر قربان ہوں، ان کا دور ترآدمی آپ کا قریبی ہے انہوں نے آپکو اپنی گودوں میں

پالا ہے اور اپنے پستانوں سے دودھ پلایا ہے اور آپ کو اپنی رانوں پر بٹھایا ہے۔
اور آپ بہترین پروردہ ہیں۔
پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

"یارسول اللہ! ہم پر نوازش فرمائیے آپ وہ آدمی ہیں جسے
ہم امیدوار سمجھتے ہیں، اور آپ کو خزانہ سمجھتے ہیں۔
ان عورتوں پر نوازش فرمائیے جنھیں قضا و قدر
نے روک دیا ہے۔ اور نحوستوں نے زمانے میں ان کے
شیرازے کو بکھیر دیا ہے۔ ان عورتوں پر نوازش
فرمائیے جن کا دودھ آپ پیتے رہے ہیں اور آپ کا
منہ ان کے خالص دودھ سے بھرا رہتا تھا۔ جب آپ بچے
تھے تو وہ آپ کو دودھ پلایا کرتی تھیں اور جب آپ کچھ
نہیں کر سکتے تھے تو وہ آپ کو آراستہ کیا کرتی تھیں۔
اے آزمائش کے وقت سب سے بہتر آدمی! کیا وہ نعمتیں
جنھیں تو بکھیر رہا ہے، ان کو نہیں ملیں گی، ہمیں
ان لوگوں کی طرح نہ بنا دیجئے جن میں اختلاف ہو گیا ہو
اور ہم سے سبقت کیجئے، ہم زہری گروہ ہیں، اگر نعمتیں
ہمارے پاس آئیں تو ہم ان کا شکریہ ادا کریں گے۔
اور آج کے بعد وہ ہمارے پاس ذخیرہ ہو کر
رہیں گی۔"

مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب ہوازن کے آدمی اپنے قیدیوں کے بارے
میں گفتگو کر چکے اور انھوں نے ان کے آزاد ہونے اور ان پر احسان کرنے کا تقاضا

کیا تو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اچھی بات وہ ہے جو سب سے سچی ہو "تم میرے پاس مسلمانوں کو دیکھ رہے ہو" تمہیں اپنے بیٹے اور عورتیں اپنے اموال سے زیادہ محبوب ہیں؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں اپنے حسب اور اموال کے بارے میں اختیار دے دیا ہے "پس ہمارے بیٹوں اور ہماری عورتوں کو ہمیں واپس دے دیجئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کیلئے ہے وہ آپ کا ہوا" اور میں تمہارے لئے لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ اور جب میں لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھا لوں تو تم کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے پاس سفارشی بناتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارشی بناتے ہیں تو میں آپ سے کہوں گا کہ جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کیلئے ہے وہ آپ کا ہوا اور میں تمہارے لئے لوگوں سے اپیل کروں گا۔

پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی تو ہوازنیوں نے کھڑے ہو کر وہ بات کہی جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے کہا "ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے پاس اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارشی بناتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میرے اور بنی عبدالمطلب کے لئے ہے وہ آپ کا ہوا۔ تو مہاجرین نے کہا "جو کچھ ہمارا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوا اور انصار نے بھی یہی بات کہی" اور اقرع بن حابس، اور عیینہ بن حصن اور عباس بن مرداس سلمی کے ہاتھوں میں جو قیدی تھے وہ خیرات خود یہ ان کے آزاد کرنے سے باز رہے۔

اقرع بن حابس نے کہا "میں اور بنو تمیم ایسا نہیں کریں گے۔ اور عیینہ نے کہا "میں اور فزارہ ایسا نہیں کریں گے۔ اور عباس بن مرداس نے کہا میں اور بنو سلیم ایسا نہیں کریں گے۔

مگر بنو سلیم نے اپنے سردار عباس بن مرداس کی مخالفت کی اور کہا کہ جو کچھ ہمارا ہے وہ
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے تو عباس نے کہا تم نے مجھے کمزور کر دیا ہے
اور لینے دینے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کیلئے کھڑے ہوئے اور آپ نے
اعلان فرمایا کہ ہوازن کے تمام قیدیوں کو آزاد کیا جائے گا۔ اور ان میں سے ہر قیدی اپنے
اہل کی طرف واپس جائے گا۔ نیز آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ جس کا دل خیراتی طور
پر آزاد کرنے کو نہ چاہے تو مسلمانوں کا بیت المال اسے مملوکہ قیدیوں کے مطابق مزید
معاوضہ دے گا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ حنین میں شامل ہونے والے قبائل
کے زعماء اور فوج کے قائدین سے فرمایا "یہ ہوازنی مسلمان ہو کر آئے ہیں" اور میں نے
ان کے بارے میں غور و فکر کیا ہے، اور میں نے انہیں عورتوں، بچوں اور اموال کے درمیان
اختیار دیا ہے اور انہوں نے اموال کو عورتوں اور بچوں کے برابر قرار نہیں دیا۔ لیس جس
شخص کے پاس ان میں سے کچھ ہو اور اس کا دل خوش ہو تو وہ آزاد کر دے اور تم میں سے جو
شخص انکار کرے اور اپنے حق کے ساتھ تمسک کرے تو وہ بھی انہیں واپس کر دے
اور اللہ تعالی ہمیں جو پہلی غنیمت دے گا اس میں سے چھ اونٹ دینا ہم پر فرض ہو گا

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے حق سے
متمسک رہنے والوں کیلئے بیت المال سے ایک قیدی کا فدیہ تین حقے[1] اور تین جذعے[2]
کر دیے۔

اور قیدیوں کو آزاد کرنے سے باز رہنے والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مقرر کردہ معاوضے کو قبول کر لیا اور حنین میں اسلام کی فاتح فوج کی غائب

[1] حقاق (ح) کی زیر کے ساتھ) حق کی جمع ہے اور حق اس اونٹ کو کہتے ہیں جو چوتھے سال میں داخل ہو
[2] جذاع جذع کی جمع ہے اور جذع وہ اونٹ ہے جو پانچویں سال میں داخل ہو۔

مہاجرین و انصار اور بنو سلیم تھے، اور ان کے پاس جو قیدی تھے انہوں نے انہیں کو خیراتی طور پر آزاد کر دیا تھا۔ اور جو لوگ قیدیوں کے بارے میں اپنے حق سے متمسک رہے جو کہ بدو اعراب کی ایک قلیل سی اقلیت تھی) انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ معاوضے کو قبول کر لیا اور کہا کہ ہم تسلیم کرتے ہیں اور راضی ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ اپنے نقیبوں کو حکم دو کہ وہ انہیں ہمارے سپرد کر دیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے پس انہوں نے ایسا کیا۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں ہوازن کے چھ ہزار قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اور ان پر غلامی کا قانون نافذ کرنے سے روک دیا۔ اسی مناسبت سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی عرب پر ولاء[*] یا غلامی ثابت ہوتی تو آج ثابت ہوتی، لیکن یہ تو قید اور فدیہ تھا۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی اکثریت سے عہد لینے کیلئے وہ نمائندوں کو چکر لگانے کے لئے بھیجا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ ہوازن کے ملوکر قیدیوں کو آزاد کرنے سے راضی ہیں۔

پس آپ نے مہاجرین کی طرف حضرت عمر بن الخطاب اور انصار کی طرف حضرت زید بن ثابت کو بھیجا۔ اور حضرت زید بن ثابت انصار کے پاس چکر لگا کر پوچھتے کہ کیا وہ راضی ہیں۔؟ تو انھوں نے بتایا کہ وہ راضی ہیں، اور ایک آدمی نے بھی تخلف نہ کیا۔ اور آپ نے حضرت عمر بن الخطاب کو اس بات کے دریافت کرنے کیلئے مہاجرین کے پاس بھیجا تو ایک آدمی نے بھی تخلف نہ کیا۔ اور حضرت ابو رہم غفاری نے، قبائل عرب میں چکر لگایا، پھر انہوں نے نقیبوں کو اکٹھا کیا اور وہ سکریٹری بھی اکٹھے ہوئے جنھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا۔ اور انھوں نے ایک ہی بات یعنی تسلیم و رضا پر اتفاق کیا۔ اور ان کے پاس

---

[*] غلام کے ترکے کو ولاء کہتے ہیں۔ مترجم

چھڑی تھے انہیں تقسیم واپس کر دیئے۔[1]

ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف کا قبول اسلام

ہوازن کے بادشاہ اور سالار مالک بن عوف اور اس کے قبیلے بنو نصر نے حنین کے موقعہ سخت جنگ کی اور ان کے درمیان اسقدر قتل عام ہوا کہ قریب تھا کہ وہ نیست و نابود ہو جاتیں۔ مگر سالار مالک نے جب دیکھا کہ ہوازن جنگ ہار گئے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ جاری رکھنا ہوازن کے لئے سود مند نہیں تو اس نے اپنے جنگی بورڈ کے ساتھیوں

۱؎ طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷۰، ۷۱، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۲۱، ۱۳۲، المغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۰۔۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، سیرۃ حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۰، ۲۵۲، اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹، البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۴۲، ۳۵۳ والکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳۔ ۲؎ مالک بن عوف بن سعد بن ربیعہ بن یربوع بن واثلہ بن دہمان بن نصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن نصری، اسد الغابہ میں ہے کہ اسکی کنیت ابو علی تھی۔ اور مالک شجاعت اور بہادری میں مشہور تھا۔ جب حنین میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو یہ مشرکین کا سالار تھا پھر مشرکین کو شکست ہو گئی اور مالک ہوازن کا بے تاج بادشاہ تھا۔ اور اصحاب سیر و سوانح بیان کرتے ہیں کہ خود مالک نے حنین کے موقعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کا ارادہ کیا۔ مگر گھوڑا پہلے کی طرح آگے نہ بڑھا۔ تو مالک نے کہا جا آگے بڑھ یہ مشکل دن ہے اور میرے جیسا آدمی تیرے جیسے گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ کرتا اور بچاتا ہے اور اسی نیزہ مارتا ہے جو ہلاک کر دیتا ہے اور اس سے پیٹ سے بہنے والا تازہ خون نکلتا ہے اور جب لوگ نہتے اور نیچے پسپا ہو جائیں تو اس میں کام کر لینے والا ہی شکست کھاتا ہے۔ مالک بن عوف نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بہت اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی قوم قیس عیلان سے اسلام قبول کر لینے والوں کا امیر مقرر کر دیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مالک فتح دمشق و شام میں شامل ہوا۔ اور اسی طرح حضرت سعد بن وقاص کے ساتھ عراق میں قادسیہ کی جنگ میں شریک ہوا اور ہمارے سامنے جو سوانح موجود ہیں ان میں ہمیں معلوم نہیں کہ مالک کب اور کہاں فوت ہوا۔

کارزار سے واپس چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کی تلواروں سے بچ جائیں (یہ وہ نخلہ (جسے آجکل یمانیہ کہتے ہیں) کے راستے اپنے علاقے کو واپس ہو گیا۔ پھر مسلسل بھگوڑا رہا۔ حتیٰ کہ طائف کے قریب وادی لیہ پہنچ گیا۔ اور وہ اپنے قلعہ میں بند ہو گیا، پھر اس نے وادی لیہ کو بھی چھوڑ دیا۔ اور طائف چلا گیا، جہاں ثقیف اپنے قلعے میں بند تھے۔ ان کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا۔ اور ثقیف، ہوازن کے اہم بطون میں سے ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ نے ۔۔۔ جب آپ محاصرہ طائف کے لئے اپنے راستے پر جا رہے تھے ۔۔۔ اس وادی کے پاس سے گزرتے ہوئے مالک بن عوف کے قلعہ کو تباہ کرکے اُسے آگ سے جلا دیا۔

مالک بن عوف کی معافی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان

اصحابِ سیر و مغازی بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں غنائم کی تقسیم سے فارغ ہوئے اور ہوازن کو قیدی واپس کر دیئے تو آپ نے ان کے وفد سے اُن کے سالار اور بادشاہ مالک بن عوف نصری کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا "یا رسول اللہ، وہ بھاگ کر قلعہ طائف میں ثقیف کے پاس چلا گیا ہے" آپ نے فرمایا اُسے اطلاع دیدو کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آ سکے تو میں اس کے اہل اور مال اُسے واپس کر دوں گا اور اسے ایک سو اونٹ بھی دوں گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کے اہل اور اموال کو خاص تحفظ دینے کا حکم دیا ہوا تھا۔ اور یہ کہ دوسروں کی طرح ان پر غنائم کی تقسیم کا قانون لاگو نہ کیا جائے۔

پس سالار مالک بن عوف کے اہل اور اموال مکہ میں اُن کی پھوپھی ام عبداللہ بنتِ ابی امیہ کے ہاں محفوظ ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار مالک کے اہل اور اموال کے اسپیشل تحفظ کا حکم دیا تو ہوازن کے وفد نے کہا یا رسول اللہ وہ ہمارے سردار اور محبوب ہیں تو آپ نے فرمایا "میں بھی اُن سے بھلائی کا خواہاں ہوں۔

اور جب ہوازن کے سالار اور بادشاہ کو اس بات کی اطلاع ملی۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمائی تھی۔ اور اس کے اسلام میں داخل ہونے پر آپ نے اس سے جو وعدہ کیا تھا۔ اس کا حال معلوم ہوا۔ اور یہ کہ اس کے اہل اور مال پر تقسیم جاری نہیں ہوئی تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے اور اپنے اسلام کے اعلان کرنے کا فیصلہ کر لیا، لیکن اسے خدشہ ہوا کہ ثقیف کو وہ بات معلوم نہ ہو جائے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور اس کے اہل اور مال کے متعلق فرمائی اور وہ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے روک دیں۔

اس لئے اس نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا۔ اور پوشیدہ طور پر طائف کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس نے اپنے ایک قابل آدمی کو اپنے لئے اونٹنی مہیا کرنے کو کہا۔ اور یہ کہ وہ اسے دحنا[1] مقام پر اس کے لئے تیار رکھے، پھر اس نے اپنے گھوڑے کے متعلق حکم دیا۔ تو رات کو اس کا ایک پیروکار اس کے پاس سے آیا۔ لیکن وہ قلعہ طائف سے مناسب موقع پر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اسے دوڑاتا ہوا دحنا آگیا۔ اور وہاں سے وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ جب وہ آیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اہل اور مال اسے واپس کر دیئے اور پھر اسے ایک سو اونٹ بھی عطا فرمائے اس موقع پر مالک نے اسلام قبول کر لیا۔ اور بہت اچھا مسلمان ہوا[2]

سالارِ مشرکین کا سالارِ مسلمین بننا

جب مالک بن عوف نصری، جس نے حنین کے فیصلہ کن معرکے میں جیش نبوی کے خلاف کمان کی تھی، مسلمان ہو گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اسلام سے مطمئن ہو گئے تو اس کے بعد آپ نے اسے اس کی قوم ہوازن اور فہم کے مسلمانوں کا حاکم اور فوجی سالار بنا دیا۔ اور وہ ان کے ساتھ اللہ کی راہ میں مشرکین سے جہاد کرتا تھا۔

---

[1] طائف کے ایک صوبے کا نام ہے۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۴-۹۵۵

اور طائف کے قریبی علاقوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا تو رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اُن کا جھنڈا عطا فرمایا۔ اور مالک نے ان مسلمانوں کی ایک فوج تیار کی اور وہ ان کے ساتھ مشرکوں پر حملے کرتا تھا جس وقت اس شجاع نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کیلئے فوج تیار کی۔ اور حنین میں (شروع شروع میں) انھیں شکست دی تو یہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے قلق و اضطراب کا سرچشمہ تھا۔ مگر بعد میں اسلام کے ستونوں کی مضبوطی کا باعث بن گیا۔ اور پڑوس کے نواح میں یہ لوگ شرک پر قائم تھے۔ ان کے لئے پریشانی اور اضطراب کا سرچشمہ بن گیا۔ اور جب رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی قوم کے مسلمانوں اور پڑوسی نواح کے باشندوں پر امیر اور سالار مقرر کر دیا تو یہ ان مشرکین پر اور خصوصاً اپنی قوم ثقیف پر حملے کرتا تھا، جو حنین میں شکست کھانے کے بعد، ہوازن کی باقیماندہ اقوام میں سے اسلام سے دشمنی رکھنے والی سب سے بڑی قوت تھی۔

اسلام کیسے قلب ماہیت کرتا ہے

اسلام جب انسان کے دل کو مس کرتا اور اس میں رچ بس جاتا ہے تو اس سے شر کے تمام عوامل کو زائل کر دیتا ہے، اور ان کی جگہ بھلائی کے عناصر کی کاشتکاری کرتا ہے۔ یہ مالک بن عوف نصری، جب مشرک تھا تو۔ پہلے درجے کا مخالف اور دشمن، اور شیطان کی راہوں کو اختیار کرنے والا تھا۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ اس نے کس طرح ہوازن کے بیس ہزار جانبازوں کو اسلام کے تباہ کرنے کیلئے جمع کیا اور مکہ پر قبضہ کرنے کا خیال اُسے گدگداتا تھا، پس وہ افواج کے ساتھ شرک اور بت پرستی کی فتح کے لئے مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کا پختہ ارادہ کر کے جنگ کے لئے نکلا۔ اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ مالک نے مسلمانوں پر تباہ کن شکست نازل کرنے کیلئے کیا کوششیں کیں۔

اور جب اُس کی قوم کے بعض دانشوروں نے فوج کے ساتھ عورتوں، بچوں اور اموال کے لانے پر اس سے معارضہ کیا، نیز انھوں نے اس کے ساتھ اس کے بعض

جنگی منصوبوں پر بھی معارضہ کیا۔ تو اس نے انھیں کس طرح دھمکی کہ اگر انھوں نے اس کے منصوبے کے ساتھ اتفاق نہ کیا۔ جو اس نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیلئے تیار کیا ہے تو وہ خودکشی کرلیگا اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس نے شرک کے ستونوں کی مضبوطی کیلئے حنین کی جنگ میں کس قسم کی جدوجہد کی۔ اور استقلال دکھایا۔

لیکن آج وہی مالک ہے۔ جسے اسلام نے ایک اور قسم کا انسان بنادیا ہے جسے قرآن نے ادب سکھایا ہے اور اس کی اسلام سے نفور طبیعت کی اصلاح کی ہے۔ دیکھئے یہ وہی ہے جو ایک شمشیر برّاں بن گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے خلاف سونتا ہے اور وہ اسلام کے ساتھ مخلص ہو کر ان پر غارت گری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کو اور خصوصاً اپنی قوم ثقیف کو ذلیل کردیا ہے۔ اور اس کا جہاد ان عظیم عوامل میں سے ہے، جنھوں نے اقتدار اسلام کیلئے راستہ ہموار کیا۔ تاکہ اس کا سایہ ثقیف قوم پر دراز ہو۔ جو سنہ تک دعوت اسلامی کی زبردست مخالف تھی اور پوری نخوت اور عناد کے ساتھ اس سے جنگ کرتی تھی۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کو اس کی قوم کے مسلمانوں اور طائف کے اردگرد ہوازن اور فہم کے قبائل کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا۔ اور کچھ مسلمان بھی اس کے پاس آگئے تھے۔ اور آپ نے اس کے لئے جھنڈا باندھا۔ اور وہ ان کے ساتھ جنگ کرتا تھا۔ اور ثقیف کے جو مولیشی چرنے کے لئے نکلتے تھے انھیں لوٹ لیتا تھا۔ اور جب وہ واپس آگیا تو لوگوں نے اپنے مولیشی چرنے کے لئے بھیجے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس چلے گئے تو وہ اپنے خیال میں مطمئن ہوگئے، وہ جس جانور پر قابو پاتا اسے پکڑلیتا۔ اور جس آدمی پر قابو پاتا اسے قتل کردیتا۔ اور اس نے جو کچھ لوٹا تھا، اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں خمس بھیجا۔ ایک دفعہ یکہ سادات ثقیف میں ایک شخص ہزار بکریاں اور اس نے
اہل طائف کے مویشیوں پر بھی غارت گری کی۔ اور ایک شخص کو ایک ہزار بکریاں ہانک لایا
تو ابو محجن بن حبیب نے کہا۔

"دشمن ہم سے خوف زدہ ہیں۔ پھر بھی وہ مسلم ہم سے جنگ کرتے ہیں اور عہد
و حرمت کو توڑ کر انہیں ہمارے پاس لایا ہے۔ اور وہ ہمارے گھروں میں آئے ہیں —
حالانکہ وہ بڑے غصہ والے ہیں۔ اور مالک بن عوف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"اور میں نے تمام لوگوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند نہ کوئی
آدمی دیکھا ہے اور نہ سنا ہے وہ بڑے وفادار ہیں، اور جب وہ بڑے آدمی
کو عطیہ دیتے ہیں تو خوب دیتے ہیں۔ اور جب تو چاہے تو وہ تجھے کل
کو ہونے والی بات کی بھی خبر دینگے۔ اور جب فوج اپنی کچلیوں کو مشرقی
تلوار اور ہندی تلوار کی ضرب سے آر پار کر دیتی ہے تو آپ اپنی جنگی
کی گھات میں غبار کے اندر یوں ہوتے ہیں جیسے شیر اپنے بچوں کا محافظ
ہوتا ہے۔

صفوان بن امیہؓ کا قبولِ اسلام

صفوان بن امیہ الجمحی سادات قریش میں سے بڑا دانشمند سردار تھا، اور یہ قریش کے
ان سادات میں سے تھا جن کی طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ
تھی اور آپ نے فرمایا کہ یہ ان کو شرک پر قائم رکھنے کے لئے ان سے حسن سلوک کرتا ہے۔
اور جب جیش نبوی نے مکہ کو آزاد کر دیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امان
دی۔ پھر اسے چار ماہ کی مہلت دی تاکہ وہ محض اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کا
فیصلہ کرے۔ اور صفوان مشرک ہونے کی حالت میں جیش نبوی کے ساتھ حنین گیا۔

اور باوجودیکہ وہ مشرک تھا پھر بھی وہ جیش نبوی کا حصہ تھا اور مشرکین ہوازن پر اس کی فتح کا خواہش مند تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اسے ایک معروف قریشی نے مسلمانوں کی شکست کی اطلاع دی تو صفوان نے اسے ڈانٹ کر کہا، اللہ تیرا منہ بند کرے مجھے قریش کے کسی آدمی کا محکوم ہونا، ہوازن کے کسی آدمی کے محکوم ہونے سے زیادہ پسند ہے۔[1]

اور صفوان نے جیش نبوی کے اندر، شرک پر قائم رہتے ہوئے بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی قابل اعتراض کام نہیں کیا۔ بلکہ وہ (فتح کے بعد) اکثر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، غنائم اور قیدیوں کے حالات کی جانچ پڑتال کے لئے گھومتا پھرتا تھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے — باوجود اس کے شرک پر قائم ہونے کے — اسے خمس سے ایک سو اونٹ دیئے۔

بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانۃ میں غنائم کے متعلق چکر لگا رہے تھے اور صفوان بن امیہ بھی آپ کے ساتھ تھا کہ آپ ایک درے میں مسلمانوں کی اس غنیمت کے پاس سے گزرے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھی جس میں بکریاں اور اونٹ تھے اور ان کے بلبلانے سے شور پڑا ہوا تھا، پس صفوان حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا اے ابو وہب کیا اس نے تجھے حیران کر دیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، تو آپ نے فرمایا یہ درہ اور جو کچھ اس میں ہے وہ تیرے لئے ہے تو صفوان نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اسیات سے نبی کے سوا، اور کسی کا دل خوش نہیں ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور مسلمان ہو گیا اور بہت اچھا مسلمان ہوا۔[2] اور صفوان خود بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حنین کی غنائم دیتے رہے۔ اور وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے مبغوض تھے، حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ اللہ

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۴۶ جلد ۲ صفحہ ۲۳

نہ کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے ان سے زیادہ محبوب ہو۔[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فلح فوج میں غنائم تقسیم کر چکے اور آپ نے تقسیم غنائم کے قرآنی حکم کے مطابق ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا۔ اور مولفۃ القلوب کو بھی خمس سے سینکڑوں دیدیئے تو اس کے بعد آپ نے الجعرانہ میں تیرہ دن قیام کیا۔ یعنی ۵ ذوالقعدہ سے ۱۸ ذوالقعدہ ۸ھ تک[۲]

اس کے بعد آپ نے اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ واپس آنے کا فیصلہ کیا لیکن مدینہ واپسی سے قبل آپ مکۃ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ اور آپکے اصحاب نے عمرہ کی عبادات ادا کیں اور آپ نے الجعرانہ سے جو حدود حرم کے باہر واقع ہے عمرہ کا احرام باندھا اور جب آپ نے اور آپکے اصحاب نے عمرہ کی عبادات مکمل کرلیں تو آپ نے مقدس دارالخلافہ اور اپنے مرزبوم کے حالات کا جائزہ لیا۔ اور اس میں سول حکام مقرر کئے اور اس کے انتظام کے لئے حضرت عتاب بن اسید اس کا حاکم مقرر کیا۔

اسی طرح آپ کے اصحاب میں سے جو فقہا اور قراء کی پارٹی تھی آپنے ان کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ اہل مکہ کے حدیث الاسلام لوگوں کو امور دینیہ کی تعلیم دیں پس وہ انہیں دین کی تعلیم دینے لگے اور انھیں قرآن پڑھانے لگے تاکہ وہ اس دین جدید کی حقیقت سے واقف ہوجائیں جس میں وہ نئے نئے داخل ہوئے ہیں۔

اور ہجرت سے قبل، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جتنا عرصہ اہل مکہ کے درمیان رہے اور آپ کے ساتھ وہ بدسلوکی کیا کرتے تھے آپ نے اس کے برعکس ان کے ساتھ خاص مہربانی کا سلوک کیا۔ اور مکہ کے اپنے نئے گورنر کو اہل مکہ کے متعلق جن کو آپ کو اہل اللہ کا[۳]

---

[۱] البدایہ والنھایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۰ اسدالغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳ [۲] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۹

[۳] مرالظہران کو آجکل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔

کا نام دیا۔ خاص مہربانی کا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اور مکہ میں آپ اور آپکی فوج ۱۳ راتیں قیام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ اور یہ ۲۰ ذوالقعدہ بروز جمعرات کا واقعہ ہے اور ابھی حنین کی غنائم کے خمس سے ہزاروں اونٹ اور بکریاں باقی تھیں۔ آپ نے خمس کے اس باقیماندہ مال کو (مکہ میں عمرہ کے لئے داخل ہوتے وقت) مرالظہران[1] کی جانب مجنہ مقام پر روکا۔ اور آپ اسے اپنے ساتھ اس لئے رکھے ہوئے تھے کہ ان میں سے جو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ وہ ثابت قدم رہیں اور جو اس میں داخل نہیں ہوتے وہ اس میں دلچسپی لیں[2]

امام واقدی معرکۂ حنین اور محاصرۂ طائف کے اختتام کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی، مکہ سے مدینہ کی طرف کوچ کی کارروائی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کی شب کو جب کہ ذوالقعدہ کی پانچ راتیں گذر چکی تھیں الجعرانہ پہنچے اور آپ نے الجعرانہ میں تیرہ راتیں قیام کیا۔ اور جب آپ نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا تو آپ بدھ کی رات کو، جبکہ ذوالقعدہ کی بارہ راتیں باقی تھیں الجعرانہ سے نکلے اور آپ نے اس مسجد اقصٰی سے احرام باندھا۔ جو دور کنارے پر وادی کے نیچے واقع ہے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ میں تھے تو وہ آپکے نماز پڑھنے کی جگہ تھی۔ اور یہ جو مسجد ادنی ہے اُسے قریش کے ایک آدمی نے تعمیر کیا تھا۔ اور یہ باغ اس کے پاس لگایا تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی سے احرام باندھ کر گذرے، اور رکن کے چھونے تک آپ مسلسل تلبیہ کہتے رہے، کہتے ہیں کہ جب آپ نے بیت اللہ دیکھا تو تلبیہ بند کر دیا۔ اور جب آپ آئے تو آپ نے اپنی اونٹنی کو باب بنی شیبہ پر بٹھایا۔ اور داخل ہو کر حجر اسود سے حجر اسود تک تیزی سے تین چکر لگائے پھر آپ باہر نکلے اور صفا کا چکر لگایا اور صفا اور مروہ کے درمیان اپنی سواری پر چکر لگایا۔ اور جب

---

[1] مرالظہران کو آج کل وادی فاطمہ کہتے ہیں۔ [2] البدایہ والنھایہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۵

ساتویں چکر میں آپ مروہ پہنچے تو آپ نے مروہ کے پاس اپنا سر منڈوایا اور بنی یا ضبہ کے غلام ابو سہند[1] نے آپ کا سر مونڈا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ خراش بن امیہ[2] نے آپ کا سر مونڈا تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کوئی قربانی کا جانور نہیں لے گئے تھے۔ پھر آپ الجعرانہ لوٹ آئے۔ اور وہاں رات گذاری اور جب الجعرانہ کی طرف واپس آئے تو جمعرات کے روز نکلے اور وادی الجعرانہ میں چلے اور اس کے ساتھ چلتے چلتے سرف[3] آنکلے۔ پھر آپ راستے پر ہو لئے اور مرالظہران پہنچ گئے۔

مکہ کا نوجوان طاقت ور اور صالح امیر

اس وجہ سے کہ مکہ ایک بڑا شہر ہے، اور مسلمانوں میں اس کی بڑی منزلت ہے، کیونکہ اس میں اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کے وہ تمام مقدسات اور شاعر پائے جاتے ہیں، جن کی زیارت کیلئے مسلمان آتے ہیں۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑنے سے قبل — ایک سرکلر جاری کیا۔ جس کے مطابق حضرت عتاب بن اسید زہری کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ جو اسوقت تقریباً ۲۰ سال کے نوجوان تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے — ان کی صغر سنی کے باوجود اس کے کہ وہ فتح کے روز مسلمان ہوئے تھے — انھیں مکہ کے تمام سادات و اشراف کے درمیان

---

[1] ابو سہند الحجام البیاضی، فروہ بن عمرو البیاضی کا غلام تھا۔ اور اس کا نام عبداللہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سیار تھا۔ بدر میں پیچھے رہ گیا تھا۔ اور اس کے بعد کے تمام معرکوں میں شامل ہوا۔ اور اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں پچھنے لگائے کیونکہ آپ کو درد تھا۔ اور اس ابو سہند کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابو سہند ایک انصاری آدمی ہے، اے بنی بیاضہ اسکے ساتھ باہم شادی کرو۔ [2] خراش بن امیہ کے حالات کتاب صلح حدیبیہ میں دیکھئے۔
[3] مکہ سے ۶ میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔

سے اس لئے منتخب کیا کہ آپ بڑے دانش مند، اچھے مسلمان اور اپنی قوم کے مطاع سردار تھے اور قریش میں آپ کا بڑا احترام پایا جاتا تھا، اور حضرت عتاب بن اسید رسول کریم صلی اللہ علیہ کے رفیق اعلیٰ کے پاس جانے تک مکہ کے امیر رہے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل مکہ نے ارتداد کیا تو مکہ کے نوجوان امیر عتاب نے (جو بڑے دانش مند تھے) ایک شریفانہ موقف اختیار کیا۔ جو آپ کی متانت دین اور شدت اخلاص پر دلالت کرتا تھا۔

اور اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے پاس شکایت کی کہ حضرت عتاب اُن پر سختی کرتے ہیں اور حضرت عتاب بڑے مضبوط ایمان اور مشرکین پر بڑے سختی کرنے والے تھے، اصابہ ابن حجر میں بیان ہوا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب کو مکہ کی امارت عطا فرمائی اور اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اور حضرت عتاب منشکک پر بڑے سخت اور مومن کے ساتھ بڑے نرم تھے، اور آپ کہا کرتے تھے، خدا کی قسم مجھے جس شخص کے متعلق معلوم ہو گیا کہ وہ اس سے نماز میں پیچھے رہ گیا ہے میں اسے قتل کر دوں گا اور بلا شبہ منافق ہی اس سے پیچھے رہتا ہے تو اہل مکہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ نے اہل اللہ پر ایک اُجڈ بدو کو گورنر مقرر کر دیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس طاقت ور اچھے نوجوان کی صفائی دیتے) انھیں جواب دیا، میں نے خواب دیکھا ہے کہ عتاب بن اسید جنت کے دروازے پر آ کر اس کی زنجیر پکڑ کر اسے کھٹکھٹایا تو اُس کے لئے دروازہ کھل گیا اور اس میں داخل ہو گیا اور حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے مراد حضرت عتاب بن اسید ہیں[1]

---

[1] الاصابہ فی تمییز اسماء الصحابہ جلد ۲ صـ ۴۴۴

اور ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے زید بن اسلم سے روایت پہنچی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تو آپ ہر روز انہیں ایک درہم دیا کرتے تھے تو آپ نے ان لوگوں کو تقریر کرتے ہوئے کہا "اللہ تعالیٰ اس کلیجے کو بھی بھوکا رکھے جو ایک درہم پر بھی بھوکا رہتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ مجھے ایک درہم دیتے ہیں اور مجھے کسی کی احتیاج نہیں [1]

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــ مدینہ واپس آنے سے قبل ـــ حضرت عتاب بن اسید کو امیر مکہ مقرر کیا۔ (اور آپ مکہ کے حالات وضروریات کا انتظام کرنے والے پہلے مسلمان امیر ہیں)

اسی طرح آپ نے حضرت معاذ بن جبل اور حضرت موسیٰ اشعری کو مکہ میں لوگوں کو قرآن سکھانے اور دین کے مسائل سمجھانے کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا [2] اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے بارے میں نوجوان امیر حضرت عتاب بن اسید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا "کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کن لوگوں پر آپ کو مقرر کیا ہے؟ حضرت عتاب نے کہا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں" آپ نے فرمایا میں نے آپ کو اہل اللہ پر امیر مقرر کیا ہے، میری طرف سے چار باتیں لوگوں کو پہنچا دو ایک بیع میں دو شرطیں کرنا مناسب نہیں اور نہ بیع' اور قرض درست ہے' اور ضمانتی کے بغیر بیع درست ہے اور جو چیز تیرے پاس نہیں اس کا منافع نہ کھا [3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہنچنے کی تاریخ

سیرت کی کتابوں میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ واپس آتے ہوئے ...... دونوں کی درمیانی مسافت کو نو دن میں طے کیا۔ آپ ۱۸ ذوالقعدہ ۸ھ کو بدھ کے روز مکہ سے چلے اور اسی مہینے کی ۲۷ تاریخ کو جمعہ کے روز مدینہ پہنچے [4]

[1] البدایہ والنھایۃ جلد ۴ صفحہ ۳۶۰ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۹ [3] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۹ [4] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۵۹-۹۶۰

ثقیف کا اسلام لانا

ثقیف کی بات، حنین کے فیصلہ کن معرکہ کی بات سے بڑا مضبوط تعلق رکھتی ہے۔ اور ثقیف (جیسا کہ قبل ازیں اس بحث میں اس کے نسب کے متعلق بیان ہو چکا ہے) معرکۂ حنین میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لینے والی فوج کا اہم بازو تھے، کیونکہ اُس کے متعدد اہم قبائل ہیں جو سب کے سب اس ہوازن کی طرف منسوب ہوتے ہیں جس کی کمان مالک بن عوف نے حنین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف کی تھی۔

اس لحاظ سے ثقیف ہوازنی فوج کے اہم بازو تھے جس نے حُنین کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا تھا، اور جیش اسلامی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ان پر حملہ کیا۔ اور انھیں طائف کے مضبوط قلعے میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ اور جب آپ انھیں طائف کی فصیلوں کے پیچھے قلعہ بند پایا تو آپ نے اس امید پر کہ وہ اطاعت اختیار کر لیں گے یا مسلمان طائف کے قلعوں میں داخل ہونے کی قدرت پالیں گے۔ ان کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ثقیفیوں نے مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محسوس ہوا کہ ثقیف کے محاصرہ کا کوئی فائدہ نہیں تو آپ نے ان کا محاصرہ توڑ دیا اور مکہ کی طرف آگئے اور وہاں سے اس امید پر مدینہ آگئے کہ اللہ تعالیٰ ثقیف کو لائے گا۔ اور وہ برضاء رغبت اسلام میں داخل ہوں گے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بعض صحابہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ جب آپ طائف کا محاصرہ چھوڑ رہے تھے کہ ثقیف پر بد دعا فرمائیں تو آپ نے انکار کیا۔ اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کہ وہ انہیں لائے۔

ثقیف کا اپنے سردار کو اس کے مُسلمان ہونے کے بعد قتل کرنا

اور ثقیف اپنی بُت پرستی سے وابستہ رہ کر اپنے کفر پر قائم رہے اور مالک بن عوف نصری، جس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور آپ کے صحاب کے خلاف حُنین کے فیصلہ کُن معرکہ کی کمان کی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُسے اسلام کی ھدایت سے سرفراز فرمایا۔ تو وہ اسلامی معاشرے کے ایک لیڈر کی حیثیت سے ثقیف پر مسلح حملوں کا انتظام کیا کرتا تھا، اگرچہ مالک بن عوف کے حملے بڑے سخت تھے مگر انھوں نے اسلام دشمن موقف پر کوئی اثر نہیں ڈالا کیونکہ ثقیف ایک بڑی قوت تھے۔ جو متعدد متماسک قبائل سے متاسف تھے۔

مگر جب ثقیف کا سردار عُروہ بن مسعود جرش سے واپس نہیں آیا، جہاں وہ بھاری جنگی سامان خریدنے اور اس کے بنانے اور اس سے کام لینے اور اُسے جوڑنے کی ٹریننگ حاصل کرنے گیا تھا۔ تو ثقیف کا موقف اسلام کے متعلق تبدیل ہونے لگا۔

اور عروہ بن مسعود، ثقیف کے عظیم اور دانشمند سادات میں سے تھا اور جس روز ہوازن نے حُنین میں مسلمانوں کے خلاف اپنی ناکام جنگ میں حصّہ لیا، اس کا ثقیف کا سالار ہونا متوقع تھا، لیکن جب یہ معرکہ ہوا۔ عُروہ اپنی قوم کے دیار میں موجود تھا کیونکہ ہوازن نے اُسے اپنے سادات کے وفد کا سربراہ بنا کر بھاری اسلحہ (منجنیق، آلات سنگباری اور ٹینکوں) کے خریدنے کے لئے جرش[1] بھیجا تھا۔ عروہ بن مسعود اور اس کا فوجی وفد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی فوجوں کے ساتھ فتح مکّہ کے لئے چلنے سے قبل، جرش گیا تھا۔ یعنی حُنین کے اس

---

[1] یاقوت نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے کہ جرش دو جگہوں کا نام ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جرش یمن کا ایک صوبہ ہے لیکن انھوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہاں منجنیقیں یا ٹینک بنتے ہیں پھر کہتا ہے کہ جرش ایک عظیم شہر کا نام تھا۔ (جو آجکل ویران ہو چکا ہے) مجھے اس کے دیکھنے والوں نے بتایا ہے کہ وہ ویران ہو چکا ہے اور وہاں پرانے کنویں ہیں جو اس کی پرانائی پر دلالت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اس کے درمیان نہر چلتی ہے جو اس وقت تک متعدد آباد چکیوں کو چلاتی ہے اور وہ دمشق کی عملداری میں ارضی بلقا اور حوران میں جبل السواد کے مشرق میں واقع ہے۔ میں کہتا ہوں جرش کے ویرانے اور رومی آثار اردن کی ہاشمی مملکت میں ابھی تک موجود ہیں اور اس کے آثار بتاتے ہیں کہ وہاں ایک خوبصورت شہر تھا اور اس بات کا بھی بہت احتمال ہے کہ عروہ بن مسعود اور اس کا وفد اسلحہ کی بھاری خریداری کیلئے آگے گیا ہو۔

معرکہ سے تقریباً دو ماہ قبل جس میں ہوازن نے شکست کھائی۔

عروہ بن مسعود اور اس کا حربی وفد تقریباً تین ماہ جرش میں ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں وفد نے بھاری اسلحہ کے بنانے کی ٹریننگ حاصل کی۔ اس لئے کہ ثقیف کا سردار عروہ بن مسعود جرش سے اس بھاری اسلحہ کے ساتھ اس وقت واپس آیا۔ جب حنین کا معرکہ ختم ہو چکا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ چکے تھے۔

عروہ بن مسعود بڑا دانشمند دانا اور تیز فہم آدمی تھا اور جب وہ جرش سے واپس لبصیرت سے جزیرہ عرب میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان جو کشمکش ہو رہی تھی اور جو کچھ ہو چکی تھی اس کا جائزہ لیا تو اس نے محسوس کیا کہ شرک اور بت پرستی میں بڑی ہزیمت پیدا ہو گئی ہے اور ہوازن ایک زبردست بت پرست قوت تھے جو جزیرہ عرب میں مسلمانوں کا سامنا کر سکتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے جن جانبازوں نے معرکہ حنین میں حصّہ لیا ان کی تعداد بیس ہزار تھی اور کسی بت پرست محاذ نے (اسلام اور بت پرستی کے درمیان ہونیوالی کش مکش میں) اس سے قبل تمام جزیرہ عرب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے اتنی تعداد اکٹھی نہیں کی۔

اس سے اور اللہ کی توفیق سے عروہ بن مسعود نے محسوس کر لیا کہ لامحالہ اسلام غالب آئے گا۔ اور تھوڑے ہی وقت میں تمام جزیرہ عرب اسلام کے زیرنگیں آجائے گا اس لئے ثقیف کے سردار نے اپنے دل میں برضا و رغبت حلقہ بگوش ہونے کا عزم کر لیا۔ عروہ بن مسعود کی آمد ۸ھ کے آخر میں ہوئی اور وہ اس بھاری اسلحہ کو جوڑنے لگا جسے وہ اپنی قوم کیلئے جرش اردن سے لایا تھا۔ اور اس نے یہ کام اس امانت کی ادائیگی کیلئے کیا۔ جس پر اس کی قوم نے اُسے اس وقت امین بنایا جب انہوں نے اُسے اسلحہ خریدنے کیلئے اردن بھیجا تھا اور وہ اپنی مشرک قوم کو اسلحہ سپرد کرنے اور اُسے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے عزم سے نہیں روکا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس

دین کے نور کو اس کے دل میں جاگزیں کر دیا تھا، اس لئے (بغیر کسی سے مشورہ کئے) اس نے مدینہ جانے کیلئے طائف کو خیر باد کہا تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کرے۔

اور جب عروہ، مدینہ پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خوش آمدید کہا اور آپ اس سے پہلے بھی شناسا تھے، کیونکہ وہ حدیبیہ کے روز آپ سے اس وقت ملا تھا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی قوم کے درمیان حدیبیہ کا بحران بہت سنگین صورت اختیار کر گیا تھا اور عروہ بن مسعود نے۔ قریش کا حلیف ہونے کے باوجود، قریش کو اس وقت ان کے عناد کے انجام سے انتباہ کیا تھا جب انہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا حالانکہ وہ لڑنے نہیں بلکہ عمرہ کرنے آئے تھے۔ اور اسے امید تھی کہ اس دن کی سرکشی اور ڈھینگوں کے نتیجہ میں عنقریب قریش پر سخت مصیبت نازل ہوگئی پھر وہ انھیں چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف واپس آگیا۔ اور عقلمندوں نے عروہ بن مسعود کے اس تصرف کو اس کی دانش مندی اور دُور اندیشی کی دلیل سمجھا ہے۔

اور جب عروہ بن مسعود نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی تو اس نے طائف واپس جا کر اپنی قوم ثقیف کو دعوتِ اسلام دینے کا فیصلہ کیا۔ اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے انتباہ کیا کہ اس کی قوم اُسے قتل کر دے گی اور عروہ نے کہا "یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنی قوم کو جا کر دعوتِ اسلام دوں اور قسم بخدا میں نے اس دین کی مانند کوئی راستہ نہیں دیکھا اور میں اچھا آنے والا ہوں۔ اور میری طرح کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس مجھ سے بہتر چیز نہیں لایا۔ اور یا رسول اللہ میں نے بہت سے معرکوں میں سبقت کی ہے اور عروہ بن مسعود اپنی بلند حوصلگی، نرم اخلاقی اور شرافت کی وجہ سے بالفعل اپنی قوم میں ایک

مطاع اور محبوب سردار تھا۔ اور اسے امید تھی کہ جب وہ انھیں دعوتِ اسلام دے گا تو و
کے سب اس کی بات کو قبول کر لیں گے۔

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سنگدل اور سرکش ثقفی مشرکوں کی
کو دو دفعہ آزما چکے تھے... ایک دفعہ اس وقت جب آپ کے چچا ابو طالب کی وفات
بعد مکہ میں آپ پر سخت آزمائش کے دن تھے اور آپ ان کے پاس گئے تھے تو ثقیف
آپ کی مہمان نوازی اور عزت کرنے کی بجائے بے وقوفوں اور غلاموں کو آپ کے خ
برانگیختہ کر دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے طائف کے کوچوں میں آپ پر حملہ کر دیا اور آپ پر
کی، جس سے مجبور ہو کر آپ نے طائف کو چھوڑ دیا۔ تاکہ مکہ واپس آ جائیں، جہاں پر رنج
اور سخت آزمائش کا دور دورہ تھا۔

اور دوسری دفعہ اس وقت، جب حُنین سے اُن کی شکست خوردہ فوجیں وا
آئیں اور اس کے بعد آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا تو انہوں نے آپ کا سخت مقابلہ
بڑی عداوت کا مظاہرہ کیا، اس لئے جب عروہ بن مسعود نے رسول کریم صلی اللہ عل
سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں دعوتِ اسلام دے گا اور ما
پاس جانے پر اصرار کیا تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا — وہ تجھے
کر ینگے، آپ نے یہ بات تین بار فرمائی، لیکن عروہ نے ان کے پاس جانے کے
بار بار اجازت طلب کی۔ (اپنی قوم کی محبت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے) اس
یارسول اللہ، میں انھیں اپنے پلوٹھے لڑکوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں، یارسول
اگر وہ مجھے سویا ہوا پائیں تو مجھے بیدار نہ کریں، اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ
نے اسے فرمایا اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں پس وہ طائف کی طرف گیا اور جیسا
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے انتباہ کیا تھا وہی ہوئی اور اس کی قوم کے
نے اسے قتل کر دیا، حالانکہ وہ انھیں دعوتِ اسلام دے رہا تھا۔

اور ابھی پانچ دن نہیں گذرے تھے کہ عروہ طائف پہنچ گیا۔ اور جب ثقیف کا سردار اپنے شہر پہنچا تو ثقیف اس کی حب بلت سے واقف تھے، انھوں نے اس پر عیب لگایا اور وہ ہر طائف آنے والے پر اس کا عیب لگاتے تھے (اور ابھی انہیں اس کے اسلام قبول کرنے کا علم نہیں ہوا تھا)

اور وہ بات یہ تھی کہ سفر سے طائف آنے والا آدمی ان کے بڑے بت (لات) کی تقدیس کرے اور اس کے حضور فرائض عبادت ادا کرے اور اس دفعہ عروہ نے اس بت سے تجاہل اختیار کیا کیونکہ وہ ایک موحد مسلمان بن چکا ہے۔ وہ اس بت کی اپنے دل میں کوئی جگہ نہ پاتا تھا، پس وہ جلدی سے اپنے گھر گیا اور اس کے بعد اس کی قوم کے اعیان حقیقت حال کی دریافت کیلئے اس کے پاس آئے اور انھوں نے اسے مشرکانہ تو اس نے اسے انھیں ملامت کی اور پھر انھیں دعوت اسلام دی جس کے نتیجے میں وہ قتل ہو گیا اور اس نے اپنے گھر میں نماز کے لئے اذان دیتے ہوئے شہادت پائی۔ اگر مرنے سے قبل عروہ نے خونریزی سے بچنے اور خانہ جنگی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے اپنے قاتل کو اپنا خون معاف نہ کر دیا تو قریب تھا کہ عروہ بن مسعود کا قتل، ثقیف کے قبائل کو تباہ کن خانہ جنگی تک پہنچا دیتا۔ جبکہ عروہ کے قبائل نے گروہ بندی کر لی تھی اور اس کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو چکے تھے پس عروہ کی زندگی اور موت بہترین تھی۔

اب ہم امام واقدی سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کا مشہور ترین مؤلف ہے۔ عروہ بن مسعود کے اسلام کا واقعہ سنتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

"جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا۔ اس وقت عروہ بن مسعود، جرش میں منجنیقوں اور دبابوں کا کام سیکھ رہا تھا اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے۔ تو عروہ بھی طائف واپس آ گیا اور اس نے سنگباری کے آلات اور ٹینک بنانے اور اس کے لئے تیاری کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اسلام کی محبت ڈالدی

اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آکر مسلمان ہوگیا۔ پھر کہنے لگا "یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے۔ میں اپنی قوم کے پاس جاکر انھیں دعوتِ اسلام دوں۔ قسم بخدا میں نے اس دین کی مانند کوئی راستہ نہیں دیکھا۔ میں اپنی قوم اور اپنے دوستوں کے پاس بہترین آنے والا ہوں گا اور میری طرح کبھی کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس مجھ جیسی چیز نہیں لایا۔ اور یا رسول اللہؐ میں نے بہت سے معرکوں میں سبقت کی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ تجھ سے جنگ کریں گے" اس نے کہا "یا رسول اللہ۔ میں انھیں اپنے پلوٹھے لڑکوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں پھر اس نے آپ سے دوبارہ اجازت طلب کی تو آپ نے اپنی پہلی بات کو دہرایا۔ اور فرمایا وہ تجھ سے جنگ کریں گے اس نے کہا یا رسولؐ اگر وہ مجھے سوتا ہوا پائیں تو مجھے بیدار نہ کریں پھر اس نے آپ سے تیسری بار اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیے' پس وہ اس کے گھر آئے اور انھوں نے اُسے مشرکانہ سلام کہا تو سب سے پہلے اس نے ان کو مشرکانہ سلام پر ملامت کی۔ اور کہا تمھیں اہلِ جنّت کا سلام کہنا چاہیئے پھر اس نے انھیں دعوتِ اسلام دی اور کہا اے میری قوم کیا تم مجھے متہم کرتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تم سے بہترین نسب والا اور زیادہ مال والا اور زیادہ جتھے دار ہوں؟ مجھے صرف اس بات نے اسلام پر آمادہ کیا ہے کہ وہ چھوڑنے والی بات نہیں میرے مشورے کو قبول کرو اور میری نافرمانی نہ کرو اور قسم بخدا جو چیز میں آپکے پاس لیکر آیا ہوں اس سے بہتر چیز کوئی آنے والا اپنی قوم کے پاس نہیں لایا۔ تو انہوں نے اس پر تہمت لگائی اور اُسے دھوکے باز سمجھا اور کہنے لگا۔ لات کی قسم، جب تو نے لات کی قربانی نہیں دی۔ اور نہ تونے اس کے پاس سر منڈایا ہے تو ہمارے دلوں میں اس وقت شک پڑ گیا تھا کہ تو صابی ہوگیا ہے' پس انھوں نے اُسے اذیت دی اور اُس نے ان کے مقابلے میں بردباری اختیار کی اور وہ اس کے پاس سے مشورہ کرتے ہوئے چلے گئے کہ انھیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے

اور جب فجر طلوع ہوئی تو اس نے اپنے بالاخانے سے جھانکا اور نماز کی اذان دی تو اس کے قبیلے کے احلاف میں سے ایک آدمی نے جسے دہب بن جابر کہتے تھے، اسے تیر مارا — اور بعض کہتے ہیں کہ بنی مالک کے اوس بن عوف نے اسے تیر مارا تھا' اور ہمارے نزدیک یہ زیادہ صحیح ہے — اور عروہ بھی احلاف کا ایک جوان تھا پس وہ تیر اس کے ہاتھ کی شریان پر لگا۔ اور اس کا خون بند نہ ہوا۔ اور اس کی قوم نے اسلحہ جمع کیا۔ اور دوسروں نے بھی جمع کیا۔ اور جیش بندی کی۔ اور جب عروہ نے اس کارروائی کو دیکھا تو کہا "تو میرے بارے میں آپس میں جنگ نہ کرنا' میں نے اپنا خون' قاتل کو بخش دیا ہے تاکہ تمہارے درمیان صلح رہے۔ اور یہ ایک شرف ہے جس سے اللہ نے مجھے سرفراز فرمایا ہے یہ شہادت ہے جسے اللہ میرے پاس لے آیا ہے' میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' اور انھوں نے مجھے تمہارے بارے میں خبر دی تھی کہ تم مجھے قتل کردگے' پھر اس نے اپنے قبیلے سے کہا "مجھے ان شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو آپؐ کے تمہارے پاس جانے سے قبل آپؐ کے ساتھ مارے گئے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ انھوں نے اسے ان کے ساتھ دفن کر دیا۔ رسول کریم صلی علیہ وسلم کو اس کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو فرمایا۔

"عروہ کی مثال' صاحب یاسین کی سی ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ عز وجل کی طرف دعوت دی تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔

جب عروہ قتل ہو گیا تو اس کے بیٹے ابوملیح بن عروہ بن مسعود اور اس کے بھتیجے قارب[1] بن اسود بن مسعود نے اہلِ طائف سے کہا۔ "تم نے عروہ کو قتل کیا ہے ہم کبھی تمہارے ساتھ اتفاق نہیں کریں گے۔ پھر دونوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر

---

[1] قارب بن اسود بن مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف ثقفی' یہ عروہ بن مسعود کا بھتیجا تھا' حنین میں مسلمانوں کے خلاف ثقیف کے احلاف کا علمبردار تھا۔ اور ثقیف کے سادات میں سے تھا۔ اور رواۃ حدیث نے اس سے رحم اللہ المحلقین والی حدیث روایت کی ہے' میرے رُوبرو جو سوانح موجود ہیں ان میں اس کی تاریخ وفات مجھے نظر نہیں آئی۔

مسلمان ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا جس سے چاہو دوستی کر لو انہوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول سے دوستی کرتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو سفیان بن حرب تمہارا ماموں ہے، اس سے معاہدہ کر لو تو انہوں نے ایسے ہی کیا اور یہ دونوں مغیرہ بن شعبہ کے ہاں اُترے اور مدینہ میں اقامت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ رمضان ۹ھ میں ثقیف کا وفد آیا۔[۱]

تمام ثقیف کا اسلام میں داخل ہونا

اور ثقیف کے اپنے مسلم سردار عروہ بن مسعود کے قتل کے گھناؤنے جرم اور عربوں کے درمیان قاتلانہ علیحدگی کو محسوس کرنے کے بعد، ان کے ایک دانش سردار عمرو بن امیہ کو جو بنی علاج کا ایک آدمی تھا پتہ چلا کہ ثقیف کو بڑے بڑے خطرات کا سامنا ہے انہوں نے اپنے اردگرد کے قبائل کے نمونہ پر اسلام قبول نہ کیا تو ہو سکتا ہے کہ ثقیف ھلاک ہو جائیں جو ان قبائل کے درمیان اپنے شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے مکمل علیحدگی کی حالت میں ہیں اور یہ قبائل جہاں بھی انہیں پائیں گے ان پر حملہ کر دینگے اور ان قبائل میں ہوازن کا سردار اور ان کا سابق بادشاہ مالک بن عوف نصری، جو حنین میں مسلمانوں کے خلاف مشرک فوجوں کا سالار تھا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ واپس جانے سے قبل مسلمان ہو گیا تھا، بھی شامل ہوگا۔ اور یہ عمرو بن امیہ ثقیف کے دوسرے سردار عبدیالیل[۲] سے تعلق

---

[۱] عبدیالیل بن عمیر ثقفی، یہ ثقیف کے بنی مالک کے سادات میں سے تھا اور جو وفد ثقیف کے اسلام کی اطلاع لیکر مدینہ گیا تھا۔ اس کے سربراہ تھا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ ثقیف نے اس اکیلے کو مدینہ بھیجنا چاہا، لیکن یہ جانے سے باز رہا۔ اور اس بات سے خوف زدہ ہو گیا کہیں وہ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کریں جو انہوں نے عروہ بن مسعود سے کیا تھا تو انہوں اس کے ساتھ پانچ آدمیوں کو بھیجا اور وہ یہ تھے عثمان بن ابوالعاص اوس بن عوف نمیر بن خرشہ الحکم بن عمرو اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ، یس یہ سب مسلمان ہو گئے۔ اور بہت اچھے مسلمان ہوئے اور اپنی قوم کے پاس واپس آگئے تو وہ بھی سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

قطع کئے ہوئے تھا۔ اور اس سے ناراض رہتا تھا۔ لیکن عمرو نے اپنے اور عبد یالیل کے درمیان جو ناراضگی پائی جاتی تھی اُسے بھلا دیا اور اسے پیغام بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ ثقیف کی نازک پوزیشن کے متعلق میٹنگ کرنا چاہتا ہے جو اسلام کے پھیلنے اور ثقیف کے اردگرد رہنے والے قبائل کے کینے کے باعث پیدا ہو گئی ہے۔

اور عبد یالیل نے عمرو بن امیہ کو جواب دیا اور دونوں ایک دوسرے سے ملے اور اس نے عبد یالیل کو ثقیف کی نازک پوزیشن کے متعلق وضاحت سے بتایا۔ نیز یہ بھی کہا کہ اس الجھن سے نکلنے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ ثقیف اسلام میں داخل ہو جائے اور عبد یالیل نے اس کی اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور دونوں نے طائف میں ایک عام میٹنگ بلائی جس میں ثقیف کے سرکردہ اور سردار لوگ جمع ہوئے جن میں عمرو بن امیہ نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں ان کے سامنے ثقیف کی نازک پوزیشن کو واضح کیا۔ اور انھوں نے مقرر کی اس رائے سے اتفاق کیا کہ ثقیف کیلئے اب یہی ایک سبیل ہے کہ وہ مدینہ میں اپنا ایک وفد بھیجے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثقیف کے مسلمان ہونے کا اعلان کرے اور تاریخ کی بنیادی کتب میں بیان ہوا ہے کہ بنی علاج کا عمرو بن امیہ باہمی ناراضگی کی وجہ سے عبد یالیل سے تعلقات منقطع کئے ہوئے تھا۔ اور عمرو عرب کا بہت دانشمند آدمی تھا۔ وہ عبد یالیل کے گھر چلا گیا، پھر اس نے عبد یالیل کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ مورخین بیان کرتے ہیں کہ عبد یالیل نے ایلچی سے کہا، تیرا برا ہو کیا عمرو نے تجھے میرے پاس بھیجا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ "ہاں! اور وہ تیرے گھر میں کھڑا ہے اور عبد یالیل کے ساتھ صلح کو پسند کرتا تھا۔ اور اس کے آنے کو ناپسند کرتا تھا عبد یالیل نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے بارے میں، میں عمرو کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور وہ ایسی بات سے بہت اجتناب کرنے والا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑی بات نمودار ہوئی ہے۔

اور وہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے) پھر عبد یالیل عمرو کے پاس گیا۔ اور جب اس نے دیکھا تو اسے خوش آمدید کہا اور عمرو کہنے لگا، ہم پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے کہ جس کی موجودگی میں معاملہ نہیں رہ سکتا اور وہ مصیبت جیسے کہ تم دیکھ رہے ہو اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہے اور تمام عرب مسلمان ہو چکے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور ہم اپنے اس قلعے میں ٹھہرے رہیں گے جبکہ ہمارے گرد کے لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور جو شخص ہمارے اس قلعے سے ایک بالشت بھی باہر نکلتا ہے ہم اس کے بارے میں مامون نہیں ہیں، پس تم اپنے معاملے کے بارے میں غور کرو عبد یالیل نے عمرو سے کہا، خدا کی قسم جو کچھ تو نے دیکھا ہے، میں نے وہی دیکھا ہے اور تیری رائے سے بڑھ کر رائے پیش کرنے کی سکت نہیں رکھتا۔ اور دانائی اور مشورہ تیرے ہاتھوں میں ہے

مورخین بیان کرتے ہیں کہ اس نے ثقیف کے زعماء کو ایک عام کانفرنس میں بلایا جس میں ثقفی عوام بھی شامل ہوتے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے کہنے لگے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارا کوئی راستہ بھی پُرامن نہیں اور جو کوئی تم میں سے باہر نکلتا ہے وہی کٹ جاتا ہے، پس تم آپس میں مشورہ کرو اور آخر کار اسلام میں داخل ہونے پر اتفاق رائے ہو گیا[1]

اور اس اتفاق کے بعد کہ اسلام قبول کئے بغیر، ثقیف کیلئے اس الجھن سے نجات پانے کا اور کوئی حل نہیں، ثقیف نے فیصلہ کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خاص ایلچی بھیجا جائے۔ جو آپ کے ساتھ ثقیف کے دخول اسلام کے بارے میں مذاکرہ کرے۔ پس انھوں نے اس کام کا عبد یالیل کو نمائندہ بنایا اور اس وقت وہ عروہ بن مسعود

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صـ۱۸۳، مغازی الواقدی جلد ۲ صـ۹۶۳، ۹۶۴

کے مرتبہ کا آدمی تھا اور اسی کا ہم عمر تھا، اور یہ عبد یالیل وہ شخص ہے جو حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات کے بعد قریش نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سختیاں کرنا شروع کردیں اور آپ ثقیف کے پاس پناہ لینے آئے تو اس نے آپکے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا۔

اور عبد یالیل نے ایلچی بن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے بارے میں ثقیف سے معذرت کی، اور یہ معذرت اس خوف کی وجہ سے تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بدسلوکی کا انتقام لیں گے، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا وہ خود تمام عرب وعجم اس بات سے واقف ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے اپنا انتقام نہیں لیتے۔ اور آپ کے اخلاق میں یہ بات شامل ہے کہ آپ بدسلوکی کے مقابلہ میں احسان کرتے ہیں، لیکن عبد یالیل کا اپنی قوم ثقیف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے اسلام کی خبر پہنچانے سے معذرت کرنا اس وجہ سے تھا کہ عبد یالیل اپنی قوم کی بداخلاقی اور خون ریزی کی جرات اور قلابازی سے واقف تھا، اور وہ ثقیف کے محبوب ترین آدمی عروہ بن مسعود کے واقعہ سے عبرت حاصل کرچکا تھا۔ حالانکہ اس نے انھیں صرف دعوت اسلام دی تھی اور انھوں نے اسے قتل کردیا تھا۔

اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے اس کام کا بیڑا اٹھا لیا تو اس کا انجام عروہ بن مسعود جیسا ہوگا۔ اور اس بات کا بہت امکان ہے کہ اگر اس نے مدینہ سے واپس آکر دعوت اسلام دی تو وہ اُسے قتل کردیں گے۔ اس لئے اس نے ثقیف کا ایلچی بن کر حضرت نبی کریمؐ کے پاس جانے سے معذرت کردی، لیکن جب عبد یالیل نے —— اپنی قوم کے اصرار کو دیکھا کہ وہی ان کا نمائندہ بن کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے تو اس نے اس بات سے اتفاق کرلیا، لیکن یہ شرط لگائی کہ وہ ثقیف کے ہر قبیلے کا ایک آدمی اس کے ساتھ بھیجیں، پس ثقفی قبائل نے عبد یالیل کی اس تجویز سے اتفاق کرلیا، اور ثقیف کے دونوں بڑے قبیلوں (احلاف اور بنی مالک) میں سے ہر ایک نے حضرت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ جانے والے وفد میں اپنا اپنا نمائندہ بھیجا، یہ وفد احلاف اور بنی مالک کے تین آدمیوں پر مشتمل تھا ان کا سربراہ عبد یالیل بن عمرو تھا (جو بنی مالک میں سے تھا۔)

اور عبد یالیل کا ثقیف تمام قبائل کو جو اس کے دو بڑے بازوؤں (احلاف بنی مالک) میں سماجاتے تھے۔ مدینہ جانے والے وفد میں شامل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ سے طائف واپسی پر اگر وہ اسے گزند پہنچانا چاہیں تو وفد کا ہر آدمی اپنے قبیلے کو عبد یالیل کو گزند پہنچانے سے روکے اور اس نے ان کی نیابت کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلام پر بیعت کی۔

اس طرح طے پایا کہ ثقیف اپنے وفد کو یالیل کی سربراہی میں بھیجے جسے وہ اسکی (سخت طبیعت کی وجہ سے) قوم کی کھلی کہتے تھے اور ۹ھ کے آخر میں وفد طائف سے مدینہ کیلئے روانہ ہوا۔ اور مدینہ پہنچ گیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور آپکو ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خوش آمدید کہا۔ اور مسلمانوں کو بھی ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی خوشی ہوئی، کیونکہ ثقیف ایک عظیم قبیلہ تھا۔ جو بڑی قوت و شوکت رکھتا تھا اور یہ جزیرہ عرب کی آخری مسلح قوت تھی جو مسلمانوں سے ٹکرا سکتی تھی اور ثقیف کے اسلام میں داخل ہو جانے سے تمام منطقہ حجاز میں شرک اور بت پرستی کا کوئی نشان باقی نہ رہا۔

واقدی اور ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ — ثقیف نے، مدینہ کی طرف عروہ کی طرح ایک آدمی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اور انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور اس بات سے ڈر گیا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس آیا تو وہ اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ کے پاس سے واپس آنے پر عروہ کے ساتھ کیا تھا اس نے کہا جب تک تم میرے ساتھ آدمی نہ بھیجو، میں یہ کام کرنے کا نہیں،

تو انھوں نے اس کے ساتھ احلاف کے دو اور بنی مالک کے تین آدمی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اور وہ چھ آدمی ہو گئے، پس انھوں نے عبد یالیل کے ساتھ الحکم بن عمرو بن وہب بن معتبؓ اور شرحبیل بن غیلان بن سلمہ بن معتبؓ کو بھیجا، اور یہ عروہ کے قبیلے میں سے تھے۔ نیز انھوں نے بنو مالک سے عثمان بن ابی العاصؓ اوس بن عوف اور نمیر بن خرشہؓ کو بھیجا، اور بعض کا قول ہے کہ وہ دس سے

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ہے کہ الحکم بن عمرو بن معتب اس وفد کے ممبروں میں سے ایک تھا جو عبد یالیل کے ساتھ ثقیف کے اسلام کی خبر لے کر آئے تھے اور یہ احلاف میں سے تھا، میں کہتا ہوں ثقیف دو قبیلے ہیں احلاف اور بنو مالک، احلاف عوف بن ثقیف کی اولاد ہیں اور یہ ان میں سے تھا اور معتب جو ہے ابن مالک ابن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف ہے

۲ صحابہؓ کے سوانح کے ماہر کہتے ہیں کہ وہ شرحبیل بن غیلان بن سلمہ بن معتب بن مالک بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف تھے جو اسلام لائے اور بہت اچھے مسلمان ہوئے، طائف میں اترے اور یہ رواۃ حدیث میں سے تھے انہوں نے روایت کی ہے کہ آپؐ اپنی نماز کے دونوں سجدوں کے درمیان استغفار کیا کرتے تھے اور آپ ان پانچ آدمیوں میں سے ایک تھے جنھیں ثقیف نے عبد یالیل کے ساتھ اپنے اسلام کی اطلاع دے کر بھیجا تھا، انھیں اور ان کے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی، اسے ابن شاہین نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۰ھ میں ہوئی۔ اسے ابن اثیر اور ابو موسیٰ نے روایت کیا ہے۔

۳ عثمان بن ابو العاص بن بشر بن دھمان بن عبد اللہ بن ہمام بن ابان بن سار بن مالک بن حطیط بن خیثم بن ثقیف، ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں طائف کا گورنر بنایا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ عثمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حضرت ابوبکر کی خلافت کے دو سال تک طائف کے گورنر رہے۔ اور حضرت عمر نے انھیں ۱۵ھ میں عمان اور بحرین کا گورنر بنایا پس وہ خود تو عمان چلے گئے اور اپنے بھائی الحکم کو بحرین بھیج دیا۔ اور انھوں نے توج اور اس کے شہر کو فتح کیا۔ اور اس کے بادشاہ شہرک کو ۲۱ھ میں قتل کر دیا (باقی حاشیہ صفحہ ۳۲۴ پر)

زیادہ آدمی تھے جن میں سفیان بن عبداللہ بھی تھا[۵]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۲) عثمان راہِ خدا میں بہت جہاد کرنے والے تھے، آپ گرمیوں میں جہاد کرتے اور سردیاں توج میں گذارتے، اور طائف میں ان کی بڑی عزت تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جزیرہ عرب ارتداد سے مضطرب ہوگیا تو عثمان بن ابوالعاص نے متشکلین کے خلاف سخت موقف اختیار کیا اور اہلِ طائف کو ارتداد اختیار کرنے سے روکا اور آپ ایک شریف اور مطاع سردار تھے پس وہ جلدی سے ان کے پاس آگئے اور طائف میں ارتداد کا کوئی واقعہ نہ ہوا۔ اور آپ ان مشاہیر صحابہ میں سے تھے جن سے اصحاب السنن نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی ہے اور حسن بصری نے بھی آپ سے روایت کی ہے اور عثمان نے بصرہ میں سکونت اختیار کی تھی۔

[۴] ۔ ابن اثیر، اسد الغابہ میں بیان کرتے ہیں کہ ان کا نام اوس بن حذیفہ تھا نہ کہ اوس بن عوف تھا۔ اور بنی مالک میں سے تھے اور ابن سعد طبقات الکبریٰ میں بیان کرتے ہیں کہ اوس بن حذیفہ مذکور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے طائف میں رہائش اختیار کر لی تھی اور آپ ثقیف کے وفد میں شامل تھے اور آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے ۔ آپ کے مفصل حالات اسد الغابہ جلد ا صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴ پر دیکھئے

[۵] ابن اثیر بیان کرتے ہیں کہ آپ نمیر بن خرشہ بن ربیعہ ثقفی تھے، آپ بلحارث بن کعب میں سے ان کے حلیف تھے اور ان سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جعرانہ میں پایا تو لوگ ہماری آمد سے خوش ہوئے۔

---

[۵] سفیان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بن مالک بن حطیط بن جشم بن ثقیف، آپ ان ثقہ صحابہ میں سے تھے جن پر حضرت عمر بن الخطاب اعتماد کرتے تھے۔ حضرت عمر نے عثمان بن العاص کے بحرین بھیجنے کے بعد انہیں طائف کا امیر بنایا۔ بہت سے لوگوں نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کی ہے۔ جن میں آپ کا بیٹا عبداللہ، عروہ بن زبیر نے وہ مشہور ترین حدیث روایت کی ہے، جس میں سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ مجھے ایسی بات بتائیے جس کے متعلق آپ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں، آپ نے فرمایا کہہ میں اللہ عزوجل پر ایمان لایا پھر استقامت اختیار

مورخین بیان کرتے ہیں کہ عبد یالیل انھیں لے کر چلا اور وہ ان کا امیر تھا، لیکن وہ چاہتا تھا کہ ہر آدمی اپنے قبیلے کو نرم کرے۔[۱]

ثقیف کا وفد، مدینہ منورہ جانے کے ارادے سے شمال مغرب کی جانب گیا تاکہ ثقیف کے فیصلے کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے جو ثقیف کے شرک سے نکلنے اور اسلام میں داخل ہونے کو متضمن تھا اور یہ علامات نبوت میں سے ایک علامت ہے اور تقریباً ایک سال قبل، جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے فیصلہ کن معرکے کے بعد، طائف میں ثقیف کے محاصرے کو توڑ رہے تھے تو بعض صحابہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ آپ ثقیف کی ہلاکت کی بددعا کریں تو سید الرحماء نے اس بات کو قبول نہ کیا، اور بددعا کی بجائے ان کے لئے دعا کی اور فرمایا اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور انھیں اسلام میں لا۔ اور یہ دیکھئے یہ وہ ثقیف جو اپنی مرضی اور خوشی سے اس آدمی کی سرکردگی میں جو بڑا متکبر اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عداوت رکھنے والا اور آپ سے اور آپکے سچے دین کے ساتھ مذاق کرنے والا تھا (ایک بڑے نمائندہ وفد میں) مدینہ آرہا ہے، جس نے آغاز اسلام میں جب آپ مشرکین مکہ کے خلاف ثقیف کی مدد حاصل کرنے گئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمسخر کرتے ہوئے کہا "اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو آپ کعبہ کے کپڑے نوچ لیں" اور اس کے بھائی مسعود بن عمرو نے آپ سے کہا

"کیا اللہ تعالیٰ کو بھیجنے کے لئے آپکے سوا کوئی اور آدمی نہیں ملا؟" اور اس کے دوسرے بھائی حبیب بن عمرو نے آپ سے کہا۔

"اگر آپکے بقول آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں کبھی آپ سے بات نہیں کروں گا۔ اور اگر میں آپکی بات کا جواب دوں تو آپ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوں گے اور اگر آپ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں تو مجھے آپ سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔ عبد یالیل اور اس کے

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص۱۸۲، مغازی الواقدی ص۹۶۳

[۲] سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص۶۱

وفد کے ممبران، بغیر اس کے کسی مسلمان کو اس کا علم ہو، طائف سے مدینہ کیطرف چلتے چلتے مدینہ کے نواح میں — وادی[1] قناۃ میں پہنچ گئے اور سب سے پہلے جس شخص کو ان کے متعلق علم ہوا کہ وہ ثقیف کے اسلام کے اعلان کیلئے آئے ہیں وہ ثقیف کے احلاف کا ایک آدمی جس کا نام مغیرہ بن شعبہ تھا جو اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سابق الاولین اصحاب میں سے تھا۔

اور مغیرہ نے وفد کے آدمیوں کو پہچان لیا۔ اور ایک ایک کی پہچان ہی کی کیونکہ وہ وہ سب اس کے شہر کے آدمی تھے۔ اور وہ اپنی عمر کا ایک حصہ ان کے ساتھ رہا تھا اور جب مغیرہ نے ان کو پہچان لیا۔ اور سمجھ لیا کہ وہ ثقیف کے اعلانِ اسلام کیلئے آتے ہیں تو اس نے اس وادی کو چھوڑ دیا۔ (جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرایا کرتا تھا) اور نہایت تیزی کے ساتھ دوڑا تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کے متعلق خوش خبری دے کیونکہ مسلمان اور ان کے سردار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے تھے کہ ثقیف کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کو بہت فوائد پہنچیں گے، جس کا مفہوم بُت پرستی کی آخری پاکٹ کی صفائی ہے جو مسلمانوں کے دلوں کو مشغول رکھے ہوئے تھی۔ کیونکہ ثقیف کے سوا جو بڑے ساز و سامان اور تیاری والے تھے، کوئی ایسی بُت پرست مسلّح قوت باقی نہ تھی جو افواج کو بھیجنے کی ضرورت مند اور حربی تاریخ اسبات کو ثابت کرتی کہ کس طرح ۸ھ کے آخر میں بارہ ہزار مسلمانوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ثقیف کے قلعوں کا محاصرہ کیا۔ مگر یہ تمام زبردست افواج ان کے علاقے کو فتح کرنے سے درماندہ ہو گئیں۔

اور کبار صحابہ کے تصرفات سے پتہ چلتا ہے کہ جب انھیں علم ہوا کہ ثقیف کا وفد اعلان اسلام کے لئے آیا ہے تو انہوں نے ثقیف کے اسلام لانے کو ایک عظیم اہمیت دالا واقعہ

---

[1] مغازی الواقدی ایک مشہور وادی ہے جو مدینہ کے شمال میں جبلِ اُحد کے دامن میں مشرق سے مغرب کو جاتی ہے اور اسی میں اُحد کا مشہور معرکہ ہوا۔

خیال کیا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کے متعلق خوشخبری دینے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے۔

اصحاب مغازی وسیر بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد، مدینہ کے قریب آکر وادی قناۃ میں اترا تو وہاں حضرت مغیرہ بن شعبہ اپنی باری پر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو چرا رہے تھے اور آپ کے صحابہ انہیں باری باری چرایا کرتے تھے پس حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ان کو دیکھا تو اونٹوں کو چھوڑ دیا اور اچھل کر دوڑنے لگے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کے متعلق خوشخبری دیں، حتیٰ کہ آپ مسجد کے دروازے پر پہنچ گئے اور حضرت ابوبکر صدیق سے مل کر انہیں اپنی قوم کے متعلق اطلاع دی تو حضرت ابوبکرؓ نے مغیرہ سے کہا۔

میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق اطلاع نہ دینا یہاں تک کہ میں آپ کو ان کی آمد کی خوشخبری دوں گا۔ اور حضرت ابوبکر نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر آپ کو اطلاع دی اور حضرت مغیرہ دروازے پر کھڑے تھے پھر حضرت ابوبکرؓ حضرت مغیرہ کے پاس گئے اور حضرت مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ اور آپ بہت خوش تھے[۱]

حضرت مغیرہ ابن شعبہ، اپنی قوم کے ہدایت اسلام کی طرف راہ پانے کی وجہ سے خوشی ومسرت سے لبریز تھے، پس وہ ان کے پاس اس جگہ واپس آگئے، جہاں وادی قناۃ میں انھوں نے خیمے لگائے ہوئے تھے اور انھوں نے ان کو خوش آمدید کہا۔ اور ان کے اونٹوں کو باڑے میں لانے کی اعانت کی۔ اور ان کی سنت اور آداب طعام کی درستی اور اصلاح میں لگ گئے۔ کیونکہ وہ اکثر اعراب تھے، اور اسلامی تعلیمات وآداب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ پس انھوں نے ان کو بتایا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۸۳، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۹، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۱

کو کیسے سلام کریں

ثقیف نے اپنے اسلام لانے کیلئے جو کمزور شرائط پیش کیں

اس ثقفی وفد کے دلوں میں جاہلیت کے جو بیج جڑ پکڑے ہوئے تھے، انھوں نے اس وفد کے آدمیوں کو ــــ جبکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کر رہے تھے) ایسا بنا دیا کہ وہ اسلام میں اپنے دخول کیلئے ایسی شرائط پیش کرنے لگے جو اس دین کے اصولوں کے خلاف تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرائط کو ردّ کر دیا۔ مگر آپ نے اپنے حلم و حکمت اور صبر و بُرد باری سے، اُن مذاکرات میں تمام مشکلات پر قابو پالیا جو آپکے اور وفد ثقیف کے درمیان لمبے عرصے تک ہوتے رہے یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہوگئے اور انھوں نے ان شرائط کو ترک کر دیا۔

اور ثقفی وفد کے آدمیوں کی عقلوں پر (حضرت مغیرہ بن شعبہ کی راہنمائی کے باوجود) جاہلی رواسب کا بڑا اثر تھا ۱ لیس بجائے اس کے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلام کا وہ سلام دیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ انھیں سکھایا تھا، انھوں نے آپ کو جاہلیت کا سلام (نعم صباحاً) صبح بخیر کہا۔ اسی طرح ثقفی وفد نے مذاکرات کے پہلے مرحلے میں حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ڈائریکٹ رابطہ نہیں کیا جیسا کہ اپنے قبائل کے اسلام کے اعلان کیلئے مدینہ آنے والے وفد کیا کرتے تھے۔

بلکہ شروع شروع میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلئے ثقفی وفد اپنے، اور حضور علیہ السلام کے درمیان واسطہ اختیار کرنے کی طرف مائل ہوا، اور وہ حضرت خالد بن سعید

۱ۂ۔ رواسب، وہ باتیں جو انسان کے دل ودماغ میں سماگئی ہوں۔ (مترجم)

بن العاص[1] تھے جو وادیٔ قناۃ سے رجہاں ثقفی وفد خیمہ زن تھا) ثقفی وفد کی آزاد تجاویز اور شرائط، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب دیتے تھے، اسے اُن کے پاس واپس لیکر جاتے تھے۔

---

[1] خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، ان کی کنیت ابو سعید تھی اور ان کی ماں ثقیف قبیلے سے تھی۔ اور حضرت خالد اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کے بعد اسلام قبول کیا۔ اور آپ اسلام قبول کرنے والے تیسرے یا چوتھے آدمی تھے۔ ضمرہ بن ابی ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالدؓ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ اور حضرت ام خالد بنت خالد بن سعید بن العاص بیان کرتی ہیں کہ میرا باپ اسلام لانے والا پانچواں آدمی تھا، میں نے پوچھا کہ کون کون ان سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ ام خالد نے جواب دیا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب، حضرت ابو بکرؓ حضرت زید بن حارث اور حضرت سعد بن ابی وقاص، اور آپکے قبول اسلام کا سبب یہ تھا کہ آپ نے خواب میں اپنے آپ کو آگ کے کنارے پر کھڑا دیکھا جس کی وسعت کے متعلق آپ نے بیان کیا کہ اسے اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا باپ آپ کو اس میں دھکے دیتا ہے اور آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ انکو پکڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ اس میں نہیں گرتے تو آپ گھبرا گئے اور کہنے لگے میں اس خواب کے سچے ہونے پر قسم کھاتا ہوں، اور آپنے حضرت ابو بکر سے ملاقات کر کے آپ سے یہ بات بیان کی تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے کہا۔ آپ سے بھلائی ہوگی، یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ان کی اتباع کیجئے اور آپ اسلام میں اُن کی اتباع کریں گے۔ اور اسلام آپ کو آگ میں گرنے سے روکے گا۔ اور آپکا باپ اس میں گرے گا۔ پھر آپ نے رسول کریم سے اجیاد میں ملاقات کی۔ اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپنے فرمایا "میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ — اور اس کے رسول ہیں۔ اور آپ اس پتھر کی عبادت چھوڑ دیجئے جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور نہ نفع و ضرر دے سکتا ہے اور نہ اسے یہ معلوم ہے کہ

(باقی حاشیہ ۳۳۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور باوجودیکہ اس وفد نے واضح طور پر طویل مذاکرات کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر بھی ثقیف کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق وفد کے آدمیوں کا کھانا مدینہ سے وادی قناۃ میں جو مدینہ کے شمال میں واقع ہے لے جایا جاتا تھا۔ مگران ثقیفیوں کو اس لئے کہ اُن کی پرورش اعراب کے اُجڈپن میں ہوئی تھی اور ابھی تک ان کے دلوں میں بت پرستی کے اثرات سمائے ہوئے تھے۔ جنہیں اسلام نے ان کے اسلام میں دخول کے وقت مٹایا نہیں تھا) بار بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے بارے میں شک پیدا ہوتا تھا، اور وہ ان وساوس کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھجوایا ہوا کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے تھے، جبتک اس سے ثالث صحابی حضرت خالد بن سعید بن العاص نہ کھالیں۔ ثقیف نے اصول اسلام کے خلاف جو کمزور شرائط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیں انکا خلاصہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۹)

کون اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ خالد نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام سے خوش ہوتے۔ حضرت خالد بن سعید نے دو ہجرتیں کیں اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال میں سے تھے، حضور کی وفات ہوگئی اور حضرت خالد یمن پر آپکے امیر تھے اور حضرت خالد حضرت ابوبکر کی خلافت میں اپنی فوج کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شام میں داخل ہونے والے پہلے سالار تھے۔ اور جب رومیوں نے دمشق سے قریب شبکہ کاشہ میں آپ پر حملہ کیا تو آپ نے اپنی فوج کو ایک طرف کر لیا۔ اور واپس آگئے۔ آپ کے قول کے مطابق حضرت خالد حضرت عمر کی خلافت میں اجنادین کے معرکے میں شہید ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپ مرج الصفر میں شہید ہوئے جبکہ آپ دمشق کے قریب رومیوں کے خلاف پہلے معرکہ کی کمان کر رہے تھے۔

یہ ہے۔

۱۔ انھیں زناکاری کی اجازت دی جائے۔

۲۔ انھیں سود کاری کی اجازت دی جائے

۳۔ انھیں شراب نوشی کی اجازت دی جائے

۴۔ ان سے نماز کو ساقط کر دیا جائے۔

۵۔ تین سال کی مدت تک ان کے بت لات کی تباہی کو موخر کر دیا جائے۔

یہ وہ مکروہ شرائط اور مطالبات تھے جنھیں ثقفی وفد نے اپنے دخول اسلام کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام شرائط اور مطالبات کو مسترد کر دیا کیونکہ یہ سب کے سب اصول اسلام سے منافی تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل وفد کے آدمیوں کے سامنے دلائل دیراہین پیش کرتے رہے کہ انسان اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اسلام کی تمام ہدایات کی پیروی نہ کرے یہاں تک کہ انھوں نے آپ کی بات کو تسلیم کر لیا اور مسلمان ہو گئے۔

اور تمام اصحاب مغازی و سیر نے اپنی سند اور اپنے اسلوب کے مطابق ثقفی وفد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہونے والے مذاکرات کے طویل قصہ کا ذکر ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، "یا رسول اللہ میری قوم اور لوگ اسلام میں داخل ہونے کیلئے آئے ہیں بشرطیکہ آپ انھیں کچھ شرائط پیش کریں اور وہ اپنی قوم کے ان لوگوں کو جو پیچھے رہ گئے ہیں اور اپنے علاقے کو خط لکھ کر دیں گے" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تحریر اور شرط میں نے کسی آدمی کو پیش کی ہے، اگر وہ اس کے متعلق مجھ سے مطالبہ کرینگے تو میں انھیں دوں گا۔ پس تو انھیں خوشخبری دے دے۔ حضرت مغیرہ نے واپس جا کر وہ بات انھیں بتائی

جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور انھیں بشارت دی، اور انھیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے سلام کریں۔ اور سلام کے سوا، جو کچھ حضرت مغیرہ نے انھیں کہا تھا، انھوں نے اس پر عمل کیا۔ انھوں نے کہا "صبح بخیر" اور مسجد میں داخل ہوئے۔

لوگوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ، یہ مشرک ہوکر مسجد میں داخل ہو رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

اور حضرت مغیرہ نے بقیع میں اپنے گھر میں ثقیف کو اتارا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہا ہوتی ایک حد بندی تھی، پس حضور علیہ السلام نے مسجد میں کھجور کی ٹہنیوں کے تین خیمے لگانے کا حکم دیا۔ جب حکم لگا دیئے گئے اور حضرت خالد بن سعید ان کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان آتے جاتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی تحریر لکھی اور حضرت خالد نے ہی اپنے ہاتھ سے ان کی تحریر لکھی اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بھجوایا۔ ہم کھانا اس وقت تک نہیں کھاتے تھے۔ جب تک حضرت خالد اس سے نہ کھالیں تاآنکہ وہ مسلمان ہوگئے۔ اور وہ اپنی تحریر سے فارغ ہو گئے۔

اور وہ (اسلام لانے سے قبل وہ مسجد میں تھے) رات کو تلاوت سنتے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی شب بیداری اور فرض نمازوں کی صف بندی کو دیکھتے اور مغیرہ کے گھر واپس آکر کھانے کھاتے اور وضو کرتے اور جو چاہتے اس میں کرتے اور مسجد کی طرف چلے جاتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مغیرہ کے گھر میں ان کی ضیافت کرتے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر سنتے اور کہتے کہ آپ نے ہمیں اپنے رسول اللہ ہونے کی گواہی دینے کا حکم دیا ہے اور خود اپنی تقریر میں اسکی گواہی دی ہے۔ پھر آپ نے کھڑے ہوکر تقریر کی۔ اور اپنی تقریر میں اپنے رسول اللہ ہونے کی گواہی دے دی اور وہ کئی روز تک اسی حالت میں رہے اور ہر روز صبح کو

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو عثمان بن العاص کو اپنی قیام گاہ میں پیچھے چھوڑ آتے اور عمر میں ان سب سے چھوٹا تھا اور جب وہ اس کے پاس واپس جاتے اور دوپہر کو سو جاتے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور آپ سے دین اور قرآن پڑھنے کے متعلق دریافت کرتا اور وہ اپنے دیگر ساتھیوں سے پوشیدہ طور پر مسلمان ہو گیا اور وہ کئی بار حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا یہاں تک کہ سمجھدار ہو گیا۔ یہاں تک کہ قرآن سنتا اور قرآن کی کئی سورتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائیں اور جب وہ حضرت نبی کریم کو نیند میں پاتا تو حضرت ابو بکر کے پاس چلا جاتا۔ اور ان سے سوال کرتا اور پڑھتا

کہتے ہیں کہ جب وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند میں پاتا تو ابی کعب آگئے اور اس نے ان سے پڑھا۔ اور وفد اور ثقیف سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلام پر بیعت کر لی اور عثمان نے اس معاملے کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش تھے اور اس سے محبت رکھتے تھے۔

اور وفد کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے۔ اور انہیں دعوت اسلام دیتے۔ عبد یالیل نے کہا کیا آپ ہم سے صلح کر لیں گے .... تاکہ ہم اپنے اہل اور اپنی قوم کے پاس چلے جائیں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں اگر تم نے اسلام کا اقرار کر لیا۔ تو میں تم سے صلح کر لوں گا۔ وگرنہ، نہ کوئی فیصلہ ہو گا اور نہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی صلح ہو گی

عبد یالیل نے کہا، زناکاری کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم دور تک غائب رہنے والے لوگ ہیں، اور زنا کے بغیر ہمیں کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ ہی ہم میں سے کوئی تجرد پر صبر کر سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا زنا ان چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا[۱]

---

[۱] سورۃ الاسراء آیت ۳۲

اور زنا کے قریب نہ جاؤ، یہ ایک بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے) اس نے کہا "سود کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" فرمایا "سود حرام ہے۔ اس نے کہا "ہمارے سب اموال سودی ہیں"، فرمایا تمھارے لئے تمھارے راس المال ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربا ان کنتم مومنین[1]) اس نے پوچھا "شراب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

"وہ ہمارے انگوروں کا افشردہ ہے اور اس کے بغیر ہمارا کوئی چارہ نہیں"،

فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

(انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام الایۃ)

اصحاب مغازی وسیر بیان کرتے ہیں کہ لوگ اٹھے اور ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ اور عبد یالیل کہنے لگا "تمھارا برا ہو، ہم اپنی قوم کی طرف ان تین باتوں کی تحریم کا حکم لے کر واپس جائیں گے، خدا کی قسم ثقیف کبھی شراب اور زنا سے باز نہیں آئیں گے اور وفد میں ایک دانش مند اور صاحب بصیرت آدمی سفیان بن عبداللہ بھی تھا اس نے عبد یالیل سے کہا "اے اگر خدا تعالیٰ نے ثقیف سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو وہ ان باتوں سے رک جائیں گے اور یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں یہ بھی ان جیسی باتوں کے خوگر تھے، پس انھوں نے وہ باتیں چھوڑ دی ہیں، ہاں ہم اس آدمی سے خائف ہیں۔ اس نے زمین کو غلبہ سے پامال کر دیا ہے۔ اور ہم زمین کے ایک طرف قلعے میں ہیں۔ اسلام ہمارے اردگرد پھیل رہا ہے، اور قسم بخدا اگر آپ ہمارے قلعے کو ایک ماہ زیر نگرانی رکھتے تو ہم بھوک سے مر جاتے، اور میں اسلام کے سوا کوئی چیز نہیں دیکھ رہا، اور میں ایک دن، مکہ کے دن کی طرح خوف زدہ ہوں۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت ۲۷۸

پھر انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ لات کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا "اسے توڑا جائے گا تو وہ کہنے لگے یہ بہت دُور کی بات ہے۔ اگر لات کو پتہ ہوتا کہ ہم اس کے توڑنے میں موافقت کرینگے تو وہ ہمارے اہل کو قتل کر دیتا۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا "اے عبدیالیل تو ہلاک ہو، لات ایک پتھر ہے جسے معلوم نہیں کہ کون اس کی عبادت کرتا ہے اور کون نہیں کرتا عبدیالیل نے کہا "اے عمرؓ ہم آپ کے پاس نہیں آئے پھر وہ مسلمان ہو گئے[1]

اس طرح ثقفی وفد ایسی رعایت کے حاصل کرنے میں ناکام ہو گیا جو ثقیف سے بعض تکالیف کو ساقط کر دیتی ہیں۔ یا اسلام میں بعض حرام چیزوں مثلاً سُود، زنا اور شراب کو ان کے لئے جائز کر دیتی ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل ازیں اُن کے تمام مطالبات کو صراحت کے ساتھ رد کر دیا تھا۔ اور ثقفی وفد کو یہ بات پہنچا دی تھی کہ اسلام کی تمام تکالیف اور اوامر و نواہی کے اس طرح حصے بنانا ممکن ہی نہیں کہ اس سے بعض حصوں پر عمل کیا جائے۔ اور بعض کو ترک کر دیا جائے۔

ان طویل مذاکرات اور ثقفی وفد کے ممبران کے باہم مشورہ کرنے کے بعد انھوں نے عبد اللہ بن سفیان کی رائے کو دُرست قرار دے دیا۔ اور عقل کا محرک جذبات کی آواز پر غالب آگیا اور ثقیف بغیر کسی قید اور شرط کے اسلام میں داخل ہو گئے، ہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کو اپنے بُت لات اور بقیہ اصنام کو تباہ کرنے کے بارے میں بریت دینا قبول کر لیا۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ___ صلح مکمل ہو گئی، اور اس صلح کی دستاویز کو خالد بن سعید نے لکھا۔ اور جب صلح مکمل ہو گئی تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴ المغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۲ تا ۹۶۸ تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۹۷ تا ۹۹ طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۱۳، ۳۱۴ البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۹۶ الکامل فی التاریخ جلد ۲ صفحہ ۹۳، ۱۹۴

سے گفتگو کی کہ آپ لات کو تین سال تک نہ توڑیں ۔ مگر آپ نے ان کی بات نہ مانی تو وہ کہنے لگے کہ آپ دو سال تک لات کو نہ توڑیں مگر آپ نے اُسے بھی قبول نہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ آپ ایک سال تک لات کو نہ توڑیں آپ نے اسے بھی نہ مانا تو وہ کہنے لگے کہ آپ اسے ایک ماہ تک نہ توڑیں تو آپ نے ان کے لئے وقت مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ لات کو چھوڑنے کی بات اس لئے کر رہے تھے کہ وہ اپنے بیوقوفوں کے عورتوں اور بچوں سے ڈرتے تھے اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی قوم کو اس کو توڑنے سے خوفزدہ کریں۔ پس انھوں نے حضرت نبی کریم سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں اس کے توڑنے سے بری کر دیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہی اور آپ نے فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کو اُن کے توڑنے کا حکم دوں گا۔

اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے بارے میں معافی چاہی۔ تو آپ نے فرمایا اس دین میں کوئی بھلائی نہیں جس میں نماز نہ ہو تو وہ کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نماز بھی پڑھیں گے۔ اور روزے بھی رکھیں گے۔ اور انھوں نے اسلام کے فرائض اور احکام سیکھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہینے کے بقیہ دنوں کے روزے رکھنے کا حکم دیا۔ اور حضرت بلال ان کے پاس ان کی افطاری لایا کرتے تھے۔ اور ان کے خیال میں ابھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام ہماری بھلائی کیلئے کیا ہے۔ اور وہ ہمارے اسلام کی کیفیت کو دیکھتے ہیں، پس وہ کہتے اے بلال ابھی سورج غروب نہیں ہوا۔ اور حضرت بلال کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افطار کرنے کے بعد تمہارے پاس آیا ہوں، اسطرح وفد کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلد افطار کرنے کی بات یاد ہو گئی اور حضرت بلال ان کی سحری کا کھانا لایا کرتے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے متعلق فجر کے بارے میں ڈرتا تھا۔

لہ مغازی الواقدی جلد ۳ صـــ ۹۶۸

اسطرح ثقیف نے اسلام قبول کیا اور اس کے اسلام میں داخل ہوجانے سے جزیرۂ عرب میں اسلام سے دشمنی کرنے والی کوئی اہم قوت باقی نہ رہی اور ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے بعد، جزیرہ عرب کی تمام اطراف سے بقیہ قبائل، اسلام میں داخل ہونے کیلئے مدینہ آنے لگے۔

امیر ثقیف

اور جب مدینہ میں ثقفی وفد کے قلوب، اسلام سے منور ہوگئے اور وہ عظیم اسلامی سوسائٹی میں شامل ہوگئے تو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کیلئے امیر مقرر کردیں جس کی طرف سے وہ اپنے علاقے کے انتظام و احکام کے بارے میں رجوع کریں اور وہ ان کی راہنمائی کا ذمے دار ہو۔ اور نماز میں ان کی امامت کرے۔

انھوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ہم پر ایک آدمی کو مقرر فرما دیجئے جو ہماری امامت کرے۔ اور اسلام میں امارت سنبھالنے کا پیمانہ دین کی سمجھ اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے تمام بلاد کیلئے حضرت عثمان بن ابو العاص کو امیر منتخب کیا۔ اور وفد کے تمام آدمیوں سے عثمان کا کمسن ہونا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انھیں ثقیف کا امیر مقرر کرنے سے مانع نہیں ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اسلام اور قرآن سیکھنے کا شدید لپکنے کی وجہ سے ان کا امیر مقرر کیا۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ وہ وفد کے تمام آدمیوں سے پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تمام طائف کا امیر مقرر کیا۔ اور امیر مقرر کرنے کے بعد انھیں بلند الکلام نبویہ سے نوازا۔ حضرت عثمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آخری وصیت یہ کی۔

"ایسے آدمی کو مؤذن مقرر کرنا جو اپنی اذان کا اجر نہ لیتا ہو اور جب تو لوگوں کا امام بنے تو ان کے سب سے کمزور آدمی کے حالات

کا خیال رکھو، اور جب تو اپنی نماز پڑھے تو یہ تیرا احساس کا معاملہ ہے۔[۱]

اور حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عثمان بن ابوالعاص کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا رسول اللہ، میں نے ان میں سے نوجوان کو دیکھا ہے جو اسلام کے سمجھنے اور قرآن سیکھنے کا ان سب سے زیادہ حریص ہے[۲] اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت، عثمان بن ابوالعاص کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ثقیف کا امیر بنا کر بھیجتے ہوئے آخری وصیت یہ کی تھی کہ

اے عثمان، نماز میں اختصار کرنا، اور لوگوں میں سب سے کمزور آدمی کا خیال رکھنا، بلاشبہ ان میں چھوٹے، بڑے کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔[۳]

اور جب ثقیف کے حلقہ بگوش ہونے کے تمام خاص اقدامات ہو چکے تو اس کے برعکس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور ان کے درمیان ایک دستاویز لکھی۔ اور ان کا امیر مقرر کیا۔ اور وہ اپنے علاقے طائف میں جانے کیلئے مدینہ چھوڑ گئے تاکہ اپنی قوم کو اپنے مذاکرات کے نتائج سے آگاہ کریں۔ اور انھیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیں۔ اور طائف میں ثقفی وفد کے ممبران کو اپنی قوم کی جانب سے پریشانیوں اور کچھ مقاومت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اور انھوں نے آسانی کے ساتھ اسلام قبول نہ کیا۔ لیکن وفد کے ممبران، ان کے حسب ونسب کے فخر سے مطمئن تھے اور انہوں نے ان کی اصلاح کی یہاں تک کہ وہ تمام پریشانیوں پر غالب آ گئے۔ اور تمام ثقفی اسلام میں داخل ہو گئے۔

متکبرلات کی تباہی اور کچھ پریشانیاں

منطقہ حجاز میں غربی نجد میں جہاں ہوازن کے عظیم اور ہشیار قبائل آباد تھے، سنہ ۹ھ میں ثقیف کا اسلام لانا، بت پرستی کے تابوت میں ٹھونکا جانے والا آخری کیل تھا کیونکہ ان علاقوں میں بت پرستی کا کوئی وجود، موجود نہ رہا تھا اور جس دن

ثقیف کے بُت لات کو توڑ گیا۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور اس بُت کو ثقیف نے خدا کے سوا معبود بنایا ہوا تھا تاکہ وہ انھیں اللہ کے قریب کردے۔ اور اس بُت کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

افرأیتم ... ...

... ...

... ...

من ربھم الھدیٰ [1]

لات کی تاریخ اور وہ کون تھا

اور یہ بات بھی بیان کرنے کے لائق ہے کہ لات ایک نیک آدمی کا نام ہے۔ جس نے قدیم زمانے میں حاجیوں کے راستے پر اپنے لئے ایک جگہ بنائی تھی۔ اور جب محتاج حاجی اس کے پاس سے گذرتے تھے تو وہ انھیں اس میں کھلایا کرتا تھا اور خود ان کے لئے ستو میں پانی یا گھی ملاتا تھا اور انھیں قربِ الٰہی حاصل کرنے کیلئے کھلاتا تھا، اس لئے اسے اس نسبت سے لات کا لقب دیا گیا ہے [2]

اور لات نیک آدمی (لات) فوت ہو گیا تو اس کی قوم نے اس کا مزار بنا دیا۔ اور وہ تکریم و تکبیر کیلئے وہاں جانے لگے اور زمانے کے گذرنے اور جہل کے چھا جانے اور لوگوں کے حضرت ابراہیم کے دین توحید کو چھوڑ دینے سے لات ایک بُت میں تبدیل ہو گیا۔ جس کی خدا کے سوا پرستش کی جانے لگی۔

---

[1] سورۂ نجم آیت ۲۳ [2] عربی زبان میں لت السویق کے معنی ہیں ستو میں پانی یا گھی ملانا اور جو شخص یہ کام کرے اسے اللات کہتے ہیں۔ چونکہ وہ نیک آدمی ستو میں پانی یا گھی ملا کر اور انھیں تیار کر کے حاجیوں کو کھلاتا تھا اسلئے اُسے اللات کا لقب دیا گیا۔ مترجم

[3]

اوراس کے حضور دعائیں اور طواف کئے جانے لگے اوراس کی تقدیس ہونے لگی اوراس کے
حضور قربانیاں اور نذریں گذاری جانے لگیں نہ اس اعتقاد سے کہ لات پیدا کرتا یا رزق
دیتا یا زندہ کرتا اور مارتا ہے بلکہ اس اعتقاد سے کہ وہ اللہ کا مقرب ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
کے ہاں ان کے لئے واسطہ بنے گا۔ یہ اُن کا اپنا خیال تھا۔ ان کے اس اساسی اصول
کی طرف قرآن کریم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ مالعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی ہم
صرف اس لئے ان کی عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا نزدیکی بنادیں۔

اور امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی سند سے سفیان سے اوراس نے منصور سے اوراس نے
مجاہد سے روایت کی ہے (افرایتم اللات والعزیٰ) وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اُن کے
لئے ستو میں پانی یا گھی ملایا کرتا تھا۔ اور سعید بن منصور سے روایت ہے کہ جو آدمی
بھی اس کے پاس سے گذرتا تھا۔ وہ اسے کھلاتا تھا۔ اور جب وہ فوت ہوا تو انہوں نے
اس کی عبادت شروع کردی۔ اور کہنے لگے۔ وہ لات ہے۔

اور عربوں کے نزدیک لات سب سے بڑا بُت تھا۔[۲] اور امام ہشام کلبی اپنی کتاب
"الاصنام" میں بیان کرتے ہیں کہ — لات، طائف میں تھا اور منات کے مقابلے میں
بنا تھا اور ایک چوکور پتھر تھا، اور ایک یہودی اس کے پاس ستو میں گھی یا پانی ملاتا تھا
اور ثقیف میں سے بنو عتاب بن مالک اس کے خادم تھے اور انہوں نے اس کے اوپر
ایک بلند نگ بنائی ہوئی تھی اور قریش اور تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے اور وہ عرب
(زید اللات اور تیم اللات) نام رکھتے تھے اور وہ آجکل طائف کی مسجد کے بائیں منار
کی جگہ پر ہے (یعنی کلبی کے زمانے میں) اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن کریم میں
کیا ہے (افرایت اللات والعزیٰ) اور عمرو بن الجعد ان کے بارے میں کہتا ہے ؎

---

۱ فتح المجید شرح کتاب التوحید ص ۲۴۹ ۲ فتح المجید ص ۲۵۲

میرا جام پہنچانے کو چھوڑنا اس شخص کی طرح ہے جو لات سے بیزار ہو گیا ہو۔ حالانکہ وہ پہلے اس کی خدمت کرتا تھا"

اور متلمس، عمرو بن المنذر کی ہجو میں لات کے بارے میں کہتا ہے ؎

تو نے مجھے ہجو کے خوف سے جلاوطن کر دیا ہے اور لات اور پتھر حکومت نہیں کر سکتے۔

اور مسلسل اس کی یہی کیفیت رہی، یہاں تک کہ ثقیف نے اسلام قبول کر لیا۔ اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا جنھوں نے اسے توڑ کر آگ میں جلا دیا۔ اور جب لات کو توڑا اور جلایا گیا تو اس وقت ابن عارض الجشمی نے ثقیف کو اس طرف واپس آنے سے منع کرتے ہوئے، اور ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

"لات کی مدد نہ کرو، بیشک اللہ اس کا بادشاہ ہے، اور وہ تمھاری کیسے مدد کر سکتا ہے۔ جو خود اپنی مدد نہیں کر سکتا۔ اور جسے آگ میں جلایا گیا اور آگ روشن ہو گئی۔ اور اس کے پتھروں کے پاس کسی کینے نے جنگ نہیں کی۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے صحن میں اتریں گے تو وہ کوچ کر جائیں گے۔ اور اس کے باشندوں میں سے کوئی بشر اس کے پاس نہیں رہے گا۔

اور اوس بن حجر لات کی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے ؎

لات اور عزیٰ کی قسم، اور جو ان کے دین کو اختیار کرنے والے ہیں اور اللہ کی قسم اللہ ان سب سے بڑا ہے [۱]

---

[۱] کتاب الاصنام ص۱۷

اور عربوں کے دلوں میں عموماً اور ثقیف کے دلوں میں خصوصاً، عرب کے اصنام میں سے لات بت کی سب سے زیادہ اہمیت تھی، ہزاروں سال گزرے ہیں کہ طائف میں اعراب نسل بعد نسل اس بُت کی تقدیس و تعظیم کرتے چلے آرہے ہیں اور عبد یالیل کی سرکردگی میں ثقیف کا جو وفد مدینے گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ثقیفوں کے دلوں میں اس متکبر بُت کا کیا مقام ہے جنہوں نے اپنے سردار عروہ بن مسعود کو اس لئے قتل کر دیا تھا کہ اس نے مدینہ سے مسلمان ہو کر واپس آنے پر حسب دستور اس بت کے پاس اپنا سر نہیں منڈایا تھا۔ بلکہ شعار توحید یعنی اذان کو بلند کیا تھا۔

جب مدینہ میں وفد کے آدمیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور وہ اچھے مسلمان ہوگئے تو اس کے بعد بھی وہ ان صعوبتوں کا تصور کرتے تھے جو انھیں لات بُت سے اپنی قوم کو علیحدگی اختیار کرنے پر رضامند کرنے اور اپنے اسلام کی صحت کیلئے بنیادی شرط کے طور پر اسے توڑنے کو قبول کرنے کے بارے میں پیش آئی تھی، اس لئے ثقیف کے مذاکراتی وفد نے (جبکہ وہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہا تھا) فوری طور پر لات کے توڑنے کے بارے میں اپنے خوف کا اظہار کیا۔ اور یہ خوف، اس متوقع سزا سے پیدا ہوا تھا کہ اگر ثقیف کے عوام نے اپنے وفد کے زعماء کو دیکھا کہ وہ مدینہ سے واپسی پر اس لات کے توڑنے کا منصوبہ لے کر آرہے ہیں جو ہزاروں سال سے ان کا معبود ہے تو وہ عنقریب ان کے در پے ہوں گے۔ اس لئے عبد یالیل اور اس کے وفد کے بقیہ ممبران نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ لات کے باقی رہنے کی اجازت دیں۔ اور اس اساس پر اس کے تین سال باقی رہنے سے درگذر کریں کہ اس کے دوران ثقیف کے زعماء ثقیفوں کے دلوں سے نفرت کو دُور کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں تک وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور کسی پریشانی کے بغیر اپنے سب سے بڑے بُت لات

کے توڑنے پر راضی ہوجائیں۔

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو صرف بت پرستی کے تمام اثرات کو مٹانے کے لئے آئے تھے انھوں نے ثقفی وفد کے مطالبے کو رد کردیا۔ اور (توحید کے قیام کیلئے) اسی لات بت کے توڑنے اور اس کے تباہ کرنے کیلئے اس پر قابو پانے پر اصرار کیا کیونکہ اس بت کے باقی رہنے سے ثقیف کے عوام کے دلوں میں اس کی جو تقدیس موجود تھی وہ باقی رہتی تھی اور یہ بات ان میں اشاعت اسلام کے لئے معاون ہونی تھی بلکہ اس کے برعکس اس نے اس راستے میں ایک رکاوٹ بن جانا تھا۔ اس لئے کہ ثقیف پر اسلام پر غلبہ کے باوجود اس بت کے باقی رکھنے کی اجازت (ایک اور نقطۂ نگاہ) دینے کا مفہوم یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قیام توحید کے پہلو بہ پہلو، شرک کے طریقوں پر عمل کرنے سے بھی موافقت رکھتے ہیں۔ اور یہ ایک تناقض ہے جسے فطرت اسلام رد کرتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جب آپ ہجرت سے قبل اپنے چند صحابہ کے ساتھ مکہ میں شدید دورِ آزمائش میں تھے، اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ حالانکہ اس وقت آپ کے پاس اپنے پہلو میں کھڑی ہونے والی عسکری قوت بھی نہ تھی، پس اب وہ اس تناقض کے ساتھ کیسے موافقت کرسکتے تھے، جبکہ تمام جزیرہ عرب آپ کا مطیع ہو کر توحید کی فوج بن چکا تھا۔

اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لات کے باقی رکھنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا۔ اور اس بات پر اصرار کیا کہ جب ثقیف کا وفد واپس جائے تو سب سے پہلا کام جس کی تکمیل واجب ہے۔ وہ لات بت کا توڑنا ہے۔ اور ثقفی وفد نے (جو اسلام قبول کرچکا تھا) اس امر پر اتفاق کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ پایا۔

ہاں ثقفی وفد کے آدمیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گذارش کی کہ انہیں لات اور دیگر اصنام کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے کے بارے میں معافی دی جائے

اور مطالبہ کے پورا کرنے سے دعوتِ توحید یا وفد کے آدمیوں کے اسلام پر کوئی نقصان دہ اثر نہیں پڑتا، پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقفی وفد کی گذارش سے اتفاق کرتے ہوئے ہوئے فرمایا۔

"اب رہی بات تمہارے بتوں کو اپنے ہاتھوں سے توڑنے کی، تو ہم آپ کو اس سے بری کرتے ہیں[1] اور فرمایا میں اپنے صحابہؓ کو اس کے توڑنے کا حکم دیتا ہوں۔"

اور ثقفی وفد، ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے بعد طائف واپس آگیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لات اور ثقیف کے دیگر اصنام کے توڑنے کے بارے اوامرِ رسولؐ کی تنفیذ کیلئے طائف گئے اور جب دونوں حضرات طائف پہنچے تو مغیرہ نے ابوسفیان سے کہا کہ وہ آگے بڑھ کر لات کو توڑے لیکن ابوسفیان کو اس تکلیف کا علم تھا جو عروہ بن مسعود کو اپنی قوم کے ہاتھوں پہنچی تھی، انھوں نے اسے لات کی تقدیس نہ کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا۔ اس لئے اس نے مغیرہ سے کہا کہ توڑنے کی ابتداء وہ کرے، اس نے کہا (اپنی قوم کے پاس جاؤ)[2]

پس حضرت مغیرہ بنفسِ نفیس چودہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ اپنی قوم کے بت لات کے پاس گئے۔ تاکہ لات اور اس کے اردگرد جو ذیلی بلڈنگیں بنی ہوئی ہیں انہیں تباہ کر دیں، پس حضرت مغیرہ نے لات بت کے اردگرد ثقیف کے عوام کا ایک بہت بڑا اجتماع دیکھا، لیکن جب آپ نے لات کو توڑنے کا آغاز کیا تو انہوں نے کسی مقابلے کا اظہار نہ کیا۔ ہاں ثقیف میں سے بنی معتب (مغیرہ کی قوم) نے آپ کو اس بات پر رضامند کرنے کی کوشش کی کہ آپ اپنے آپکو لات کے توڑنے کی مشکل میں پھنسا ئیں اور انہوں نے (اپنے خیال کے مطابق) اس خوف کی بناء پر کہیں اس بت سے انھیں گزند نہ پہنچ جائے، انہیں توڑنے میں پہل نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس بت

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۸۵، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۸ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۷۱

کے بارے میں جاہلی اعتقاد کے اثرات ابھی ان کے دلوں میں باقی تھے۔

مگر حضرت مغیرہؓ نے (جو اسلام میں بڑے معتبر مانے گئے) اپنی قوم کے اس گمراہ کن اشتباہ کا مذاق اڑایا۔ پھر عوام کے مجمع کے سامنے کدال اٹھائی۔ اور ان کے بت لات کی عمارت پر چڑھ گئے اور اس کی چوٹی پر پہنچ گئے اور عوام — جو لات کے بارے میں اپنے دلوں میں بت پرستانہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اور یہ یقین رکھتے تھے کہ لات اپنا دفاع کرے گا۔ اور مغیرہ کو ہلاک کر دے گا۔ اور زندگی کا خاتمہ کر دیگا، مگر ایسا کوئی واقعہ نہ ہوا اور موجود لوگ حضرت مغیرہ بن شعبہ کیطرف حیرت سے دیکھنے لگے اور وہ اس بت کو ضرب لگا رہے تھے جس کی طائف میں خدا کے سوا، ہزاروں سال سے پرستش کی جا رہی تھی۔ آپ نے اس کے ایک ایک پتھر کو توڑا حتیٰ کہ اس کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا مگر وہ آپکو کوئی گزند نہ پہنچا سکا اور لات کے توڑنے سے جزیرۂ عرب کی سب سے بڑی حماقت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ لات کی حماقت تھی جو عرب کے بت پرستوں کے نزدیک سب سے بڑا معبود تھا، پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابو سفیان بن حرب علاقے میں ثقیف کے بقیہ بتوں کے توڑنے میں لگ گئے اور لات اور ان کے بقیہ بتوں کی توڑ پھوڑ سے، منطقہ حجاز میں بت پرستی کی آخری علامت کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت مغیرہؓ نے ثقیف کے لوگوں کو کیسے ہنسایا

مورخین اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ثقیف کے لوگوں کو ہنسانے اور ان کے غلط اعتقاد اور ان کی عظیم جہالت پر دلیل قائم کرنے اور یہ کہ وہ ان کے اجداد وہم میں زندگی بسر کرتے تھے) متکبر لات کو توڑتے ہوئے یہ مظاہرہ کیا کہ اس نے آپ سے اپنا انتقام لے لیا ہے، لیکن آپ بظاہر بے ہوش ہو کر گر پڑے تاکہ دیکھیں کہ بت کے ارد گرد جمع ہونے والے عوام کا کیا ردِّ عمل ہوتا ہے اور ان عوام میں بڑا ردِّ عمل ہوا۔ جونہی حضرت مغیرہ گرے اور بے ہوش ہونیکا مظاہرہ

کیا تو دھوکہ خوردہ عوام اپنے معبود لات پر فخر کرتے ہوئے چلا اُٹھے کہ لات کو جو شخص نقصان پہنچانا چاہے گا وہ اس پر خاموش نہیں رہے گا۔

اور ابھی سادہ اور دھوکہ خوردہ عوام اپنے وہم کے نشے میں ہی تھے کہ لات نے اپنا بدلہ لے لیا ہے کہ اچانک حضرت مغیرہ بن شعبہ ان بے عقلوں سے مذاق کرتے ہوئے زجر و توبیخ کے ساتھ انھیں یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اے گروہ ثقیف، عرب کا کوئی قبیلہ ثقیف سے زیادہ عقلمند نہیں لیکن عرب کا کوئی قبیلہ تم سے زیادہ احمق نہیں، تم ہلاک ہو جاؤ، لات، عزیٰ اور الربہ کیا ہیں؟ اس پتھر کی طرح ایک پتھر ہیں جسے معلوم نہیں کہ کون اس کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ تم ہلاک ہو، کیا لات سنتا، دیکھتا یا نفع و نقصان دیتا ہے؟ پھر آپ نے اُسے توڑ دیا۔ اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ مل کر اسے توڑا۔[1]

اور مصادر حدیث میں لات بت کے توڑنے کے متعلق بیان ہوا ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ کی قوم بنی معتب کو پتہ چلا کہ ان کے فرزند مغیرہ نے لات بت توڑنے کی ذمہ داری لی ہے تو انہوں نے ہتھیار پہن لئے اور اس خوف سے اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے کہ ثقیف اسے اس کے چچا عروہ بن مسعود کی طرح قتل نہ کر دیں پس بنو معتب، مغیرہ کی حفاظت کرنے لگے۔ یہاں تک آپ نے لات کے توڑنے کی کارروائی مکمل کر لی۔ اور ثقیف آپ کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے، اسی لئے ابو سفیان نے مغیرہ بن شعبہ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے بت کے توڑنے میں پہل کریں، کیونکہ ابو سفیان کو معلوم تھا کہ مغیرہ کا قبیلہ، ہتھیاروں سے اس کی حفاظت کرے گا۔[2]

ثقیف اور انکے بت لات کے متعلق واقدی کا طویل بیان

امام واقدی ان عقول کے قرب کے متعلق طویل گفتگو کرتا ہے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۷۲ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۷۱

جولات اور عزیٰ کی تقدیس میں لگی ہوئی تھی اور ان مصائب اور پریشانیوں کو بھی بیان کرتا ہے جو ثقیف کو لات اور بقیہ اصنام کی پرستش سے علیحدگی پر رضامند کرنے کیلئے ثقفی وفد کو پیش آئیں اور وفد نے مختلف طریقے اور حیلے اختیار کئے یہاں تک اس نے ثقیف کو اس امر پر رضامند کر لیا ' ان کے لئے سب سے محفوظ ذریعہ یہ ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ واقدی ـــ وفد کے اپنی قوم ثقیف کے پاس آنے اور جس طرح انھوں نے اس سے ملاقات کی اس کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ـــ پھر وفد طائف جانے کیلئے چل پڑا اور جب وہ ثقیف کے قریب ہوئے تو عبد یالیل نے کہا ' میں ثقیف کو سب لوگوں سے بہتر جانتا ہوں اس قضیہ کو پوشیدہ رکھو۔

یعنی اس معاہدے کو جو وفد اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان طے پایا ہے۔ اور انھوں نے ان کو جنگ و قتال سے ڈرایا۔ اور انھیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ان امور کے متعلق دریافت کیا ہے جن کو ہم نے عظمت دے رکھی ہے پس ہم نے ان کی بات نہیں مانی اور آپ نے ہم سے زنا اور شراب کی حرمت کے متعلق پوچھا ہے اور یہ کہ ہم اپنے اموال میں سود کو چھوڑ دیں۔ اور لات کو توڑ دیں۔ اور جب وفد قریب آیا تو ثقیف باہر نکلے اور وفد نے انھیں دیکھا تو تیز حال چلے ' اور اونٹوں کو تارکول ملا اور غمزدہ آدمیوں کی طرح اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور کوئی اچھا جواب نہ دیا۔ پس جب ثقیف نے وفد کے چہروں کی کیفیت دیکھی تو وہ غمگین اور پریشان ہو گئے۔ اور ان میں سے بعض نے کہا کہ تمھارا وفد کوئی بھلائی لیکر نہیں آیا۔ اور وفد نے آکر سب سے پہلے لات کے متعلق گفتگو کی۔ اور جب وفد لوگوں کے پاس گیا تو لوگوں نے کہا ' اور وہ اسی طرح کیا کرتے تھے ' پس لوگ آگئے اور وہ مسلمان تھے اور انھوں نے دیکھا کہ وہ جس بات کو لے کر گئے تھے اس سے اپنا دفاع

کر رہے ہیں ۔ اور ثقیف کہنے لگے ۔ گویا نہ ان کا ان کے ساتھ کوئی عہد تھا اور نہ انھوں نے انھیں دیکھا تھا پھر ہر کوئی اپنے گھر والوں کے پاس واپس آگیا اور ثقیف کی ایک جماعت نے آکر ان سے پوچھا تم کیا بات لے کر واپس آئے ہو ۔ ؟ اور وفد نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کر لی تھی کہ وہ آپکے متعلق عیب دار باتیں کریں گے ۔ آپ نے انھیں اجازت دیدی تھی ۔ انہوں نے کہا، ہم ایک سخت کلام اور تند خو آدمی سے آپکے پاس آئے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور اس نے تلوار کے ساتھ فتح پائی ہے اور عربوں کو ذلیل کر دیا ہے، اور لوگ اس کے مطیع ہو گئے ہیں اور بنو اصغر اپنے قلعوں میں اس سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ اور لوگوں کی حالت یہ ہے کہ یا تو وہ اس کے دین میں رغبت رکھتے ہیں، اور یا اس کی تلوار سے خائف ہیں، اور اس نے ہمارے سامنے چند سخت امور پیش کئے ہیں جنھیں ہم نے عظمت دی ہوئی ہے اور ہم نے ان کا معاملہ اس پر چھوڑ دیا ہے، اور اس نے ہم پر زنا، شراب اور سود کو حرام کر دیا ہے اور یہ کہ ہم اپنے لات کو توڑیں، ثقیف کہنے لگے، ہم تو یہ کام کبھی نہیں کریں گے ۔ وفد نے کہا، ہماری زندگی کی قسم ہم نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور اسے بڑی بات قرار دیا۔ مگر ہم نے دیکھا کہ اس نے ہم سے انصاف نہیں کیا۔ پس اپنے ہتھیاروں کو ٹھیک کرو اور اپنے قلعہ کی مرمت کرو اور اس پر آلات سنگ باری اور منجنیقیں نصب کرو۔ اور ایک دو سال کا کھانا اپنے قلعے میں لے جاؤ، وہ دو سال سے زیادہ آپ کا محاصرہ نہیں کر سکے گا اور اپنے قلعے کے پیچھے خندق کھودو، اور اس کام کو جلدی جلدی کرو، کیونکہ ہم اس کے معاملے میں بے خوف نہیں ہیں۔ پس وہ ایک یا دو دن جنگ کے ارادے پر قائم رہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ ہم میں اس کے ساتھ

لڑنے کی طاقت نہیں اس نے سب عربوں کو ذلیل کر دیا ہے، پس تم اس کے پاس جاؤ اور جو وہ مطالبہ کرتا ہے اُسے پورا کرو اور اس کے ساتھ مصالحت کرو، اور قبل اس کے وہ ہماری طرف چل پڑے اور فوجوں کو بھیج دے۔ اپنے اور اس کے درمیان ایک تحریر لکھ دو۔

اور جب وفد نے دیکھا کہ انہوں نے قبضہ تسلیم کر لیا ہے، اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مرعوب ہو گئے ہیں۔ اور اسلام میں دلچسپی لینے لگے ہیں اور خوف کی بجائے امن کو تسلیم کر لیا ہے تو وفد نے کہا ہم نے آپ سے فیصلہ کر لیا ہے اور ہم نے جس چیز کو پسند کیا ہے۔ آپ نے ہمیں دی ہے۔ اور آپ نے ہم پر وہ شرائط عائد کی ہیں جو ہم نے پسند کی ہیں اور ہم نے لات کے توڑنے کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے توڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ آپ اسے توڑنے کیلئے آدمی بھیجیں گے اور وہ اسے توڑنے کیلئے آدمی بھیج رہے ہیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ثقیف کا ایک شیخ جس کے دل میں شرک کا کچھ اثر باقی تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم ہمارے اور اس کے درمیان جو بات پائی جاتی ہے وہ اس کا مصداق ہے اور اگر اس نے توڑنے کی قدرت پالی تو وہ سچا اور ہم جھوٹے ہوں گے اور اگر وہ بچ گیا تو اس کے بعد اس کے متعلق اثر ہو گا۔ حضرت عثمان بن العاص نے فرمایا "تیرے نفس نے تجھے جھوٹی آرزو دلائی ہے اور فریب نے تجھے دیا ہے، لات کیا ہے؟ اور لات کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ کس نے اس کی پرستش کی ہے اور کس نے نہیں کی۔ جس طرح عزیٰ کو یہ نہیں معلوم کہ کس نے اس کی عبادت کی ہے اور کس نے نہیں کی۔ حضرت خالد بن ولید نے اکیلے ہی جا کر اُسے توڑ دیا اور یہی اساف[1] اور ہبل[2] اور منات کا حال ہے جنہیں ایک آدمی نے جا کر توڑ پھوڑ دیا تھا اور

---

[1] کلبی اپنی کتاب "الاصنام" میں بیان کرتا ہے کہ اساف اور نائلہ ان کے بت تھے۔
(باقی حاشیہ ص ۳۵۰ پر)

سواع[۱] کو بھی ایک آدمی نے جاکر توڑ دیا، کیا ان میں سے کوئی چیز بچ گئی؟ ثقفی نے کہا۔ جن بتوں کا تو نے ذکر کیا ہے لات اُن سے کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتا۔ حضرت عثمان نے کہا۔ عنقریب تجھے اس کا پتہ چل جائے گا۔ پھر امام واقدی مسلسل بات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ دو تین دن ٹھہرے پھر چلے گئے۔ اور ابو ملیح بن عروہ اور قارب بن اسود، اپنی مرضی سے ابوسفیان کے مغیرہ کے ساتھ لات کے توڑنے کے لئے جانا چاہتے تھے، ابو ملیح نے کہا یا رسول اللہ، میرا باپ قتل ہو گیا ہے اور اس کے ذمے دو سو مثقال سونا قرض ہے، اگر آپ اسے لات کے زیورات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ص۳۴۹)

ان دونوں کو مسخ کرکے کعبہ کے پاس رکھا گیا تھا۔ تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ پس جب ان کا قیام طویل ہو گیا۔ اور اصنام کی پرستش ہونے لگی تو ان کے ساتھ ان دونوں کی بھی پوجا ہونے لگی اور ان میں سے ایک کعبہ کے پہلو میں تھا اور دوسرا زمزم کی جگہ پر تھا اور جو کعبہ کے پہلو میں تھا قریش اسے اٹھا کر دوسرے کے پاس لے گئے اور ان دونوں کے پاس قربانیاں کرتے تھے۔

[۱] ھبل، قریش کے بڑے بتوں میں سے تھا، کلبی بیان کرتا ہے کہ وہ انسان کی شکل پر سرخ عقیق سے بنا ہوا تھا۔ اور اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش نے اُسے اسی حالت میں پایا تھا۔ اور انہوں نے اسے اسی حالت میں پایا تھا اور انہوں نے اس کا ہاتھ سونے سے بنا دیا۔ سب سے پہلے اُسے خزیمہ بن مدرکہ نے نصب کیا۔ اور اسے ہبل خزیمہ کہا جاتا تھا۔ ... اور وہ کعبہ کے وسط میں تھا۔ اور اس کے آگے سات تیر پڑے تھے۔ جن کے آغاز میں صریح اور آخر میں ملصق لکھا ہوتا تھا۔ پس جب انہیں کسی بچے کے بارے میں شکایت ہوتی تو اس کی خدمت میں صدیہ پیش کرتے پھر تیر کو گھماتے، اگر صریح نکلتا تو اسے ساتھ ملا لیتے اور اگر ملصق نکلتا تو اسے دور کر دیتے.. اور میت اور نکاح پر بھی تیر گھماتے۔ اور تین باتوں کی تفسیر مجھے معلوم نہیں ہو سکی۔ اور جب کسی معاملے میں وہ جھگڑ پڑتے، یا سفر یا کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے پاس آتے اور تیروں سے قسمت معلوم کرتے اور جو کچھ نکلتا اسی پر عمل کرتے تھے اور اس کے پاس جاتے، اور اس کے پاس حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ (حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد) کے متعلق تیر گھمایا تھا اور یہی وہ بُت ہے جس کے متعلق ابوسفیان بن حرب نے احد کے روز کامیابی کے وقت اُعل ہبل کا نعرہ لگایا تھا۔ یعنی تیری آن بلند ہو۔... تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اللہ اعلیٰ واجل (باقی ص۳۵۱ پر)

سے ادا کرنا چاہتے ہیں تو ایسا کر دیجئے، آپ نے فرمایا بہت اچھا، اور قارب بن اسود نے کہا میرے باپ اسود بن مسعود نے عروہ کی طرح قرض چھوڑا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسود کافر ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، تو قارب نے عرض

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۵۰)

لہ۔ عرب کے پانچ مشہور اصنام میں سے وَد (واؤ کی فتحہ کے ساتھ) ہے اور آغاز تاریخ سے یہ (وَد سواع، یغوث، سر اور یعوق) حضرت نوح کی قوم کے معبود جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ قال نوح رب انھم عصونی و اتبعوا من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا ..... ومکروا مکرا کبارا ... وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ... وقد اضلوا کثیرا ولا تزد الظالمین الا ضلالا ۔۔۔ ابو المنذر ہشام بن محمد الکلبی اپنی کتاب "الاصنام" میں بیان کرتا ہے اور حضرت اسماعیل کی اولاد اور دیگر لوگوں میں سے جس نے سب سے پہلے ان بتوں کو بنایا اور ان کے نام رکھے اس کا نام ہذیل بن مدرکہ تھا۔ اور ان کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انہوں نے اس وقت کیا جب انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کے دین کو چھوڑ دیا تھا۔

انہوں نے سواع بنایا، یہ ان ینبع میں رہا، اور ینبع، مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے اور بنو لحیان اس کے خادم تھے اور کلب نے دومۃ الجندل میں "ود" بنایا اور عمرو بن لحی جرہمی جب قریش سے قبل مکہ کا حاکم تھا تو وہ ود بت کو لایا تھا اور عمرو نے، عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن دبرہ تغلب بن حلوان بن عمران بن الحلال بن قضاعہ کو ود بت دے دیا اور عوف اس بت (وَد) کو وادی القری میں لے گیا اور اسے دومۃ الجندل میں رکھ دیا۔ اور اپنے بیٹے کا نام عبدود رکھا اور یہ پہلا شخص ہے جو اس نام سے موسوم ہوا۔ اور یہ پہلا شخص ہے جس نے عبدود نام رکھا۔ پھر بعد عربوں نے یہ نام رکھا۔ اور بت (وَد) دومۃ الجندل میں معبود بنا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید نے ۹ھ میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تبوک سے بھیجا تھا اسے توڑ پھوڑ دیا۔۔۔ امام کلبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مالک بن حارثہ سے کہا کہ مجھے ود کا حال سناؤ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں تو اس نے کہا کہ وہ ایک اسٹیچو تھا جیسے بڑے آدمیوں کا ہوتا ہے اور اس پر دو منقش کپڑے تھے ایک کپڑے کا وہ ازار بند باندھے ہوئے تھا اور دوسرے کو اوڑھے ہوئے تھا۔ اور ایک تلوار لٹکائے ہوئے تھا اور کندھے پر ایک کمان بھی رکھے ہوئے تھا۔ اور اس کے سامنے ایک برچھا پڑا ہوا تھا۔ جس پر جھنڈا لگایا ہوا تھا اور ایک ترکش تھا جس میں تیر تھے۔

کیا " آپ قرابت داری کے لحاظ سے اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں، اب قرض میرے ذمہ
اور میں اس کے بارے میں مطلوب ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں
صلہ رحمی کروں گا پس آپ نے عروہ اور اسود کے قرض کو متکبر لات سے ادا کیا۔

اور ابوسفیان اور مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے توڑنے کیلئے گئے اور جب وہ
طائف کے نزدیک پہنچے تو مغیرہ نے ابوسفیان سے کہا کہ آگے بڑھ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کے حکم پر عمل کیجئے تو ابوسفیان نے کہا، بلکہ آپ اپنی قوم کے مقابلہ میں جرأت
کیجئے۔

پس حضرت مغیرہ چودہ پندرہ آدمیوں کے ساتھ لات توڑنے کیلئے آگے بڑھے، اور
عشاء کے وقت طائف پہنچے اور رات گذاری، پھر صبح کے وقت لات توڑنے کیلئے گئے
حضرت مغیرہ نے اپنے ساتھیوں سے جو آپ کے ساتھ آئے تھے کہا کہ میں آج ثقیف کے بارے
میں تمہیں ضرور ہنساؤں گا پس آپ نے کدال پکڑی، کدال سمیت لات کے سر پر کھڑے
ہو گئے۔ اور آپکی قوم بنو معتب اس خوف کے پیش نظر کہ کہیں آپکو اپنے چچا عروہ کی طرح گزند
پہنچے۔ اور ہتھیاروں کے ساتھ آپکی حفاظت میں کھڑی ہو گئی ابوسفیان بھی اسی کیفیت
آ گیا۔ اور کہنے لگا، ہرگز نہیں۔ مجھے خیال آیا کہ تو لات کی جانب مجھ سے پیش قدمی کر گیا ہے
اور اگر میں تم سے توڑنے کیلئے تیار ہو جاتا تو بنی معتب میری حفاظت میں کھڑے ہو جاتے
مغیرہ نے جواب دیا۔ لوگوں نے آنے سے بیشتر ہی اس پر اتفاق کر لیا ہے اور امن کو خوف
پر ترجیح دی ہے۔

واقدی بیان کرتا ہے کہ ثقیف کی مستورات چہروں کو ننگے کئے ہوئے لات پر
بکا کرتی ہوئی آئیں اور غلام، بچے اور جوان دور رہے اور دوشیزگان بھی آئیں اور جب مغیرہ
نے کدال کے ساتھ ضرب لگائی تو بے قراری کے ساتھ بے ہوش ہو کر گر پڑے
اہل طائف بیک آواز پکارے ہرگز نہیں، تم نے خیال کیا تھا کہ لات اپنی حفاظت

نہیں کر سکتا۔ ہاں خدا کی قسم ضرور حفاظت کرے گا۔ اور حضرت مغیرہ کچھ دیر تک اسی حالت میں رہے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے۔

"اے گروہ ثقیف، عرب کہا کرتے تھے کہ عرب کا کوئی قبیلہ تم سے زیادہ احمق نہیں، تم ہلاک ہو، لات، عزیٰ اور الربہ کیا ہیں، کیا اس پتھر کی طرح ایک پتھر ہیں، جسے معلوم نہیں کہ کون اس کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا" تم ہلاک ہو، کیا لات سنتا اور دیکھتا ہے یا نفع نقصان پہنچاتا ہے؟ پھر آپ نے اسے توڑ دیا۔ اور لوگوں نے آپکے ساتھ مل کر اسے توڑا تو خادم کہنے لگا اور ثقیف میں سے لات کے خادم بنو العجلان بن مالک تھے بن عتاب بن مالک تھے اور ان میں سے عتاب بن مالک بن کعب اور پھر اس کے بیٹے ان کے سردار تھے۔

"آپ دیکھیں گے کہ جب وہ اس کی بنیاد تک پہنچے گا تو بنیاد غضب ناک ہو کر ان کو دھنسا دے گی۔ اور جب حضرت مغیرہ نے یہ بات سنی تو آپ نے بنیاد کھودنے کا کام سنبھال لیا۔ یہاں تک کہ اس کی قامت کے نصف تک پہنچ گئے۔ پھر اس کے جبڑے کے نچلے حصے تک پہنچ گئے جہاں اسکا خزانہ تھا اور انہوں نے اس کے زیورات اور لباس جو کچھ ان میں خوشبو اور سونا چاندی تھا، راوی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک بڑھیا کہتی تھی کہ کمینوں نے اسے چھوڑ دیا ہے اور شمشیر زنی ترک کر دی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ملا آپ نے اسے ابو ملیح، قارب اور دوسرے لوگوں کو دے دیا۔ اور اسے راہِ خدا میں اور ہتھیاروں کے خریدنے میں خرچ کیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر لکھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ نبی، رسول اللہ کی جانب سے مومنین کی طرف تحریر ہے کہ طائف کا

شکار اور اس کے بڑے کانٹے دار درختوں کو نہیں کاٹا جائیگا اور جو ایسا کرتا پایا گیا اُسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اور اس کے کپڑے اتار لئے جائیں گے اور اگر کسی نے اس سے تجاوز کیا تو اسے پکڑ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا جائے گا، کیونکہ آپ ہی نے یہ حکم دیا ہے .... اور حضرت خالد بن سعید نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق لکھا تھا کہ کوئی آدمی اس سے تجاوز نہ کرے اور جو شخص آپکے حکم کو نہ مانے گا وہ اپنی جان پر ظلم کریگا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے شکار اور اس کے کانٹے دار درختوں کے کاٹنے سے منع فرمادیا تھا اور جو شخص ایسا کرتے ہوئے پایا گیا۔ اس کے کپڑے اتار لئے جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر حضرت سعد بن ابی وقاص کو امیر مقرر کیا[1]

اس طرح لات کے توڑنے اور ثقیف کے اسلام میں داخل ہونے کی کارروائی اختتام کو پہنچی اور منطقہ حجاز میں اسلام اور بت پرستی کے درمیان کشمکش کا آخری مرحلہ ختم ہوگیا اور یہ تمام علاقہ اسلامی جماعت میں داخل ہوگیا اور حجاز کی جانب میں بت پرستی کا کوئی وجود باقی نہ رہا۔ اور ثقیف ۹ھ کے آخر میں مسلمان ہوئے، یعنی حنین کے فیصلہ کن معرکہ میں تمام ہوازن اور ثقیف کے شکست کے کھانے کے بعد تقریباً ایک سال بعد، اور ہجرت کے نویں سال کو عام الوفود کا سال کہا جاتا ہے اور اسی سال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ صورت نازل فرمائی تھی کہ ۔

اذا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان توابا[2]

جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئیگی تو آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھیں گے پس اپنے رب کی تسبیح کیجئے۔ اور اس سے استغفار کیجئے ۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۶۱ تا ۹۷۳، [2] سورۃ النصر

فصل ششم

تحلیل و تجزیہ

- معرکہ میں فریقین کے مقتولین کی تعداد کے بارے میں شک
- حنین سے حاصل ہونے والے اسباق
- پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب
- شکست کے بعد، مسلمانوں کی فتح کے اسباب
- شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبات، مسلمانوں کی پوزیشن کی درستگی کا اہم آئیٹم ہے۔
- فتح کے بعد ہوازن کی شکست کے اسباب
- محاصرہ طائف کی ناکامی کے اسباب

معرکہ حنین میں فریقین کے مقتولین

اسلامی تاریخ کے مصادر، طبری، واقدی اور ابن اسحاق کی طرف رجوع کرنے سے ہمیں حنین کے روز، چار آدمیوں کے سوا، اور کسی آدمی کے شہید ہونے کا ذکر نہیں ملتا اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ایمن بن عبید، جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ ام ایمن کے بیٹے تھے اور ابن اسحاق نے انھیں قریشی میں شمار کیا ہے۔

۲۔ سراقہ بن حارث، انصار میں سے ہیں۔

۳۔ رقیم بن ثابت بن ثعلبہ بن زید بن لوذان، اور ابن اسحاق ان کو چھوڑ کر ان کے بجائے یزید بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب کا ذکر کرتا ہے، جبکہ واقدی کا بیان ہے کہ یزید طائف کے محاصرہ میں شہید ہوئے نہ کہ حنین میں۔

۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کے چچا عامر اشعری

مگر مشرکین کے مقتولین کے بارے میں مورخین نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی۔ اور نہ ہی بنی مالک کے چار آدمیوں کے سوا انہوں نے کسی کا نام بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

۱۔ اللجلاج

۲۔ ایک آدمی جسے ذھب کہتے تھے

۳۔ عثمان بن عبداللہ، یہ ثقیف کا سردار تھا

۴۔ عوف بن ربیع، اس کا لقب ذوالخمار تھا

باوجودیکہ مورخین نے مشرکین ہوازن کے مقتولین کے ناموں کی کوئی فہرست نہیں دی مگر معرکے کے متعلق ان کی دوسری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن کے مقتولین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

مثلاً واقدی بیان کرتا ہے کہ صرف ثقیف قبیلے نے معرکے میں ایک سو آدمی مروائے اسی طرح اس نے (جیسا کہ اس بحث میں پہلے بیان ہو چکا ہے) بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی نصر (ہوازن کے سالار مالک کی قوم) میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ وہ فنا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ بنی نصر کے ایک مسلمان نے (باوجود ان کے شرک پر قائم ہونے کے اپنی قوم پر رحم کرتے ہوئے) بلند آواز سے کہا "یا رسول اللہ! بنو رباب ہلاک ہو گئے ہیں" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ! ان کی مصیبت کو دور کر دے" اور قبیلہ بنی نصر ہوازن کے اہم بازوؤں میں سے تھا اور بلا شبہ وہ سینکڑوں میں شمار ہوتا تھا۔ اور اس کے ایک فرد کا واضح طور پر کہنا کہ قتل اسے فنا کر دے گا۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے مقتولین

تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی تھی اور ہوازن کے فقط دو قبیلے ہیں جو ان کے بیان سے
اپنے مقتولین کے متعلق محسوس کرتے ہیں کہ ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی ہوئی
تھی، پھر ہوازن کے دیگر قبائل کے مقتولین کتنے ہوں گے؟ اس میں کچھ شبہ نہیں
کہ وہ بھی اسی طرح سینکڑوں میں شمار ہوں گے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں اس لئے کہ معرکہ
کا مزاج معیّن کرتا ہے کہ مقتولین کی تعداد بہت زیادہ ہوگی کیونکہ معرکہ موتہ کے بعد
اس قسم کا سخت اور تیز معرکہ کوئی نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اس میں بڑے استقلال کا مظاہرہ کیا گیا
تھا۔ جیسا کہ اس بحث میں اس کا حال بیان ہو چکا ہے۔

مسلمان مقتولین کی تعداد پر تبصرہ

اصحاب سیر و مغازی کے بیان سے درست پر معلوم ہوتا ہے کہ ہوازن کے تقریباً
ایک ہزار سے زیادہ آدمی کام آئے۔ بلاشبہ ان اصحاب سیر و مغازی نے مسلمانوں کے مقتولین
کی فہرست بنائی ہے۔ مگر جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے انہوں نے اس میں
چار شہداءؓ سے زیادہ کا ذکر نہیں کیا لیکن ۔ ہم تاریخ کے فلاسفر امام ابن خلدون کے
نظریہ پر اعتماد کرتے ہوئے جس نے اسے اپنے مقدمہ میں بیان کیا ہے ۔ یہ رائے رکھتے
ہیں کہ معرکہ کی شدت کی نسبت کے لحاظ سے یہ تعداد تھوڑی ہے پس ہم کہتے ہیں اور اس بارے
میں اصحاب سیر و مغازی کے درمیان کسی قسم کا اختلاف و جدال نہیں پایا جاتا کہ معرکہ حنین
(معرکہ موتہ کے بعد) سب سے سخت ترین معرکہ تھا جس میں جیش نبوی نے حصہ لیا۔ اور اس کی
شہادت صادق و مصدق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے جب آپ نے ۔ شکست
خوردہ مسلمانوں کے میدان کارزار میں واپس آجانے کے بعد فرمایا "تنور اب گرم ہوا ہے"
یہ قول، قتال کی سختی و شدت کی تصویر کشی کرتا ہے، اور یہ ایک ایسا قول ہے جسے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی بھر کے معرکوں میں یا کسی معرکے کے متعلق بیان فرمایا ہو۔ یہ
قول سخت قتال میں فریقین کے استقلال کو مجسم و مصوّر کرکے دکھا دیتا ہے، کیونکہ

جنگ میں تنور اُس وقت گرم ہوتا ہے جب جانباز اعلیٰ سطح کی جنگ میں صبر و ثبات اور عناد کے ساتھ تلواروں کے ساتھ مصافحہ کرتے اور نیزے مارتے اور تیر اندازی کرتے ہیں۔

اور ہوازن، ایک ممتاز جانباز قبیلہ تھا اور معرکہ میں شامل ہونے والی بے شمار فوجیں جنھیں مورخین نے بیس ہزار جانباز بیان کیا ہے۔ اور یہ بے شمار افواج ایک ایسے نوجوان دلیر بادشاہ کی کمان میں تھیں، جو شجاعت، جنگی مہارت اور اس کے اسالیب کے جاننے کے لحاظ سے چوٹی کا آدمی تھا۔ اور اس کی بے شمار فوج اس حد تک سخت ڈسپلن کی حامل تھی کہ ہم نے دیکھا کہ باوجودیکہ اس کے نوجوان سالار نے پریشان کن غلطی کا ارتکاب کیا۔ اور اس نے ہوازنی فوج کو میدان کارزار میں عورتوں، بچّوں اور اموال کو ساتھ لے جانے پر مجبور کیا۔ پھر بھی عام فوج نے اپنے نوجوان سالار کی بے چون و چرا اطاعت کی۔ اور اس غلطی کے متعلق تجربہ کار جانباز درید بن الصمۃ نے سالار مالک کو آگاہ کیا تھا اور اس سے بڑی سختی کے ساتھ مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس سے باز آجائے، لیکن اس کے خیال میں جو بات کھب چکی تھی اس نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اُسے رد کر دیا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ اس نے جو عظیم اقدام کیا ہے وہ فوج کی ثابت قدمی اور فرار کے متعلق غور و فکر نہ کرنے کا سبب بڑا متحرک ہوگا اور عملاً ہوازن کی فوج نے ثابت قدمی دکھائی اور اصحاب مغازی و سیر کے اشارات پر اعتماد کرتے ہوئے ہمارے اندازے کے مطابق انھوں نے ایک ہزار آدمی کی جان گنوائی پھر (جیسا کہ مورخین نے خود گواہی دی ہے) ہم نے دیکھا کہ معرکہ کے پہلے مرحلے میں اسلامی فوج کو کیسی خوفناک شکست ہوئی کہ اس کے شکست خوردہ ہراول مکّہ کے قریب جا پہنچے اور شکست خوردہ بھگوڑوں میں، بغیر کسی جنگ کے بہت قتل عام ہوتا ہے، خصوصاً اس صورت میں جب اس کا فاتح دشمن اُسے ممکن حد تک جانی نقصان پہنچانے کیلئے اس کا تعاقب کر رہا ہو اور (اصحاب مغازی و سیر کی شہادت کے مطابق) فاتح ہوازن نے معرکہ کے آغاز میں یہی کچھ کیا حالانکہ ہوازن بیس ہزار تھے اور مسلمان بارہ ہزار تھے۔

علاوہ ازیں (اور یہ بڑی اہم بات ہے) ہوازن کے گھاتی دستوں نے مسلمانوں پر اپنے مہلک حملے میں بھی کامیابی حاصل کی۔ اور گھاتی دستے فجر کے وقت اچانک ہلاک کر دینے والے طریق پر جنبش بڑی پرفیکٹ تھی اور اسکے ساتھ مختلف ہتھیاروں سے جنگ کی جن میں گھوڑے بھی تھے۔ اسی طرح ہوازنی گھاتی دستوں نے مختلف جہات سے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ جنھیں بعض مورخین نے ان کی کثرت کے باعث ٹڈیوں کی ٹانگوں سے تشبیہ دی ہے اور لازماً یہ تیر ان بہت سے جانبازوں کو لگے ہوں گے۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ ان تیر اندازوں کے مقابلے میں، جو ٹیلوں کے پیچھے انہیں تاک رہے تھے کھلی جگہ پر تھے۔ اور انھیں ان کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

اور ہم نے —— محاصرہ طائف کے دوران دیکھا —— کہ کس طرح قلعہ بند ثقیفیوں کے تیروں سے چودہ مسلمان شہید ہو گئے۔ حالانکہ مسلمان تیار اور محتاط تھے اور تیروں کے نشانہ سے دور تھے اور مختلف آلات و وسائل کی آڑ لئے ہوئے تھے ہماری رائے میں (یہ محض استنتاج اور اندازہ ہے) معرکہ حنین میں مسلمان شہداء کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جس کا ذکر واقدی اور طبری نے کیا ہے۔ اور ہم قطعی طور پر نہیں جانتے کہ ان شہداء کی تعداد کتنی ہے جو ہمارے خیال میں حنین کے میدان شرف میں بیچ کمیت رہے لیکن وہ ہماری نظر میں) سینکڑوں تک پہنچتے ہیں اور یہ وہ تعداد ہے جسے وہ فوجی ماہر لازمی طور پر تسلیم کرتا ہے جس نے حنین کے تباہ کن معرکہ کے مراحل کے بارے میں مورخین کے بیانات کو پڑھا ہے۔

ہم اصحاب سیر و مغازی کے جلیل القدر ائمہ پر اخفائے حقائق کا اتہام نہیں لگاتے ہرگز نہیں، ہزار بار ہرگز نہیں بلکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ پاکیزگی، امانت اور صدق کا نمونہ تھے اور وہ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ موتہ میں بیان کیا ہے) امین اور ثقہ تھے، اور جو کچھ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے لکھ رہے تھے اُسکی ذمہ داری

کا بھی انہیں اندازہ تھا اور انھوں نے روایت کے حسبِ اصول امانت کو اپنایا ہے اس کے مطابق انہوں نے معرکۂ حنین میں صرف انہی شہداء کا ذکر کیا ہے جن کا علم انہیں ثقات کے ذریعے سے ہوا تھا اور وہ فقط چار آدمی تھے۔

لیکن ان جلیل القدر مؤرخین نے معرکہ کی سختی و شدّت اور اس طول وقت کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اُن کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مشرکین کے مقتولین کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے حالانکہ انھوں نے چار آدمیوں کے سوا جن کا سرخیل ثقفی فوجوں کا سالار عبداللہ بن عثمان تھا اُن کے ناموں کی کوئی فہرست نہیں دی۔

پھر باوجود اس بات کو ترجیح دینے کے کہ حنین میں مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد سینکڑوں تک تھی، ہماری یہ ترجیح ان سخت اور شدید مراحل قتال کے مطالعہ پر مبنی ہے جس میں آغاز کار بارہ ہزار مسلمان جانبازوں کو شکست ہوئی اور پیچھے سے انہیں بیس ہزار مشرک جانباز کچھ عرصہ تک تلواروں، نیزوں اور تیروں سے مارتے رہے پھر شکست خوردہ مسلمان واپس آئے اور ایک سخت جنگ میں فاتح مشرکین کے ساتھ گتھ گئے اور فریقین کی ثابت قدمی کے باعث رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگ کو اس جیسا سخت بیان نہیں کیا آپ نے فرمایا

"تنور اب گرم ہوا ہے"۔

اور ہم اپنی اس ترجیح کے باوجود اپنے جلیل القدر ائمہ مؤرخین کی پاکیزگی اور امانت پر فخر کرتے ہیں جنھوں نے اپنی تالیفات میں صرف ان چار مسلمان شہداء کے ناموں کا ذکر کیا ہے جو اُن کے علم میں آئے تھے .... اسی طرح انھوں نے ثقیف کے بھی فقط چار ہی مقتولوں کا ذکر کیا ہے۔

معرکۂ حنین اور معرکۂ موتہ وغیرہ میں اصحاب مغازی وسیر کو، مسلمان شہداء کے تفصیلی یا اجمالی اعداد حاصل نہ کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔

۱۔ مسلمانوں اور مشرکوں کی کانوں میں کوئی انتظامی شعبہ نہ تھا جس کی ڈیوٹی مقتولین کے شمار کرنے اور ان کے ناموں کی فہرستیں پیش کرنے پر ہوتی جیسا کہ موجودہ دور کی فوجوں کا نظام ہے۔

۲۔ اور جیساکہ ہم نے اپنی کتاب غزوۂ موتہ میں بیان کیا ہے کہ اس وقت فوج کو شمار کرنے کا کوئی محکمہ نہ تھا جس میں فوج میں شامل ہونے والے لوگوں کے نام ریکارڈ ہوتے۔ اور شہداء کے نام اور تعداد معلوم کرنے کے لئے اس رجسٹریشن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے اور خاص طور پر مغازی و سیر کے حالات لکھنے والوں کے لئے اپنی تالیفات میں ان شہداء کی فہرستیں بنانا آسان ہو جاتا۔

۳۔ حنین کے سوز جیش ہوزی کی اکثریت مختلف صحرا نشین قبائل سے مرتب تھی اور یہ لوگ معرکہ حنین اور محاصرۂ طائف کے بعد منتشر ہو کر جزیرہ کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے جنگلات میں پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں کے نشیب میں واپس چلے گئے تھے۔ بلا شبہ ہر قبیلے کو اپنے شہداء کا علم تھا۔ لیکن عہد نبویؐ میں خاص طور پر مغازی و حرب کے حالات مدون کرنے والوں کے لئے ان صحرا نشینوں سے ان قبائل کے شہداء کے ناموں کا حاصل کرنا مشکل تھا۔ اور بالخصوص جب ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ کی حروب اسلامیہ کے حالات کی تدوین کا اہتمام مورخین نے دوسری صدی کے آخر میں کیا ہے۔

یہاں سے ہمارا استنباط اور اندازہ ہے کہ معرکہ حنین میں بہت سے سپاہیوں نے شہادت پائی تھی جن کی تعداد اور نام پہلے مورخین کے علم میں نہیں آسکے اور ان کی اکثریت (ارجح قول کے مطابق) ان صحرا نشینوں کی تھی جو حنین میں محاربین کی نمائندگی

کرتے تھے۔

اور جیسا کہ ہم نے (غزوۂ موتہ کی تعقیب میں) بیان کیا ہے کہ محض استنتاج اور اندازہ ہمیں اجازت دیتا ہے کہ "بلکہ ہمارا تاریخ کے اس فلسفیانہ اصول کو اپنانا جیسے تاریخ اور سوشیالوجی کے فیلسوف امام عبدالرحمٰن ابن خلدون کندی خضرمی نے اپنے مشہور مقدمہ میں قائم کیا ہے کہ۔

"محقق مورخ پر لازم ہے کہ وہ تاریخ کی متعلقہ نصوص پر جم کر نہ بیٹھ جائے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ نصوص کی جانچ پڑتال کے ساتھ ساتھ واقعات وامور کا میزان عقل سے وزن کرے۔ اور جس بات کو عقل اور وجدان قبول نہیں کرتے اس کی تصدیق کرنا چھوڑ دے۔ (جیسا کہ ہارون الرشید کی بہن عباسہ کا قصہ ہے) نیز اس پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ تاریخی واقعات کی روشنی میں ان حقائق کا استخراج کرے جنہیں تاریخ کی سطور نصوص میں بیان نہیں کیا گیا لیکن ان نصوص کے اسلوب سے ان حقائق کی درستگی کی جا سکتی ہے جیسے یہ ترجیح کہ موتہ اور حنین کے معرکوں میں مسلمان شہداء کی تعداد اس سے زیادہ ہے جو اصحاب مغازی نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔"

بدر، اُحد اور حنین کے درمیان

ہمارے اس استنتاج اور اندازے کے معارضے کیلئے ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ اصحاب مغازی و سیر نے معرکہ بدر و احد میں فریقین (مسلمانوں اور مشرکوں) کے مقتولین کی دقیق فہرست بنانے کی قدرت کیسے حاصل کر لی تھی بلکہ انھوں نے بدر میں مشرکین کے قیدیوں کی تعداد بھی بیان کی ہے اور فریقین کے مقتولین میں سے ہر ایک کا نام اور مشرکین کے قیدیوں کے نام بھی بیان کئے ہیں ؟

اس سوال کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ ان دونوں معرکوں میں ہر متحارب فریق ایک ہی اصل کی نمائندگی کرتا تھا، جو ایک خاندان کے مشابہ تھا کیونکہ اس خاندان کے تمام افراد ایک دوسرے کو فرداً فرداً جانتے تھے۔ مثلاً قریش ایک قبیلہ تھے جو ایک ہی شہر سے نکلے اور ہر قبیلہ بلکہ تمام قرشی قبائل قطعیت کے ساتھ دونوں معرکوں میں شامل ہونے والے قریش کے ناموں کو جانتے تھے۔

اور یہی بات اہلِ مدینہ کے مسلمان جانبازوں سے متعلق کہی جا سکتی ہے کہ وہ ایک ہی اصل سے تھے اور ایک ہی خاندان کے مشابہ تھے اور اس خاندان کے افراد ایک دوسرے کو فرداً فرداً جانتے تھے اور بدر و اُحد کے دونوں معرکوں میں وہ جس آدمی کو کھوتے اس کا نام معلوم کرنا ان کے لئے بہت آسان تھا۔ اور یہ بات دونوں پارٹیوں، مسلمانوں اور مشرکوں کی نسبت برابر ہے اور انصار، بدر و احد کے دونوں معرکوں میں شامل ہونے والی سب فوجوں کے نام سے واقف نہ تھے۔ بلاشبہ اُن میں مہاجرین (جو سب کے سب قریش تھے) کی تعداد تھوڑی نہ تھی اور ان میں سے ہر ایک دونوں معرکوں میں شامل ہونے والے مشرک سپاہیوں کو جانتا تھا۔ اس لئے کہ ان مشرکین اور ان مہاجرین نے ایک ہی شہر یعنی مکہ میں پرورش پائی تھی۔ پس وہ ایک ہی شہر اور ایک ہی قبیلہ، یعنی قریش کے آدمی تھے، یا وہ احابیش تھے جو قریش ہی میں سے خیال کئے جاتے ہیں۔

۲۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، ان دونوں معرکوں میں مسلمان جانبازوں کی تعداد محدود تھی، معرکہ بدر میں وہ تین سو کے قریب تھے، اور معرکہ احد میں سات سو کے قریب تھے اور جب وہ اس محدود تعداد کے ساتھ

ان دونوں معرکوں کی طرف نکلے تو ان کے نام ایک مضبوط رجسٹر میں محفوظ تھے، اگرچہ وہ رجسٹر غیر مکتوب تھا، یعنی یہ رجسٹر اہل مدینہ کے مردوں اور عورتوں کے سینے تھے، جو بڑی باریکی کے ساتھ مدینہ سے ان دونوں معرکوں کی طرف جانے والوں کے اسماء اور انساب کو یاد رکھتے تھے۔ اور یہی بات قریش کے مشرکین پر منطبق ہوتی ہے اس لئے اصحاب سیر و مغازی کے لئے انکی تعداد بلکہ دونوں معرکوں میں فریقین کے مقتولین کے انساب کو جاننا آسان تھا اور یہی حال مشرکین کے قیدیوں کے انساب، اسماء اور تعداد کا تھا، مگر حنین اور موتہ کے معرکوں کا معاملہ بہت مختلف ہے۔ ان دونوں معرکوں میں متعدد قبائل سے فوج بنی تھی، بالخصوص فتح مکہ میں شامل ہونے والے قبائل کے جانبازوں کے ناموں کی فہرست سے ظاہر ہے (دیکھئے ہماری کتاب فتح مکہ) اور معرکۂ حنین میں شامل ہونے والے قبائل کی اکثریت ان صحرائی باشندوں کی تھی جو جزیرہ کی مختلف اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی پر لکھنے والوں کے لئے یہ بہت مشکل امر تھا کہ وہ ان کے شہداء کی تفاصیل کو اسطرح معلوم کریں اور لکھیں جیسا کہ انہوں نے بدر و احد کے شہداء کی تفاصیل معلوم کیں اور لکھی تھیں

حنین سے حاصل ہونے والے اسباق

معرکۂ حنین سے جو پہلا سبق مستفاد ہوتا ہے اور جس سے مسلمانوں کو مستفید ہونا چاہیئے وہ خود پسندی اور کثرت تعداد پر دھوکہ کی حد تک ناز کرنے کا انجام ہے اس خود پسندی کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ناپسند کیا ہے اور اس سے جو وبال مسلمانوں پر آیا تھا اس کے متعلق مسلمانوں کو یاد دھانی کراتے ہوئے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے

ویوم حنین ....

بما رحبت ....

خود پسندی، دھوکے تک لے جاتی ہے اور دھوکا، دشمن کو حقیر سمجھنے تک لے جاتا ہے

اور دشمن کو حقیر سمجھنا بالآخر بہت حد تک اس دشمن کی حربی کارروائیوں کی مدد کرنے تک لے جاتا ہے اور اسے مکمل فتح حاصل ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس طرح اجمالی طور پر ان برے نتائج کو معلوم کیا جا سکتا ہے جو مسلمانوں کے اپنی کثرت پر فخر کرنے سے پیدا ہوئے اور وہ یہ ہیں۔

ا۔ ہوازن کی فوجوں کو حقیر سمجھنا

ب۔ فوج کے عناصر کا یہ یقین کہ وہ معرکہ میں ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے۔

ج۔ وہ غیر محکمی اور لاپرواہی جو مقدمۃ الجیش اور اس امر کے استکشاف کے ذمہ دار جاسوس عناصر پر چھائی ہوئی تھی جس نے ان عناصر کو اپنی ڈیوٹی میں اس حد تک کوتاہی کرنے والا بنا دیا کہ یہ ہوازن کی کمان کی خطرناک اور پریشان کن کارروائی سے بیگانہ رہے، قریب تھا کہ وہ کارروائی اسلامی فوج کو تباہ کن مصیبت تک پہنچا دیتی اور وہ کارروائی گھاٹیوں کی تنظیم کرنے اور انھیں تنگ راستوں اور گزرگاہوں میں بٹھانے کی تھی جن سے طلوع فجر کے وقت جیش نبوی سے گزرنا تھا جس سے معرکہ کے پہلے مرحلے میں اسلامی فوج کو بری طرح شکست ہوئی اور یہ شکست نتیجہ تھی گھاتیوں کے مسلمانوں کی ترتیب پر لوٹ پڑنے اور تنگ و دشوار جگہ پر اچانک مہلک حملہ کرنے کا۔

آغاز میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

ا۔ فریب

مسلمانوں کو اپنی کثرت پہ فخر تھا جو فوج کے عناصر کے نزدیک دھوکے تک پہنچ گیا تھا اور اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ فوج کے بہت سے عناصر میں بیداری، چوکسی اور احتیاط کی جگہ، غیر محکمی اور سستی آگئی تھی۔ جس نے دشمن کو گھاتیوں کا منصوبہ بنانے اور اسے کامیاب صورت میں نافذ کرنے کا موقع دے دیا۔ جس سے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو بری طرح

شکست ہوئی، اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فوج کے سالار اعلیٰ میدان میں ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا کہ یہ شکست مکمل اور بہیمانہ صورت اختیار کر لیتی۔

ب ۔ معرکہ سے قبل، ہوازنی فوجوں کی شاندار تیاری کے مطابق، ہم نے دیکھا کہ ہوازن کا سالار اور روشن دماغ بادشاہ مالک بن عوف اپنی پریشان کن اور تباہ کن غلطی کے باوجود (سپاہیوں کا اپنے اہل و مال کو ساتھ رکھنا)

اپنی فوجوں کی تیاری میں ایک نفسیاتی محرک کی طرف مائل ہوا جس کا مسلمان سپاہیوں کے دلوں میں رعب کا اثر پڑا۔ اور وہ یہ کہ اس نے فوجوں کی پچھلی صفوں میں عورتوں کو اونٹوں پر سوار کرا دیا۔ پس وہ اونٹوں پر چڑھ گئیں اور وہ فوج کا حصہ معلوم ہوتی تھیں اور ہوازن کی فوج بیس ہزار کی بجائے ایک لاکھ معلوم ہوتی تھی، اور اس کی شہادت حنین میں شامل ہونے والے صحابہ میں سے ایک نے دی ہے جیسا کہ اس بحث میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔

ج ۔ سالار ہوازن کا وادی حنین کی طرف سے مسلمانوں سے سبقت کر جانا، اور اس وادی میں اپنی فوج کے پڑاؤ کیلئے مناسب جگہ منتخب کرنا جس سے واضح ہو گیا کہ اس نے مسلمانوں کو تنگنائیوں اور گھاٹیوں میں گزرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور وہ انکی دشواری، تنگی اور شدید نشیب میں واقع ہونے کی وجہ سے ان کی وجہ سے ان سے گزرنے کو اچھا نہ سمجھتے تھے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جسے ایک صحابی نے حنین کی طرف مارچ کرنے کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ فوج نرم اور میدانی جگہ میں مارچ نہیں کر رہی تھی جیسا کہ اونٹ اور سوار اور گھڑسوار فوج کی اکثریت کیلئے بہتر ہے بلکہ وہ سخت دشوار اور بہت گہرے نشیبوں میں اتر رہی تھی، جس کی وجہ سے اس کی صفوں کی ترتیب بہت حد تک بگڑ گئی اور گھاٹیوں کے لئے اس پر قابو پانا اور اس خوفناک صورت میں اسے شکست دینا آسان ہو گیا۔

د ۔ سالار ہوازن کا گھاٹیوں کی پوزیشنوں کے انتخاب میں کامیاب ہو جانا تاکہ

وہ مقررہ وقت پر اسلامی فوج پر ٹوٹ پڑیں۔ یعنی اس نے گھاٹیوں کی تنگنائیوں اور ان کی تہوں کو منتخب کیا جہاں سے اسلامی فوج کو گذرنا تھا۔ اور ان کے اردگرد جو جگہیں اور ٹیلے تھے ان پر گھاتیوں کو بٹھا دیا، نیز اس نے اپنے سوار دل کی یونٹوں کو ان گھاٹیوں کے مخارج پر بٹھا دیا، تاکہ جب اسلامی فوج ان گھاٹیوں سے نکلنے کا ارادہ کرے تو وہ ہراول دستے پر (زبردست مہلک طریقے سے) ضرب لگائے اور مسلمانوں کے ہراول دستے کی اکثریت بنو سلیم کے صحرانشینوں پر مشتمل تھی جن کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے۔

ھ۔ سالار مالک بن عوف نے پوشیدگی کی جس اسکیم کو اپنایا تھا، اس کا کامیاب ہونا، اور وہ یہ کہ اس نے گھاتیوں کی خاص یونٹوں کو جیش نبوی کے راستے میں منتخب مقامات پر بٹھایا اور مقامات کی تلاش اور انتخاب بڑی مہارت اور باریک بینی سے کی گئی اور ان میں شب کی تاریکی میں گھاتیوں کو منظم کیا گیا، جس کی وجہ سے اسلامی فوج کے جاسوس مکمل طور پر ان گھاتیوں اور ان کے مقامات سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اور یہی وہ امر ہے جس نے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو اس خوفناک شکست سے دوچار کیا۔

و۔ مشرکین کے گشتی دستوں اور جاسوسوں کا اسلامی فوجوں کی تعداد اور طرح کرنے کے اوقات کے متعلق اس دقیق ترین شکل میں معلومات حاصل کر لینا کہ جب ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ معلومات کی وہ صورت مسلمانوں کے گشتی دستوں اور جاسوسوں کی کارروائیوں سے نہایت دقیق تھی تو ہم دیوانے نہیں ہوتے۔

اور اگر ہوازن کے ممتاز گشتی دستے اور جاسوس کامیاب نہ ہوتے تو وہ اپنے سالار عام کے لئے ان مقامات کی حدبندی نہ کر سکتے جہاں اسلامی فوج پہنچی تھی، اور فجر کے وقت اس نے جس جگہ پر ہونا تھا، اس بات نے مالک بن عوف کیلئے (دقیق حسابات اور اندازوں کے مطابق) جیش اسلامی پر، مناسب وقت میں کارگر صورت میں مناسب مقامات پر گھاتی مقرر کرنے کا معاملہ آسان کر دیا۔ اور مالک گھاتیوں کی

اچانک کاروائیوں سے بڑی امیدیں وابستہ رکھتا تھا جو اپنی مہم میں صد فی صد کامیاب ہوتے اور اگر سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تھوڑے سے صحابہ ثابت قدم نہ رہتے جنہوں نے ہوازن کے بادشاہ اور سالار گھاتیوں کی کامیاب کارروائیوں کا پھل مناتع کردیا تو قریب تھا کہ گھاتیوں کی اسکیم کی کامیابی سے مالک انتہائی پکے ہوئے پھل حاصل کرلیتا۔

ب :۔ اور پہلے مرحلے میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اسلامی فوج میں قریش اور کنانہ کے خراب عقیدہ عناصر بھی موجود تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا مگر ان کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا تھا..... یہ عناصر جیش نبوی پر مکمل شکست نازل ہونے کے متمنی تھے اور چاہتے تھے کہ ہوازن دوبارہ مکہ مکرمہ پر بت پرستی کے اقتدار کو قائم کردیں اس لئے اور یہ بدقسمتی سے یہ کمزور عناصر ہی جب ہوازن کے گھاتیوں نے فجر کے وقت مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا۔ سب سے پہلے شکست کھانے والے تھے ۔ علاوہ ازیں جلد شکست کھانے میں۔ جھوٹی افواہوں اور غم کا عامل بھی تھا ۔ جیسے ارادۃً اور بدنیتی سے مسلمانوں کے دلوں میں خوف اور گھبراہٹ پھیلانے کیلئے اختیار کیا گیا تھا تاکہ ان کے اس مورال پر اثر ڈالا جائے جو صبح کے دھندلکے میں گھاتیوں کے اچانک اور مہلک حملے کے نتیجے میں ایک زبردست دھکے سے دوچار تھا۔

ج :۔ فوج میں اہل مکہ اور کنانہ کے دوسرے عناصر کا پایا جانا جو بدنیت نہ تھے۔ لیکن اسلام سے مکمل طور پر بیگانہ تھے۔ کیونکہ وہ اس دین میں بالکل حدیث العہد تھے جس کی وجہ سے وہ جیش نبوی میں شامل ہوگئے تھے۔ حالانکہ ان کے اسلام پر صرف پندرہ دن گذرے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ عناصر ابھی تک بہت سے بت پرستانہ عقائد پر قائم تھے۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ ان عناصر نے حنین کی طرف مارچ کے وقت ـــ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ ان کیلئے

ذات انواط مقرر کردیں انہوں نے کہا، یا رسول اللہ، ہمارے لئے بھی ذات انواط مقرر کر دیں۔ جیسے مشرکین کیلئے ذات انواط ہے[1]۔

یہ عناصر بدنیت نہ تھے، لیکن عقیدۂ توحید پر مبنی اسلام کی حقیقت سے بیگانہ تھے جس سے اُن کا وجود فوج میں اُلجھن، غم اور کمزوری پیدا کرنے کا باعث بن گیا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس جنگی قوت کا اہم محرک صرف اور صرف عقیدہ اسلام کی قوت تھی۔

شکست کے بعد مسلمانوں کی فتح کے اہم اسباب

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی۔

حُنین میں بُری طرح شکست کھانے کے بعد مسلمانوں کی زبردست فتح کا اولین سبب، شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی ہے جبکہ آپ جنگ کے میدان میں ایک مناسب جگہ پہ ہٹ کر جم کر کھڑے ہو گئے۔ اور شکست خوردہ لوگوں سے اپیل کرنے لگے کہ وہ میدانِ شرف کی طرف واپس آ کر آپ کے ساتھ مل جائیں۔

اس بات نے مسلمانوں کی شکست کو ہمہ گیر نہ رہنے دیا۔ حالانکہ اس سے قبل قریب تھا کہ وہ مکمل اور تباہ کن ہو جاتی اور جب شکست خوردہ لوگوں کو علم ہوا کہ ان کا نبی اور سالارِ اعلیٰ میدان میں ثابت قدم وہ کر پیٹھ دیئے بغیر آگے بڑھ کر مشرکین سے جنگ کر رہا ہے۔ تو وہ اپنے دلوں میں (خصوصاً انصار) شرمندہ ہوتے اور میدان کی طرف واپس آ گئے۔ اور انھوں نے از سرِ نو اپنی تمام یونٹوں کو مرتّب و منظّم کیا۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں نئے سرے سے زبردست تباہ کن مخالفانہ حملہ کرنے لگے، پس میدان کی طرف ان کی واپسی نے فتح کا وہ پھل جیسے ہوازن کا عقلمند سالار حاصل کرنے لگا تھا، ضائع کر دیا۔

---

[1] ذات انواط کے قصّہ کی تفاصیل اس کتاب کے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

اور یہ ایک واقعی حقیقت ہے جسے ہر دور اور ہر زمانے میں عسکری معاملات کا مطالعہ کرنے والے ماہرین نے تسلیم کیا ہے پس سالار عام اور آپکے جنگی لوازمات کے ایمان نے اس وقت جب کہ فوج ایک زبردست دھکے یا شکست سے دوچار تھی جو ثابت قدمی دکھائی اس کے کم از کم حالات کے درست کرنے اور شکست کو زبردست فتح میں بدل دینے کے بارے میں اچھے نتائج برآمد ہوئے اور جیش نبوی کی کمان کی ثابت قدمی کی وجہ سے عملاً یہ بات جیش نبوی کے لئے اس وقت رونما ہوئی جب یہ شکست خوردہ فوج واپس لوٹی اور از سر نو اپنے قائد اعلیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو گئی جس نے حنین کے روز اپنی ثابت قدمی سے شجاعت و بسالت کی شاندار مثال قائم کی۔

اور اس میں کچھ تعجب نہیں کہ حنین سے قبل اور اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عسکری تاریخ، بہادر فوجیوں کی تاریخ میں شاندار صفات کی حامل ہے اور جب کبھی بھی مسلمان کسی خوف یا گھبراہٹ سے دوچار ہوئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے ہراول دستے میں مضبوط پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ثابت قدم رہ کر اُن کی حفاظت کرتے رہے اور ان کے دلوں کی ڈھارس بندھاتے رہے اور جب ان پر مصائب نازل ہوتے تو وہ آپ کی پناہ لیا کرتے تھے۔ اور اس واضح حقیقت کو حضرت براء بن عازب نے بیان کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ

جب جنگ شدت اختیار کر جاتی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بچاؤ کیا کرتے تھے اور آپ وہ شجاع تھے جن کے ذریعے حفاظت کی جاتی ہے[1]

اور حنین میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی، یہ مسلمانوں پر نازل ہونے والی پہلی شکست نہ تھی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی، موقف کے بچانے اور مسلمانوں کے آپکے سامنے سے بھاگنے کے بعد ان کے میدان کی طرف واپس آکر دشمن سے جنگ کرنے کے باعث، شکست کے ناگوار اثرات سے بچنے کا سب سے بڑا ادر

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۴ صفحہ ۳۲۲

پہلا عامل بنی ہو۔

اُحد کے معرکے میں بھی (حنین کی طرح) مسلمانوں پر خوفناک شکست نازل ہوئی اور شکست خوردہ لوگوں کے ہراول، اطراف مدینہ میں پہنچ گئے۔ لیکن جونہی انہیں علم ہوا کہ ان کے سالارِ اعلیٰ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، میدان میں اپنی جگہ ڈٹے ہوئے ہیں تو وہ آپ کے ارد گرد جمع ہونے کے لئے واپس لوٹے اور اس غرض کی تکمیل کے لئے وہ مشرکین کے ان کلہاڑوں کے ساتھ گتھ گئے جو سخت اور زبردست جنگ میں آپ کا احاطہ کئے ہوئے تھے، اس دوران میں انہوں نے اپنے ستر بہترین جوانوں کو کھو دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شکست کے وقت اپنے نبی کی ثابت قدمی کے طفیل سے انہیں دوبارہ اُحد کے کارزار میں غلبہ حاصل ہوا۔ پس انہوں نے اپنی تلواروں کی پناہ لی اور قریش کی اس فتح کا خاتمہ کر دیا جو انھیں مسلمان تیراندازوں کی پارٹی کی غلطی سے حاصل ہوئی تھی۔
پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی فتح کو محدود اور پریشان فتح بنا دیا تھا۔ حالانکہ قبل ازیں یہ فتح کن اثرات کی حامل بن چکی تھی، جس سے مسلمانوں کے انجام پر[۱] تباہ کن اثرات کی حامل بن چکی تھی، جس سے مسلمانوں کے انجام پر تباہ کن اثرات پڑتے تھے

اگر اُحد کے روز مسلمانوں کی شکست کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم نہ رہتے تو اُن کو مکمل اور ہمہ گیر شکست ہوتی اور جب ان کی شکست کی یہ پوزیشن ہوتی تو بلا شبہ مکی فوج کے سالار ابو سفیان کیلئے مدینہ پر قبضہ کرنا آسان ہو جاتا۔ اور یوں اُحد میں مشرکین کی محدود اور پریشان فتح، فیصلہ کن اور ہمہ گیر فتح بن جاتی۔

---

[۱] مولف نے پریشان اور فیصلہ کن فتح کے لئے بالترتیب تعبوی اور سوقی کے الفاظ استعمال کئے ہیں، تعبوی اور سوقی فتح کے درمیان یہ فرق پایا جاتا ہے کہ تعبوی فتح اُسے کہتے ہیں جو محدود جگہ اور محدود وقت کیلئے ہو اور انجام پر اس کا کچھ اثر نہ ہو اور سوقی فتح اُسے کہتے ہیں جس کا معرکہ کے نتائج پر فیصلہ کن اثر ہو اور فاتح اس میں اپنے تمام مقاصد کو پورا کرے۔ مترجم

اصل چیز وہ ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین میں کہا۔
"اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مرحلہ ہی میں جس میں آپ کی فوج کو زلزلہ افگن شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ ثابت قدم نہ رہتے تو قریب تھا کہ ہوازن معرکہ کے پہلے مرحلہ میں ہی فتح حاصل کر لیتے۔ پس سالار رسول اور شجاعوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی کے ثمرات نے ہوازن کی فتح کو فقط محدود اور پریشان فتح بنا دیا جس کا انجام پر کچھ اثر نہ پڑا۔ اور آپ کی ثابت قدمی آپکے اصحاب کی میدان کی طرف واپسی کا باعث بن گئی اور اس قابل تعریف واپسی نے معرکہ میں طاقت کے توازن کو مسلمانوں کے مفاد میں پلٹ دیا۔

ہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی مناسب ہے کہ حنین کے روز، سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شجاعت اور ثابت قدمی سے جس کٹھن پوزیشن کی درستگی کی وہ اس خطرناک پوزیشن سے جس کی آپ نے اُحد کے روز اپنی شجاعت اور ثابت قدمی سے درستگی کی تھی۔ دونوں معرکوں کے آخری نتائج کے لحاظ سے مختلف تھی۔

اُحد کے معرکہ میں اپنے اصحاب کی شکست کے وقت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہونے والے فوائد۔

۱۔ مشرکین کا اپنی فتح کی توسیع سے محروم ہونا، کیونکہ یہ ثابت قدمی اس فتح کو، پریشان اور محدود فتح کے تنگ دائرے میں محصور کرنے کا سبب بن گئی جس سے مشرکین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاری زخم پہنچانے کے ساتھ ساتھ صرف ستر صحابہ کو قتل کرنے کی سکت پا سکے۔

۲۔ اس ثابت قدمی نے، قریش کو محدود فتح پر ہی اکتفا کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور انہوں نے واپسی کو ہی غنیمت جانا اور وہ میدان سے چلے گئے اور میدان مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ گئے اور شکست خوردہ فوج کے جو بیں

مقتولین کو بھی اس میدان میں پیچھے چھوڑ گئے، جس نے مسلمانوں کے ساتھ کے محافظین کی غلطی سے نتیجہ میں فتح حاصل کرلی تھی اور وہ تیر انداز تھے جنھیں سالارِ اعلیٰ نے میدانِ کارزار پر جھانکنے والے پہاڑ پر متعین فرمایا تھا لیکن جب مسلمان اپنی بُری شکست کے بعد میدان کی طرف واپس آتے تو قریش ۔ اس فیصلہ کن فتح کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی شکست ـــــ جو مسلمانوں کو میدان کارزار کی طرف واپسی کے بعد حاصل ہوئی ـــــ سے بالکل معترض نہیں ہوئے اور اپنی فوجوں کے ساتھ صحیح سلامت میدان کو چھوڑ کر اپنے علاقوں میں چلے گئے سوائے ان چوبیس مقتولین کے جو انہوں مسلمانوں کے ستر مقتولین کے مقابل کھڑے کئے تھے ۔

اور حنین کے روز، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی سے، مسلمانوں نے جو فوائد حاصل کئے تھے، وہ اس سے بہت بڑے تھے اور وہ اسطرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی، پہلے مرحلے میں ہوازن کی فتح کو صرف محدود فتح کے دائرہ میں محصور رکھنے کا ہی سبب نہیں بنی بلکہ آپ نے اس پریشان اور محدود فتح کو، مسلمانوں کی کامل اور فیصلہ کن فتح میں بدل دیا ۔ جنھوں نے ہوازن کو کامل اور ہمہ گیر شکست دی، جس کے بعد مشرکین کا کوئی نقشہ باقی نہ رہا ۔

اور جب حنین میں مسلمان، میدان کی طرف واپس آتے تو انہوں نے اپنی صفوں کے جمع کرنے اور دوبارہ انکی تنظیم کرنے اور ہوازن کو مزید کامیابیوں کے حاصل کرنے سے روکنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ۔ جیسا کہ اُحد میں ہوا تھا ۔ بلکہ انھوں نے ایک زبردست اور مہلک مخالفانہ حملہ کیا جس کے نتیجہ میں مشرک ہوازن کی فوجوں کو خوفناک، ہمہ گیر، اور آخری شکست ہوتی جس سے ہوازن کی فوجیں بھاگ گئیں ۔ اور اپنی عورتوں، بچوں اور اموال کو میدان میں مسلمانوں کیلئے غنیمت چھوڑ گئیں ۔

ب :۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت قدمی، حنین کے روز، ایسے

یک صد بہترین صحابہ کی ثابت قدمی کا سبب بن گئی اور ان سو آدمیوں کی ثابت قدمی نے مسلمانوں کی شکست کی تخفیف میں بہت اچھا اثر ڈالا اور وہ اس طرح کہ یہ سو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ۔۔ سخت مصیبت کے وقت ایک محافظ فوج بن گئے۔ جس نے شکست خوردہ مسلمانوں کے ساقہ کو بہت حد تک بچایا اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے ان سو آدمیوں کی کمان کرتے ہوئے ان ہوازن پر زبردست مخالفانہ حملہ کیا۔ جن کا ہراول مسلمانوں کے تعاقب میں لگا ہوا تھا اس مخالفانہ حملے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اور آپکے ان چنندہ یک صد اصحاب نے بڑی جاں بازی کا مظاہرہ کیا۔ اور ہوازن کی بعض ٹولیوں کو خطرناک نقصانات پہنچائے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شکست خوردہ مسلمان اس وقت از سر نو میدان کی طرف پلٹے جب مشرکین ہوازن کے قیدی رسیوں میں جکڑے ہوئے سالار رسول ؐ کے سامنے پڑے ہوئے تھے۔

ج ۔۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے یک صد ثابت قدم اصحاب کی ثابت قدمی، پھر شکست کے وقت ان کا ہوازن کے تعاقب کرنے والے ٹولیوں پر مخالفانہ حملہ ۔۔ ہوازن کے اس حملے کی شدت جس کا آغاز گھاتیوں نے کیا تھا، کم کرنے کا سبب بن گیا۔ اور مرجح بات یہ ہے کہ ہوازن نے (کیونکہ اس کے ہراول پر ایک چھوٹے سے دستے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں زبردست مخالفانہ حملہ کیا تھا) خیال کیا کہ ساری اسلامی فوج کو شکست نہیں ہوئی، اس بات نے ہوازن کے مہلک حملے کی تیزی کو کم کر دیا جس سے ۔۔ بڑی حد تک ۔۔ اسلامی فوج کی میدان کی طرف واپسی کا کام آسان ہو گیا جو واقعتہً فجر کے وقت پہلے حملے میں مکمل شکست کھا چکی تھی۔

د ۔۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا) نے بھی جو ایک ثابت قدم اصحاب میں سے تھے، شکست خوردہ لوگوں کے واپس لانے میں عظیم اور فعال کردار ادا کیا۔ وہ ایسے طریق پر جو ان کی شجاعت پر دلالت

کرتا تھا۔) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی بلند آواز سے جو کئی میلوں تک سُنائی دیتی تھی۔ شکست خوردہ مسلمانوں کو اس شاندار حقیقت کی اطلاع پہنچانے پر تیار ہو گئے تھے جس کے متعلق ان میں بہت سے آدمی توقع ہی نہ رکھتے تھے کہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں اپنی جگہ پر ڈٹ کر، مشرکین کے ساتھ اپنی تلوار سے جنگ کر رہے ہیں، پھر انھوں نے (خصوصاً انصار سے) میدان کی طرف واپس آنے کی اپیل کی۔

اور جب حضرت عباس کی آواز میں، شکست خوردہ لوگوں نے سالار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپیل سُنی تو اس سے ان کی شکستہ روحوں کو تقویت دینے اور ان کے دلوں میں احساس شرمندگی کو بیدار کرنے میں بہت اچھا اثر ڈالا۔ اور جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ خود تو بھاگ آئے ہیں اور اپنے نبیؐ کو، جو انھیں اپنی جانوں اور بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہے، میدان میں اکیلا چھوڑ آئے ہیں۔ تو وہ واپس لوٹے اور پھر وہ ایک تباہ کن بگولہ بن گئے جس نے ہوازن اور اُس کے "بیس ہزار سپاہیوں کو اُڑا دیا یہاں تک کہ انھوں نے ان کو غیظ و غضب سے اس طرح بکھیر دیا جس طرح تیز آندھی خشک پتّوں کو بکھیر دیتی ہے۔

اگر مسلمان، حضرت عباس کی آواز نہ سُنتے جو انھیں ان کے نبیؐ کے ثبات کے متعلق اطلاع دے رہے تھے اور ان کے نام سے انھیں میدان کارزار کی طرف واپس آنے کی اپیل کر رہے تھے تو ان کی شکست کامل اور تباہ کُن شکست ہوتی اور ہوازن کی محدود اور پریشانانہ فتح کے ہمہ گیر اور فیصلہ کُن فتح میں بدل جانے سے، ہوازن شکست خوردہ اسلامی فوج کی اکثریت کو تباہ کر دیتے۔

پس خوفناک شکست کھانے کے بعد، مسلمانوں کی تباہ کن فتح کی اساس اور اسکا بڑا سبب، دلیروں کے سردار اور اشرف المخلوقات محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کا ثبات ہے۔ اور اس شجاعت کی کوئی نظیر موجود نہیں ہے۔

۵- عقیدہ ـــ ماہرینِ جنگ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ سپاہی، جس جنگ میں بھی حصہ لے، اس کا عقیدہ، اس کے مورال کی قوت کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے اور یہی جانباز سپاہی کا سب سے اہم اور اعلیٰ ہتھیار ہوتا ہے۔

اور حقیقی مسلمان، جب سے نورِ اسلام پھیلا ہے۔ـــ وہ اپنے عقیدے کی حفاظت کو اوّل درجہ پر رکھتے ہیں اور شاید یہ تصریح حاصل اور تکرار اور قول ہو کہ اسلامی عقیدہ ان تمام عوامل میں سب سے مقدم ہے جنھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجوں کو حنین میں کامل فتح سے سرفراز کیا تھا۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ مسلمانوں نے اپنی تاریخی جنگوں میں اپنے عقیدے کے ذریعے اُن دشمنوں پر، جو ہر مادّی چیز میں اُن سے فوقیت رکھتے تھے کیسے فتح حاصل کی۔۔۔ وہ نہ صرف عہدِ نبویؐ میں جزیرہ کے اندر فتحمند ہوئے بلکہ اس کے باہر بھی انھوں نے ایسی فتوحات حاصل کیں جن کو عقل ماننے کو تیار نہیں ہوتی۔ اور وہ اس طرح کہ جب وہ توحید کے مضبوط عقیدہ کے حامل بنتے ہیں تو وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت و دفاع کی راہ میں موت کا آنا وہ چیز ہے جس کی سچا مسلمان آرزو رکھتا ہے۔۔۔ اور اس حقیقت کا اعتراف یقین غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے

اور اس حقیقت پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں ـــ کہ جب خیرالقرون کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ کمزور پڑ گیا ـ تو اُن پر پے درپے مصائب آئے اور اُن کی تعداد اور سامان کے زیادہ ہونے اور اُن کے دشمن کی تعداد اور سامان کے کم ہونے کے باوجود اُن کو ذلّت آمیز شکستیں ہوئیں۔ پس ان کھوکھلے عقائد کو اپنانے کے نتیجے میں جن سے آخری دور میں مسلمانوں کے دلوں کو واسطہ پڑا۔ اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کی پوزیشن بدل گئی اور وہ ہر چیز میں پسماندہ ہو گئے اور خصوصاً ان اصول و عقائد کو درآمد کرنے کے بعد جنھیں انھوں نے عقیدۂ اسلام کی جگہ اتارا!

ہے سہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

فتح کے بعد، ہوازن کی تباہ کن شکست کے اسباب

اس بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ ہوازن کی کمان کی سربراہی، معرکہ کے آغاز سے اس کے اختتام تک ایک روشن دماغ دلیر نوجوان کر رہا تھا، جو عسکری سمجھ بوجھ اور فنون وسیاست جنگ اور باریک بینی سے منصوبے بنانے اور جنگوں کے انتخاب میں ممتاز مقام کا حامل تھا۔

اس کی شجاعت کے متعلق ہم نے آغاز میں دیکھا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو کیسے دعوت دی۔ اس نے ان میں ایک پرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔ کہ وہ جنگ کے وقت اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیں تو بیس ہزار جاں بازوں نے اپنی تلواروں کے نیام توڑ دیئے اور ان لوگوں نے بیس ہزار سونتی ہوئی اور شکستہ نیام تلواروں کے ساتھ مسلمانوں کا سامنا کیا۔ اور تلواروں کے نیام توڑنا ایک ایسی علامت ہے جو شجاعت اور جنگ میں موت قبول کرنے کے پختہ ارادے پر دلالت کرتی ہے اور عملی لحاظ سے ہم نے دیکھا کہ مالک بن عوف نے میدان جنگ میں اپنے خاص قبیلہ بنی نصر کے سر پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے ساتھ کیسے جنگ کی۔ باوجودیکہ ہوازن کے دیگر قبائل ہزیمت خوردہ تھے۔ قریب تھا کہ اس کا قبیلہ (اس کی کمان میں اپنی ثابت قدمی کے باعث) اپنے آخری آدمی تک فنا ہو جاتا اور اس کی عسکری سیاست، درایت اور مہارت پر اس جیب سالار کے وہ تصرفات دلالت کرتے ہیں جبکہ وہ اپنی فوج کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ گویا وہ موجودہ دور کے فوجی اداروں کا گریجویٹ ہے) ہم نے دیکھا کہ نوجوان سالار کو (جب اسے یہ علم ہو گیا کہ مسلمان مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں) کس قدر آزادی تھی کہ

وہ وادی حنین کے وسیع گہرے مقام کی طرف ان سے پہلے پہنچ کر اُسے اپنی فوج کا پڑاؤ بنالے کیونکہ وہ (عمر رسیدہ ماہر درید بن الصمہ کے بیان کے مطابق) کھلی اور سخت جگہ تھی اور نرم نہیں تھی۔ اور ان گھوڑوں کی جولانی کیلئے مناسب حال تھی جو اس دور میں مہلک ہتھیار تھے۔ اور حنین کے روز ہوازن کے پاس ہزاروں گھوڑے تھے۔

اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ اس نوجوان کی عمر چوبیس سال سے متجاوز نہ تھی اور اُسے باریک بینی کے ساتھ منصوبے بنانے اور سرعت کے ساتھ ان کی تنفیذ کرنے کی کیسی قدرت حاصل تھی اور ان میں سے۔ جو شاید سب سے شاندار منصوبہ تھا۔ گھاٹیوں کا منصوبہ بنانے اور اسکی تنفیذ کرنے میں مالک دور ترین حدود تک چلا گیا تھا نیز ہم نے یہ دیکھا کہ سالار مالک نے (جبکہ وہ وادی میں اپنی فوج کو تیار کر رہا تھا) کیسے اس جنگی چال کو اختیار کیا جس سے اس نے اپنی فوج کو مسلمانوں کی نگاہوں میں اس کے حقیقی حجم سے کئی گنا بڑا کر دکھایا۔

پھر مسلمانوں نے حنین کے روز، ایسے جانباز دشمنوں کا سامنا کیا، جو دلیر اور درجہ اوّل کے ممتاز سالار تھے.... اور سالار ہوازن کی ذاتی شجاعت پر (مسلمان مورخین کی شہادت کے مطابق) اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ وہ ہوازن کی عام شکست کے وقت میدان میں اپنے خاص خاندان (بنی نصر) کے سر پر کھڑا رہا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ان کے آخری آدمی تک کو فنا کر دیتیں اور سالار مالک نے اس وقت شکست کھائی جب اس نے دیکھا کہ جنگ جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں مگر اس کے باوجود وہ میدان سے کپکپانے والے بزدل کی طرح نہیں بھاگا بلکہ اس کی شکست منظم واپسی کے مشابہ تھی اور ہم نے اس کتاب کے گذشتہ صفحات میں دیکھا ہے کہ یہ سالار اپنے جنگی لیڈر کے ارکان کے ساتھ ٹیلے پر کھڑا رہا۔ حتیٰ کہ اُسے یقین ہو گیا کہ اگر وہ روپوش نہ ہوا تو تعاقب کرنے والے سواروں کا دستہ جس کی قیادت حضرت زبیر بن العوام کر رہے تھے اُسے گھیر لے گا۔ تو وہ وادی الیمانیہ (نخلہ) میں درختوں کے درمیان

رُوپوش ہو گیا اور مسلسل چلتے چلتے وادی لیّہ میں اپنے قلعہ میں پہنچ گیا۔ پھر ثقیف کے پاس چلا گیا اور ان کے ساتھ طائف میں قلعہ بند ہو گیا۔

پس جب ہوازن کی جنگی اور قیادی سطح اس درجہ تک ممتاز تھی تو کن اسباب کی بنا پر اسے تباہ کن شکست ہوئی؟

۱۔ عقیدے کی عدم موجودگی ـــ مسلمان جدید عقیدہ (عقیدہ توحید) کے حامل تھے جس کے زیر سایہ وہ موت کو شیریں خیال کرتے تھے۔ اور وہ اسے سب سے زیادہ عزت دار موت سمجھتے تھے، جس کا کوئی مسلمان آرزو مند ہو سکتا ہے ـــ اور یہ خیال اس مسئلہ کو بہت تقویت دینے والا ہے جو موت تک جنگ میں استقلال کیلئے لازمی ہے۔ ہوازنی سپاہی (اپنی شجاعت کے باوجود) کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتے تھے جس کی راہ میں موت کو شیریں خیال کرتے بلکہ وہ اس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے تاکہ وہ بھی راہ خدا میں شہید ہوں جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں ہر معرکہ میں حصہ لینے والے سپاہی کا حال تھا۔

اور ہوازن کا بھی ایک عقیدہ (ایک بت پرستانہ عقیدہ تھا) معدوم کے حکم میں تھا کیونکہ وہ عقیدہ، کمزور، غیر واضح غیر راسخ اور قابل ہنسی تھا۔ اور اس کے نیفیان میں یہ اعتقاد شامل نہ تھا کہ اس کی راہ میں قتل ہونے والا جنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیگا۔ اور ہوازنی فوج میں ایک سپاہی بھی ایسا نہ تھا جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اگر وہ لات اور عزیٰ یا کسی اور بت کے دفاع میں مارا گیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا ـــ

پس ہوازن کے متعلق یہی بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ کسی عقیدے کے بغیر معرکے میں شامل ہوئے اس لئے ان کے سالار مالک بن عوف نے ـــ ایک بت پرست کیطرح اس حقیقت کو جانتے ہوئے اس عقیدۂ صحیحہ راسخہ کے مقابلے میں عورتوں، بچوں اور اموال کے دفاع کو اختیار کیا۔ جو مسلمانوں کے پاس تو تھا اور ہوازنی اسے تلاش کر رہے تھے پس اس نے

تمام سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اہل و اموال کو میدان کی طرف لے جائیں تاکہ ان کے دفاع میں قبول کرلیں کیونکہ ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس کے دفاع میں وہ موت قبول کرنے پر مجبور ہوتے مگر یہ منصوبہ کچھ بھی سودمند نہ ہوا اور ہوازن کو ایک بہر گیر اور کامل شکست ہوئی۔ اور وہ اپنے اہل و اموال کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے اور صحیح راسخ عقیدے کی عدم موجودگی وہ سبب ہے جس کی جگہ سپاہی کے مورال کو جو موت تک ثابت قدمی کے لئے ضروری ہے، اور کوئی چیز مدد نہیں دے سکتی۔

ب۔ تنگ قبائلی عنصریت اور آرزو ئیں ۔۔ بت پرست قبائل (جیسے ہوازن) کے کسی بھی معرکہ میں حصہ لینے کے محرکات کا تجزیہ کرنے کے دوران، محقق پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تنگ قبائلی عنصریت جو فقط قبیلہ کے دفاع کی آئینہ دار ہوتی ہے اور نیز لوٹ مار کرنے کی خواہشیں بیہودہ باتیں، عربی بت پرست سپاہی کو جنگ پر آمادہ کرنے کے دو عظیم محرک ہیں اور یہ دونوں محرک (فوجی ماہر کی نظر میں) موت تک کو ثابت قدمی میں مدد دینے کے لئے کافی ہیں۔

پس عنصریت اگرچہ اکٹھا کرنے کا ایک محرک ہے مگر جانباز کے نزدیک موت تک ثابت قدم رکھنے کا محرک نہیں ہے۔ پس بلاشبہ وہ اس شخص کی جانب سے لڑے گا۔ جو اس کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہوگا۔ اور شجاعت کے ساتھ ڈٹا رہے گا اور قربانی دیگا لیکن وہ اسے اس حد تک نہیں لے جائیگا کہ رضاکارانہ طور پر موت کا سامنا کرے تاکہ دوسرے لوگ زندہ رہیں۔

(اور نادر اور شاذ مثال میں کوئی تعجب کی بات نہیں) پس جب تک اُسے فتح کی امید رہے گی وہ جنگ کرتا رہے گا۔ لیکن جب جنگ اس پر مصیبت ڈال دے اور اسیر جنگ کی سختی اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے موت یا فرار میں سے ایک بات کو اختیار کرنے کے سوا چارہ نہیں رہے گا تو بلاشبہ وہ فرار کو ترجیح دے گا۔

اب رہی بات لوٹ مار کرنے کی، تو یہ عنصریت سے بھی کمزور تر محرک ہے اس لئے کہ جانباز، جنگ میں لوٹ مار کی وجہ سے صرف اس لئے حصہ لیتا ہے کہ جو کچھ وہ لوٹ مار کرتا ہے اس سے زندہ رہ کر فائدہ اٹھائے مگر جب اسے اچھی طرح یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ جنگ جاری رکھنے میں اس کا انجام موت ہوگا تو خواہ وہ کس قدر دلیر اور جنگ کا ماہر ہو وہ بلاشبہ فرار کرنے کی طرف مائل ہو جائے گا، اور یہی کام ہوازن نے کیا۔

ج - خود رائے اور فریب ــــ سالار ہوازن مالک بن عوف میں یہ دونوں صفات موجود تھیں۔ اگرچہ یہ نوجوان سمجھدار ذہین شجاع اور روشن دماغ تھا، مگر خود رائے اور فریب خوردہ بھی تھا۔ (اور فوج کے سرداروں میں خود رائی اور فریب کا پایا جانا، فوجوں کو کمزور کرنے کا سب سے خطرناک باعث ہے اور ان کے لئے مصائب کا سبب بن جاتا ہے جیسا کہ صدیوں کی تاریخ نے اسے ریکارڈ کیا ہے۔

اور مالک بن عوف کی خود رائی ایک واضح بات ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ جب درید بن الصمة جیسے ماہر جانباز نے اس پر تنقید کی کہ اس نے سپاہیوں کو میدانِ جنگ کی طرف اپنے اہل اور اموال ساتھ لے جانے پر مجبور کیا ہے تو اس نے اُس کے مشورہ کو رد کر دیا۔ حالانکہ اس نے اسے یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ عورتیں بچے اور اموال کو پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف واپس کر دے تاکہ ہوازن کی شکست کی صورت میں وہ محفوظ رہیں تو اس نے متکبرانہ انداز میں اس مشورہ کو رد کر دیا۔ اور جب قبائل ہوازن کے سرکردہ اور سالار حضرات کو درید بن الصمة کا مشورہ درست معلوم ہوا اور وہ اسے اختیار کرنے کی طرف مائل ہوئے ہوازن کے سالار نے انھیں دھمکی دی کہ اگر انھوں نے اس کے منصوبے پر عمل نہ کیا اور اس کے مزاج کے مطابق نہ چلے تو وہ خودکشی کر لے گا تو انھوں نے اس کی بات مان لی (حالانکہ اس کے تصرّف میں تباہ کن غلطی پائی جاتی تھی) کیونکہ وہ ان کے ہاں محبوب تھا نیز اس لئے بھی کہ جب جنگ ان کے دروازوں پر تھی تو وہ آپس میں بٹ جانے سے ڈرتے تھے۔

اور اس کے فریب کے متعلق مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ وہ متکبر تھا اور ہمیشہ تہ بند لٹکا کر چلتا تھا۔ اور اس نے مسلمانوں کی افواج کے بارے میں حقارت کا جو اعلان کیا تھا اس میں اس کا فریب نمایاں ہے اور یہ حقارت اس کی تقریر میں بھی نمایاں ہے جو اس نے معرکہ سے تھوڑا عرصہ قبل اپنے سپاہیوں میں کی تھی اس نے کہا۔

"اس دفعہ سے قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جنگ نہیں کی۔ وہ صرف ناتجربہ کار لوگوں سے لڑتے رہے ہیں جنھیں جنگ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا[1]

حالانکہ درید بن الصمة نے مالک کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فریب کو چھوڑ دے کیونکہ وہ ایسے آدمی سے جنگ کر رہا ہے جو عام آدمیوں جیسا نہیں ہے اس نے اسے کہا تھا

"اے مالک، تو ایک شریف آدمی سے برسرپیکار ہے اور تو اپنی قوم کا سردار بھی بن گیا ہے اور آج کا دن، بعد کے ایام کیلئے ایک حادثہ ہوگا[2]

سالار کا فریب اور اسلامی فوج کے سپاہیوں کو اس کا حقیر سمجھنا، اپنی فوج کو یہ اشارہ دینے کے مترادف تھا کہ وہ بھی اس کی طرح ہو جائیں، پس اسلامی سپاہیوں کو حقیر سمجھنے کی روح ان کے قبائل میں سرایت کر گئی خصوصاً پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کی شکست کے بعد، اور بلاشبہ یہ فریب اور حقارت، فتح کے بعد ہوازن کی ذلت کے اہم اسباب میں سے ہے اور یہ وہ ذلت ہے جو ہمہ گیر تباہ کن شکست میں بدل گئی تھی۔

ہوازن کے درمیان پھوٹ

اگرچہ حنین میں ہوازن ایک زبردست قوت تھے (بیس ہزار جاں باز) مگر اکھٹے کے پہلے ہی مرحلے میں انھیں انشقاق کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا ان کے مورال پر بہت برا اثر پڑا۔ اور ہوازن کے دو قبیلوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۹۳، [2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۸۸۷

اشتراک کرنے سے انکار کر دیا۔ اور وہ دونوں قبیلے (کعب[1] اور کلاب[2]) قبائلِ ہوازن میں سے دلیر اور طاقت ور تھے۔ بلکہ عمر رسیدہ ماہر درید بن الصمۃ کی شہادت کے مطابق یہ دونوں قبیلے ہوازن کے قبائل کے درمیان سب سے طاقت ور تھے۔ اور یہ بات اسکے قول سے معلوم ہوتی ہے کہ۔ جب اس بتایا گیا کہ یہ دونوں قبیلے ہوازن کے ساتھ جنگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ تو اس نے کہا۔

"خوش قسمتی اور تیزی غائب ہوگئی ہے اور اگر رفعت و برتری کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب اس سے غائب نہ ہوتے۔"

کعب، کلاب اور بنی ہلال کی اکثریت کے مالک بن عوف کی فوج میں شامل نہ ہونے کے باوجود ہوازن کے دیگر قبائل میں کوئی تردد پیدا نہیں ہوا، ہاں کعب کلاب اور بنو ہلال کی عدم شمولیت کا ہوازن کے دیگر قبائل کے مورال پر نقصان دہ اثر پڑا کیونکہ مالک بن عوف کی فوج، جو ان قبائل سے بنی تھی اس نے (ان تین قبائل کے

---

[1] - کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن، یہ ہوازن کا ایک عظیم بطن تھے اور انکے دیار تہامہ، مدینہ اور ارض شام کے درمیان پھیلے ہوتے تھے اور یہ عربوں میں شرف و شجاعت میں مشہور و معروف تھے۔

[2] - کلاب بھی ہوازن کے عظیم البطون میں سے ہیں اور یہ بنو کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن میں سے ہیں اور ان کی منازل میں ضریہ کی رکھ بھی ہے جو نجد میں واقع ہے اور یہ کلیب کی رکھ ہے اور مدینہ نبوی کی جہات میں ربذہ کی رکھ بھی ہے اور فدک اور عوالی بھی ہیں۔ اور یہ شام میں پھیلے ہوتے ہیں اور یہ بڑی جانباز قوم ہے، پس ان کی شان عظیم ہوگئی اور انہوں نے حلب اور اس کے نواح اور شام کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور کعب اور کلاب کی شرف و عظمت کو دیکھ کر ایک شاعر دوسرے کی ہجو کرتا ہوا کہتا ہے کہ تو نمیر قبیلہ سے ہے اس لئے نگاہ نیچی رکھ تو کعب اور کلاب کو نہیں پہنچ سکتا۔

اختلاف کی وجہ سے) اپنے ایک اہم جنگی عنصر کو کھو دیا تھا۔ جس سے اس فوج کا معیار گر گیا۔ یہاں تک کہ ایک سو ساٹھ سالہ معمر جری ماہر درید بن الصمۃ نے جس نے عمر کا ایک حصہ جنگوں میں گذرا تھا جب اُسے پتہ چلا کہ کعب اور کلاب ادر بنو ہلال مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں شامل نہیں تو اس نے ہوازن کی فوج پر شکست نازل ہونے کی توقع کی اس نے کہا۔

"اگر یہ کوئی بھلائی کی بات ہوتی تو تم اس کی طرف ان سے سبقت نہ کرتے اور اگر یہ کوئی شرف و شہرت کی بات ہوتی تو وہ اس سے پیچھے نہ رہتے، اے گروہ ہوازن میری مانو اور واپس چلے جاؤ اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہی کرو[1] "

اور عملاً بھی (درید بن الصمۃ کی توقع کے مطابق) ہوازن کو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شکست کے سوا کچھ نہیں ملا۔ اور وہ ہمہ گیر اور تباہ کن شکست تھی۔

۵۔ اچانک رعب کا پڑنا

ہوازن نے (خصوصاً معرکہ کے پہلے مرحلہ میں) بڑی جنگی قوت کا مظاہرہ کیا۔ اور جب شکست خوردہ مسلمان واپس آئے اور انہوں نے زبردست مخالفانہ حملہ کیا تو ہوازن نے پھر بھی شدید جنگ کی۔ اور ان کا سالار مالک بن عوف میدان میں ثابت قدم رہ کر مسلمانوں کے ساتھ بڑی بے جگری سے لڑتا رہا قریب تھا کہ اس کا خاص قبیلہ اس کے پہلو میں اپنے ثبات کے باعث فنا ہو جاتا۔

لیکن ہوازنی فوج کو مسلمانوں کے ساتھ از سر نو جنگ کرتے وقت — ایک پوشیدہ ہتھیار کا سامنا کرنا پڑا جس کا ہوازن کو جلد شکست دینے میں بڑا اثر تھا۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ ہتھیار اچانک رعب کا پڑنا تھا جس اللہ تعالیٰ نے ہوازن فوج کے دلوں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۸۸۵

ڈال دیا تھا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ ہوازنی سپاہی، اسلامی فوج کے پہلو میں خوفناک صورت پر نا آشنا سپاہیوں کو دیکھتے تھے۔ اور اسلامی مورخین نے دقیقہ نصوص پر اعتماد کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جن سپاہیوں کو، ہوازن کے سپاہی سواروں کی صورت میں دیکھتے تھے وہ مشرکین کے دلوں میں رعب ڈالنے والے ملائکہ تھے اور اس اچانک رعب پڑنے کی حقیقت کا اعتراف ثقیف کے اُن آدمیوں نے بھی کیا ہے جو حنین میں مشرکین کے ساتھ شامل تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ان کی راہنمائی کی جیسا کہ اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

طائف کے محاصرہ میں مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب

جیسا کہ قبل ازیں اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے ہوازن کے تعاقب میں۔ اپنی تمام فوج کی کمان کر رہے تھے، حتیٰ کہ آپ طائف پہنچ گئے، جہاں ہوازن کا اہم بازو ثقیف موجود تھا۔ آپ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور اس محاصرے کے پیچھے آپ یہ امید کر رہے تھے کہ ثقیف مسلمانوں کی اطاعت کر لیں گے۔ لیکن ثقیف نے بڑی شدت کے ساتھ مقاومت کی اور ان کے قلعے سر نہ ہو سکے۔ پس محاصرہ کامیاب نہ ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے توڑنے اور ثقیف کو اپنے حال پر چھوڑنے کیلئے مجبور ہو گئے مسلمانوں کے کوئی مثبت نتیجہ حاصل ہوئے بغیر جلدی سے محاصرہ توڑنے کے کیا اسباب تھے۔ مندرجہ ذیل امور میں ان اسباب کو مختصر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ طائف کے قلعے بڑے مضبوط تھے اور پیادہ اور سوار مسلمانوں کے لئے ان امور میں داخل ہونا دشوار تھا۔ اور اسلامی فوج کے پاس بھاری ہتھیار تھے۔ جیسے وہ عام طور پر قلعوں پر حملہ کرنے میں استعمال کرتی تھی اور یہ ہتھیار منجنیقیں سنگباری کے آلات اور ٹینک تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قلعوں میں داخل

ہونے کی اہم کو آسان کرنے کے ارادے سے ان بھاری ہتھیاروں کا استعمال کیا، لیکن ثقیف کا دفاع بڑا سخت تھا۔ اور ان کی فصیلیں مضبوط تھیں اور آتشی اور غیر آتشی گولوں کا ان قلعوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

ب :- شدید مقاومت ۔ اس سلسلے میں کوئی اختلاف موجود نہیں کہ ثقیف ایک ممتاز جانباز قوم تھے اور ہوازن کے اہم بازوؤں میں سے تھے اور ان کی شجاعت پر اس سے بڑھ کر دلالت کرنے والی اور کوئی بات نہیں کہ حنین کے روز تنہا ایک سو مقتول پیچھے چھوڑ گئے رہے جن میں ان کا سالار عبداللہ بن عثمان بھی شامل تھا۔ اور انہوں نے قلعوں میں مقاومت کی تیاری کرتے ہوئے ۔ اپنے قلعوں میں پورے ایک سال کا غذائی مواد جمع کر لیا تھا۔ اور ان کے قلعوں میں پانی بکثرت موجود تھا۔ پس انہوں نے محاصرے کی شدید مقاومت کی اور یہ تیر اندازی اور ٹینکوں کے مقابلہ میں بڑے ماہر تھے۔ جنہیں حملہ آور فصیلوں میں سوراخ کرنے کے لئے حفاظتی زرہوں کی طرح استعمال کرتے ہیں، لیکن تیر کمان میں ان کا مکمل اعتماد تھا۔ اور انہوں نے بڑی مہارت کے ساتھ مسلمانوں کو تیر مارے اور اس کثرت سے تیر اندازی کی جن سے مسلمانوں کو بہت سے مہلک زخم آئے اسباب نے انہیں مجبور کیا کہ وہ تیروں کی زد سے دور کسی جگہ پر واپس چلے جائیں۔

نیز جب بعض اسلامی دستوں نے ٹینکوں کو (جو دبیز لکڑی سے بنے ہوئے تھے) قلعے کی فصیلوں میں راستے بنانے کیلئے استعمال کرنے کی کوشش کی تاکہ اسلامی فوج ان سے داخل ہو جائے تو ثقیف نے مخالف فعال ہتھیار کے ساتھ اس بھاری ہتھیار کا مقابلہ کیا۔ اور وہ گرم پگھلے ہوئے لوہے کے گولے تھے وہ انہیں ٹینکوں پر پھینکتے تو وہ انہیں جلا کر رکھ دیتے اس وجہ سے جو سپاہی ان کی آڑ لئے ہوئے تھے، بغیر آڑ کے ہو گئے اور تیروں کا نشانہ بن گئے۔ لیکن وہ واپسی پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے

فصیلوں میں شگاف کرنے کیلئے جو بکتر بند حملہ کیا تھا، وہ ناکام ہوگیا تھا۔ اس طرح ثقیف کے قلعوں میں بزور قوت داخل ہونے کیلئے اسلامی فوج نے جو کوششیں کیں وہ ناکام ہوگئیں۔

ج ۔ محاصرے کی مدت طویل کرنے کی صعوبت ۔۔ ثقیف کو اطاعت پر مجبور کرنے کے لئے اب اسلامی فوج کے سامنے ایک ہی صورت رہ گئی تھی اور وہ یہ کہ ثقیف کے پاس جو غذا موجود ہے اس کے خاتمے تک مسلمان اُن کا محاصرہ کئے رہیں۔ اور یہ مکمل ایک سال کا محاصرہ تھا۔ اور مسلمان جانباز ابھی تک اتنی مدت اپنے اہل وعیال سے دُور رہنے کا عادی نہیں ہوا تھا۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاصرے کو باقی رکھنے اور اتنی طویل مدت تک فوج کو ثقیف کے قلعوں کے آگے جھلتے رکھنے کو مناسب خیال نہ کیا۔

د ۔ ثقیف کی اہمیت کا خاتمہ ۔۔ محاصرہ طائف کی ناکامی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ثقیف (ہوازن کی قوت کے اضمحلال کے بعد) اسلام کے لئے ایسا خطرہ نہ تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں پر اپنے آپ کو پورے ایک سال تک ان کے محاصرے کی پریشانیاں برداشت کرنا ضروری تھا۔ ہوازن کے تمام قبائل کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد ثقیف مکمل طور پر الگ تھلگ ہوگیا تھا۔ اور ان دشمنوں کے گھیراؤ میں تھا جو گزشتہ کل کے دوست اور بھائی تھے اور یہ لوگ موقع ملنے پر اکیلے ہی ثقیف کو دھتکارنے اور اس کا گلا گھونٹنے کے کفیل تھے اور عملاً یہی کچھ ہوا تھا خصوصاً مالک بن عوف کے اسلام میں داخل ہوجانے کے بعد حنین کے روز" ان کا سالار تھا اور وہ اکیلا ہی (وہ اپنی قوم کا شجاع اور مطاع تھا) ثقیف پر زبردست حملے کرنے لگا۔

ھ۔ یہ ایک اہم سبب ہے، ثابت ہوا ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے حکم آیا کہ آپ ثقیف کے محاصرے کو توڑ دیں کیونکہ علمِ الٰہی میں یہ بات پہلے ہی تھی کہ عنقریب ثقیف بنفسِ نفیس مدینہ آکر برضا و رغبت اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کرے گا۔ اس لئے جب آپکے چند صحابہؓ نے (جب آپ ثقیف کا محاصرہ توڑ رہے تھے) آپ سے ثقیف کے متعلق بددعا کرنے کی اپیل کی تو آپ نے اسے رد کر دیا اور فرمایا۔

"اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور راہ پہ لا۔

جزیرہ عرب میں بُت پرستی کا خاتمہ

تمام جزیرۂ عرب کے بُت پرستوں عرب ۔۔۔ اسلامی دعوت کی مخالفت اور توحید کے خطرے سے بُت پرستی کو بچانے کیلئے، بدرجۂ اولیٰ ۔ کعبہ کے خادموں اور مشاعر[1] کے محافظین قریش سے امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے، اور جب مکہ ان کے قبضہ میں آگیا تو قبائل ہوازن کے سوا جو کثیر تعداد میں اور مادی قوت کے حامل تھے اور کوئی فعال حربی قوت باقی نہیں رہی تھی جس کی طرف توحید کے مقابلے اور اس کی مسلح افواج پر تسلط حاصل کرنے کے لئے جزیرۂ عرب میں بت پرستی پر قائم رہنے والوں کی نگاہیں اٹھتیں لیکن آخرکار ان ہوازن کا بھی سقوط ہو گیا۔ اور اسلام دشمن فوجی قوت کے لحاظ سے ان کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یہ سب قبائل اسلام کے مددگار بن گئے۔

پس جزیرۂ عرب کے دور دراز کے علاقے میں شرک کی بکھری ہوئی ادھر اُدھر پراگندہ باکیٹیں کیا کر سکتی تھیں، پس حنین کے روز ہوازنی فوج کے شکست کھانے سے جزیرہ میں

---

[1] مشاعر، حج کی رسوم ادا کرنے کے مقام کو کہتے ہیں ۔ مترجم

بت پرستی کا آخری قلعہ مسمار ہو گیا ۔ اور اس طرح یہ قول یقینی طور پہ صحیح ثابت ہو گیا کہ

"معرکہ حنین کے بعد، جزیرۂ عرب میں بت پرستی
کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا ہے"

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس معرکے سے بعد عرب کے وفود، مدینہ میں اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنے لگے ۔ اور جن پاکٹوں نے عناد کا اظہار کیا وہ انتہائی شمال میں تھیں (جیسے قبیلہ طی) یا انتہائی جنوب میں تھیں جیسے نجران کی جانب بنی حارث، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف چھوٹے چھوٹے فوجی دستے بھیجے جنہوں نے ان کی مقاومت کا خاتمہ کر دیا ۔ اور ابھی ہجرت کا دسواں سال نہیں آیا تھا کہ جزیرۂ عرب ایک طرف سے دوسری طرف تک اسلام میں داخل ہو گیا ۔ اور وہاں ایک بھی بت پرست موجود نہ تھا ۔ ہاں کچھ چھوٹی چھوٹی غیر ملکی یہودی اور نصرانی جماعتیں تھیں جو اسلام کی حکومت کے ماتحت اپنے دین پر قائم رہیں، کیونکہ وہ اہل کتاب لوگ تھے جن سے اسلام کی حکومت کی اطاعت کے اقرار کے بعد جزیہ لینا کافی ہوتا ہے ۔

اس طرح معرکہ حنین، غزوۂ تبوک کی طرف اشارہ کے ساتھ ساتھ ۔۔ وہ آخری سخت حربی معرکہ تھا جس میں مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں حصہ لیا ۔ غزوۂ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا ۔ لیکن اس کی کامیابی کا، اسلام کے ستونوں کے مضبوط کرنے اور شام کے بازنطینی حکمرانوں اور عرب عیسائیوں پر جو ان کے دوست تھے، کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت ڈالنے کے بارے میں عظیم معنوی اثر پڑا ۔

نیز حنین میں فیصلہ کن عسکری فتح اور لوگوں کے اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ۔۔ جزیرۂ عرب میں مسلح

کشمکش کے خاتمہ کی طرف اشارہ کے طور پر، جس میں مسلمانوں کو، ان معنوی فتوحات کی راہ ہموار کرنے کے لئے حربی فتوحات حاصل ہوئیں۔ جو مدینہ کی طرف اسلام میں داخل ہونے کے لئے سبقت حاصل کرنے والے قبائل پر مشتمل تھیں۔ یہ آیات نازل ہوئیں۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی
دین اللہ افواجا، فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا

اختر فتح پوری
سب پوسٹ آفس فتح پور
تحصیل و ضلع گجرات

اس کتاب کے اہم ماخذ

نام کتاب	نام مؤلف
تفسیر ابن کثیر	ابن کثیر
فتح القدیر	محمد بن علی شوکانی
فی ظلال القرآن	سید قطب
کشاف	زمخشری
صحیح بخاری	بخاری
صحیح مسلم	مسلم
زاد المعاد	ابن قیم
تاریخ العرب قبل الاسلام	ڈاکٹر جواد علی
سیرۃ ابن ہشام	محمد بن اسحاق
أغانی	ابو الفرج اصبہانی
الصداقۃ والصدیق	ابو حیان توحیدی
صبح الاعشیٰ	احمد بن علی قلقشندی
المغنی فی الفقہ	ابن قدامہ
الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف	علاء الدین المرداوی

نام کتاب	نام مؤلف
کشاف القناع	منصور بن یونس البہوتی
شبہات حول الاسلام	محمد قطب
مجمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان
زاد المسلم	ابن جوزی
سقوط الجولان	خلیل مصطفیٰ
غایۃ المنتہی	شیخ مصطفیٰ السیوط
طبری	محمد بن جریر طبری
القانون الدولی العام	ڈاکٹر سمحی فوق العادۃ
محمد نبی و رجل دولۃ	ڈاکٹر منٹگمری واٹ
حقائق الاسلام و اباطیل خصومہ	عباس محمود العقاد
مایقال عن الاسلام	عباس محمود العقاد
فقہ السنہ	سید سابق
الرسول القائد	محمود شیت خطاب
تفسیر امام محمد عبدہ	سید رشید رضا
حیاۃ محمد رسالتہ	مولانا محمد علی
سیرت حلبیہ	ابن برہان الدین
فقہ السیرۃ	محمد الغزالی
سمط النجوم العوالی	عبد الملک بن حسین العصامی
البدایۃ والنھایۃ	اسماعیل بن کثیر
الکامل فی التاریخ	محمد ابن الاثیر

نام کتاب	نام مؤلف
جوامع السیرۃ	علی بن حزم
آثار المدینہ	عبدالقدوس انصاری
وفاء الوفا	علی بن احمد سمہودی
دائرۃ المعارف القرن الرابع عشر والعشرین	محمد فرید وجدی
لسان العرب	ابن منظور افریقی مصری
نیل الاوطار	محمد بن علی شوکانی
الیہود فی القرآن	عفیف عبدالفتاح طبارہ
الطبقات الکبریٰ	ابن سعد
معجم البلدان	یاقوت حموی
مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع	صفی الدین عبدالمومن بن عبدالحق
معجم النساء	عمر رضا کحالہ
الاعلام	خیرالدین زرکلی
دیوان الحماسہ	ابوتمام طائی
العرب قبل الاسلام	جرجی زیدان
الابطال	ٹامس کارلائل
حضارۃ العرب	گستاف لوبن
التشریع الجنائی فی الاسلام	شہید عبدالقادر عودۃ
اصابہ	ابن حجر عسقلانی
استیعاب	ابن عبدالبر
ایام العرب فی الاسلام	محمد ابوالفضل ــ علی النجاوی

نام کتاب	نام مؤلف
الروض الانف	سہیلی
نہایت الارب	قلقشندی
معجزہ محمد رسول اللہ	عبدالعزیز ثعالبی
قصص الانبیاء	عبدالوہاب نجار
تاریخ ابن خلدون	عبدالرحمٰن بن خلدون
مروج الذہب	مسعودی
معجم قبائل العرب	عمر رضا کحالہ
معجم البکری	البکری
تاریخ الامۃ العربیہ	محمد اسعد طلس
عجائب الاقالیم السبعہ	محمد بن موسیٰ خوارزمی
حیاۃ محمد	محمد حسین ہیکل
بہجۃ المحافل	یحییٰ بن ابی بکر عامری
امتاع الاسماع	مقریزی
تہذیب تاریخ ابن عساکر	عبدالقادر بن احمد مصطفیٰ دمشقی
عصر النبی	محمد عزۃ دروزۃ
البدء والتاریخ	ابو زید احمد بن سہل بلخی
مغازی الواقدی	محمد بن عمر بن واقد
صورۃ الارض	ابن حوقل
الآثار الباقیہ فی القرون الخالیہ	محمد بن احمد البیرونی
احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	المقدسی المعروف بالبشاری

نام کتاب	نام مؤلف
انساب الاشراف	احمد بن یحییٰ بلاذری
جمہرۃ انساب العرب	علی بن احمد بن حزم
جمہرۃ رسائل العرب	احمد ذکی صفوت
مجمع البیان فی تفسیر القرآن	فضل بن حسن طبرسی
جامع الاصول من احادیث الرسول	مبارک بن محمد بن الاثیر جزری
مسند امام زید	زید بن علی بن حسین
نصب الرایہ	عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی
النہایۃ فی غریب الحدیث	مبارک محمد بن الاثیر جزری
منہاج السنۃ النبویہ	احمد بن تیمیہ
جزیرۃ العرب	الہمدانی
صفۃ جزیرۃ العرب	الہمدانی
نسب قریش	مصعب بن عبداللہ زبیری
المجتمعات الاسلامیہ فی القرن الاول	شکری فیصل
فتوح البلدان	ابوالحسن بلاذری
الحریۃ عند العرب	ابراہیم حداد
تاریخ یعقوبی	احمد بن ابی یعقوب
جزیرۃ العرب	جان جاک بیرک
الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی و الخلافۃ الراشدہ	ڈاکٹر محمد عبداللہ
المحبّر	محمد بن حبیب بن امیہ ہاشمی

نام کتاب	نام مولف
قصۃ الحضارۃ	ول۔ دیورانٹ
فجر الاسلام	احمد امین
عیون الاخبار	محمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ
معالم تاریخ الانسانیہ	ھ۔ ج۔ ولز
تاریخ الشعوب الاسلامیہ	کارل بروکلمان
شفاء الغرام باخبار البلد الحرام	محمد بن احمد بن علی الفاسی
تاریخ الامم الاسلامیہ	محمد الخضری
المختصر فی تاریخ البشر نخبۃ الدہر فی عجائب البر والبحر	شمس الدین محمد بن ابی طالب الانصاری
عبقریۃ محمد	عباس محمود العقاد
غزوہ بدر الکبریٰ	مؤلف
غزوہ اُحد	"
غزوۂ احزاب	"
غزوۂ بنی قریظہ	"
تہذیب الصحاح	محمود بن احمد زنجانی
مجمع الزوائد	علی بن ابی بکر الھیثمی
الجامع الصغیر	امام سیوطی
صحیح الاخبار عما فی بلاد العرب من الآثار	محمد بن بلیہد
صحیح ترمذی	امام ترمذی
سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد

نام کتاب	نام مؤلف
الفاروق القائد	محمد شیت خطاب
تاج العروس	محمد مرتضیٰ زبیدی
الاخبار الطوال	ابو حنیفہ دینوری
الفتوحات العربیہ الکبری	جنرل گلوب پاشا
التنبیہ والاشراف	علی المسعودی

اسلام کے
فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بدر

اس غزوہ میں مسلمانوں نے
قلیل تعداد میں ہونے کے
باوجود اپنے سے تین گنا بڑے
لشکر کو شکست فاش دی تھی
اور اسلام کا بول بالا کیا تھا
دراصل اس غزوہ کے بعد ہی
اسلام کو پھلنے پھولنے کا موقع
ملا۔ اس غزوہ کے تفصیلی حالات
اور واقعات اس کتاب میں
جمع کر دیئے گئے ہیں۔

تالیف: محمد احمد باشمیل
ترجمہ: مولانا اختر فتحپوری

۲۸۸ صفحات مجلد

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بنی قریظہ

یہ غزوہ
تاریخ اسلام میں اس لحاظ سے اہم ہے
کہ اس سے یہودیوں کا غرور اور گھمنڈ
یک لخت ختم ہو گیا تھا اور ان کی کمر ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئی تھی۔ اس اہم
واقعے کی تفصیل اس کتاب میں
مختلف اہم ماخذوں سے جمع کر دی
گئی ہے

تالیف
محمد احمد باشمیل

ترجمہ
مولانا اختر فتح پوری

ضخامت ۲۸۸ صفحات مجلد

اسلام کے
فیصلہ کن معرکے

غزوہ موتہ

غزوۂ موتہ تاریخ اسلام کے ان
فیصلہ کن معرکوں میں سے ایک ہے
جب مصر و شام میں عیسائی قوتوں
نے اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا
تھا اس غزوہ میں ان کی تمام تدابیر
ناکام ہو گئیں اور مسلمان سرخرو
ہوئے۔ اس کتاب میں ہر ممکنہ ماخذ
سے فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اس
غزوہ کے اسباب وعلل تحقیق سے
بیان کئے گئے ہیں

تالیف: محمد احمد باشمیل
ترجمہ: مولانا اختر فتحپوری

۴۰۸ صفحات

سیرۃ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
نے سیرت نبوی پر یہ کتاب اس
انداز سے لکھی ہے کہ اس سے عام
آدمی کے علاوہ طلبا بھی فائدہ
اٹھا سکتے ہیں۔ اس کتاب کا یہ انداز
کہ واقعات ذہن نشین ہو جائیں
منفرد اور دلکش ہے

تالیف
ابوالقاسم محمد حفظ الرحمن سیوہاروی

صفحات ۲۹۶ مجلد

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

صلح حدیبیہ

یہ مسلمانوں کی تاریخ کا عظیم الشان واقعہ ہے جس کے نہایت مفید اور دور رس نتائج رونما ہوئے۔ اس واقعہ کو تمام تفصیل اور کوائف کے ساتھ عہد حاضر کے مشہور عربی مورخ محمد احمد باشمیل نے قلم بند کیا ہے اس کتاب کو پہلی مرتبہ مولانا اختر فتح پوری نے اردو میں منتقل کیا ہے۔

تالیف: محمد احمد باشمیل　　ضخامت　　صفحات

ترجمہ: مولانا اختر فتحپوری

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

فتح مکّہ

صفحات ۲۵۶　　تالیف: محمد احمد باشمیل

تاریخ اسلام کا انتہائی حیرت ناک اور انقلاب آفریں واقعہ ہے۔ اس کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مسلمانوں کی کامیابیوں اور فتح مندیوں کو دیکھتے ہوئے ہزاروں افراد نے قبول اسلام کیا اور اسلام کی دعوت تبلیغ عام ہوئی۔ اس واقعے کو تمام شرح وبسط کے ساتھ مشہور مورخ محمد احمد باشمیل نے مستند حوالوں کی روشنی میں قلمبند کیا ہے اور مولانا اختر فتح پوری نے اردو میں منتقل کیا ہے۔

